مظہر کلیم ایم اے
ران سیریز
پر ایجنٹ صفدر

چند باتیں

محترم قارئین! سلام مسنون! بیشتر قارئین کا ایک طویل عرصے سے اصرار چلا آرہا تھا کہ چند باتوں میں ناول کے متعلق کچھ لکھنے کی بجائے قارئین کے خطوط کا جواب دیا جائے یا قارئین سے براہ راست باتیں کی جائیں۔ اب رحیم یار خاں سے فیاض احمد گورایہ نے پبلشرز صاحبان کے نام براہ راست گذارش کی ہے کہ پیش لفظ میں کہانی کی تعریفوں کی بجائے مصنف کو اجازت دی جائے کہ وہ ہم سے چند باتیں کر لیا کریں انہوں نے لکھا ہے کہ کہانی کی تعریف لکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ ہمیں مصنف کے نام سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ کہانی اچھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ پبلشرز صاحبان نے بھی اب اجازت دیدی ہے کہ پیش لفظ میں آپ کہانی کی تعریفوں کی بجائے قارئین کے خطوط کا ذکر کر دیا کریں۔

ہم محترم فیاض احمد گورایہ صاحب کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے پبلشرز صاحبان کو یہ یقین دلایا ہے کہ ہماری لکھی ہوئی کہانیاں واقعی قابل تعریف ہوتی ہیں اور یہ بھی عرض کر دوں کہ پیش لفظ میں کہانی کے متعلق جو لکھا جاتا تھا وہ دراصل قارئین کے لئے نہیں ہوتا تھا کیونکہ قارئین تو کہانی پڑھ کر بھی معلوم کر لیتے ہیں کہ کہانی قابل تعریف ہے یا نہیں۔ یہ تو ان صاحبان کے لئے لکھا جاتا ہے جو صرف پیش لفظ پڑھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ کہانی اچھی ہے یا نہیں۔ اب آپ خود سوچ لیجئے کہ ان صاحبان میں کون کونسے حضرات آتے ہیں۔ بہرحال اب آئندہ کے لئے یہی طے ہو گیا کہ پیش لفظ میں قارئین سے باتیں کی جائیں گی اور یہ باتیں ظاہر ہے ان خطوط کے حوالے سے ہی ہو سکتی ہیں لیکن اب ایک اور مسئلہ بھی ہے

قارئین کے خطوط تو ماشاءاللہ ڈھیروں کی صورت میں میرے پاس پہنچتے ہیں اور سب کے سب انتہائی قابل قدر تجاویز، مشوروں، تنقیدوں اور ریمارکس سے پُر ہوتے ہیں اس لئے کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس وقت بھی میرے سامنے بلا مبالغہ سو ڈیڑھ سو خطوط موجود ہیں جو پچھلے چند دنوں میں موصول ہوئے ہیں۔ اب ظاہر ہے ایک ماہ بعد ایک کتاب کے پیش لفظ میں اتنے سارے خطوط کا تو ذکر کرنا ممکن ہی نہیں۔ اس لئے یہی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو خطوط کا ذکر کر دوں باقی قارئین سے معذرت ہی کرنی پڑے گی۔

گذشتہ ناول "فاؤل پلے" کی انفرادی کہانی کو قارئین نے اس قدر پسند کیا ہے اور مجھے اس کہانی کی پسندیدگی پر اتنے خطوط ملے ہیں کہ میں اپنے تمام قارئین کا بے حد شکر گذار ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے اور انشاءاللہ رہے گی کہ میں آپ کو جاسوسی ادب میں انوکھے اور منفرد ناول پڑھنے کے لئے پیش کروں۔ آپ کی اس بے پناہ پسندیدگی نے میرا حوصلہ بڑھایا ہے اسی طرح بے شمار قارئین کا اصرار ہے کہ آئندہ ۱۵۰ واں ناول عمران فریدی اور پرمود کا مشترکہ ناول ہونا چاہیئے۔ تو میں قارئین کو مسرت اطلاع دے رہا ہوں کہ انشاءاللہ ۱۵۰ واں ناول عمران فریدی اور پرمود کا نہ صرف مشترکہ ناول ہوگا بلکہ یہ ناول بھی جاسوسی ادب میں ایک یادگار حیثیت کا حامل ہوگا۔

اب مجھے اجازت۔

والسلام

منظہر کلیم ایم۔ اے

عمران نے کار سنٹرل سیکرٹریٹ کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اُتر کر وہ اوپر کی منزل پر جانے والی لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"جی فرمایئے" ــــ لفٹ کے باہر کھڑے باوردی دربان نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"اجی ہم نے کیا فرمانا ہے ــــ فرمائیں گے تو آپ ــــ ہم تو عرض کر سکتے ہیں" ــــ عمران نے اس کے قریب رک کر عاجزانہ سے لہجے میں کہا۔

"زیادہ بات مت کریں ــــ آپ کیا چاہتے ہیں" ــــ دربان کی گردن پہلے سے بھی زیادہ اکڑ گئی تھی اور اس بار اس کا لہجہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ کرخت تھا۔

"میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہو سکتا ہے جناب! ــــ آپ بڑے افسر ہیں ــــ جو آپ کا مزاج یار چاہے گا۔ وہی ہوگا" ــــ عمران

نے پہلے سے زیادہ عاجزانہ لہجے میں کہا۔ اس کے جسم پر اپنا مخصوص ٹیکنی کلر لباس تھا اور آج تو اس نے سر پر باقاعدہ پھندنے والی ترکی ٹوپی بھی پہن رکھی تھی۔ اس لئے ہیئت کے لحاظ سے وہ کسی تھیٹر کا مسخرہ ہی لگ رہا تھا۔ اور پھر چہرے پر بہنے والا حماقت کا آبشار اس سب کے علاوہ تھا۔

"دیکھو! ــــ میں تمہاری عزت کر رہا ہوں ــــ اور تم ہو کہ سر پر چڑھے آرہے ہو ــــ چلو ہٹو ایک طرف ــــ ابھی ایک بڑے افسر نے آنا ہے" ــــ دربان اس بار آپ جناب کے چکر سے نکل کر تم پر اتر آیا تھا۔ لہجہ ظاہر ہے کرخت سے کرخت تر ہوتا جارہا تھا۔ اور چہرے پر بھی غصے کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"آپ سے بڑا افسر بھی اس دنیا میں ہے جناب! ــــ مجھے تو آپ یہاں کے بڑے افسر لگ رہے ہیں" ــــ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"دیکھو! ــــ خوشامد کی ضرورت نہیں ــــ میں کہتا ہوں کہ دفع ہو جاؤ۔ بڑے افسر نے آنا ہے ــــ چلو جاؤ یہاں سے۔ ورنہ پولیس کو بلوا لوں گا۔ سمجھے" ــــ دربان نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"پولیس ــــ ارے باپ رے ــــ وہ بڑی بڑی مونچھوں اور موٹے پیٹ والی پولیس ــــ اوہ ــــ وہ تو شکل سے ہی جلاد لگتے ہیں ــــ ان کے مقابلے میں تو آپ شہزادہ سیف الملوک لگتے ہو ویسے یار! ــــ ایک بات ہے۔ کچھ رقم سے کام نہیں چل سکتا" عمران نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"افسر کے جانے کے بعد اوپر جانے دوں گا ــــ اور وہ بھی صرف تمہیں ــــ مجھے تم پر رحم آگیا ہے" ــــ دربان نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے عمران کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف ہٹانے کی کوشش کی۔

"کمال ہے افسر نے تمہیں کیا دینا ہے ــــ اُلٹا تمہیں سیلوٹ مارنا پڑے گا ــــ میں نے تو تمہیں روپے بھی دیئے ہیں پھر بھی"۔ عمران کا لہجہ اس بار خاصا بلند تھا۔

"اوہ! ــــ میں تمہارا سر توڑ دوں گا ــــ مجھ پر رشوت کا الزام لگاتے ہو ــــ نکلو یہاں سے جلدی" ــــ دربان کو شدید غصہ آگیا۔

"کیسے نکلوں ــــ سو روپے دیئے ہیں ــــ میرے سو روپے واپس کرو۔ میں چلا جاتا ہوں" ــــ عمران کا لہجہ اور زیادہ بلند ہو گیا۔

"کیا بات ہے ــــ کیا جھگڑا کر رہے ہو" ــــ اسی لمحے ایک کمرے سے ایک بابو سے آدمی نے باہر نکلتے ہوئے کہا وہ اپنے پچکے ہوئے چہرے کو بارعب بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"صاحب! ــــ یہ شخص مجھ پر رشوت کا الزام لگا رہا ہے۔ یعنی خوامخواہ" ــــ دربان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں یہاں سپرنٹنڈنٹ ہوں ــــ ابھی جیل میں سڑوا دوں گا۔ یہ دربان تو بے حد ایماندار ہے ــــ تم خوامخواہ اس پر الزام لگا رہے ہو ــــ چلو جاؤ دفع ہو جاؤ" ــــ سپرنٹنڈنٹ نے آتشی شیشوں کے پیچھے دھندلی آنکھوں کو پھاڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو تم اس کے حصہ دار ہو ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ پچاس پچاس کرو گے یا دس نوے کا حساب ہے" ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دربان! ۔۔۔ اسے دھکے دے کر یہاں سے نکال دو ۔۔۔ ابھی اسی وقت" ۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ کا غصہ اب عروج پر پہنچ گیا تھا۔

"پہلے میرے سو روپے واپس کرو ۔۔۔ ورنہ میں ابھی یہیں شور مچا دوں گا" ۔۔۔ عمران اڑ گیا۔

"یہ لو اپنے دس روپے ۔۔۔ اور شکل گم کرو اپنی" ۔۔۔ دربان نے جلدی سے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔

"یہ تو ہوا تمہارا حصہ ۔۔۔ اب سپرنٹنڈنٹ صاحب! ۔۔۔ آپ بھی نوے روپے نکالیں ۔۔۔ جلدی کریں" ۔۔۔ عمران اب سپرنٹنڈنٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ ۔۔۔ کیا بکواس ہے ۔۔۔ میں نے تم سے کب پیسے لئے ہیں ۔۔۔ تم پاگل تو نہیں ہو" ۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ اب بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"اچھا! ۔۔۔ ابھی بڑا افسر آئے گا ۔۔۔ میں اس سے کہتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ کیسے تم میری رقم ہضم کر سکتے ہو" ۔۔۔ عمران کا لہجہ بھی سخت ہو گیا۔

"تم کیا بکواس کر رہے ہو ۔۔۔ خوامخواہ الزام لگاتے ہو" ۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ کا زرد چہرہ مزید زرد پڑ گیا۔

"ارے عمران صاحب آپ! ۔۔۔ ارے سر سلطان تو آپ کا

شدت سے انتظار کر رہے ہیں ۔۔۔ اوہ آپ یہاں کھڑے ہیں" ۔۔۔ اچانک لفٹ کا دروازہ کھلا اور سر سلطان کے پرسنل سیکرٹری نے باہر نکلتے ہوئے عمران کو دیکھ کر کہا۔

"یہ سپرنٹنڈنٹ صاحب مجھے میرے نوے روپے نہیں واپس کر رہے ۔۔۔ دربان نے تو دس روپے دے دیئے ہیں" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سر ۔۔۔ سر ۔۔۔ یہ الزام ہے مجھ پر سر" ۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ سیکرٹری خارجہ کے پی۔ اے کو دیکھ کر اس قدر بوکھلایا کہ اس کی عینک گرتے گرتے بچی۔

"اوہ! ۔۔۔ تو تم اوپر جانے والوں سے مل کر رشوت لیتے ہو ۔۔۔ ہونہہ! ۔۔۔ جانتے ہو یہ کون صاحب ہیں ۔۔۔ ان کے انتظار میں سر سلطان بیٹھے ہیں اور تم ۔۔۔ تمہیں نہیں کہا گیا تھا کہ عمران صاحب آئیں تو انہیں فوراً اوپر بھیجو ۔۔۔ پھر تم نے انہیں کیوں روکا ہے" ۔۔۔ پرسنل سیکرٹری سپرنٹنڈنٹ اور دربان دونوں پر چڑھ دوڑا۔

"م ۔۔۔ م ۔۔۔ مگر صاحب! ۔۔۔ وہ تو بڑے افسر صاحب" ۔۔۔ دربان کی اکڑی ہوئی مونچھیں گر چکی تھیں اور گردن جھک گئی تھی اس کا چہرہ بوکھلاہٹ کی شدت سے پھڑکنے لگا تھا۔

"یہی تو وہ افسر ہیں ۔۔۔ یہ سر سلطان سے بھی بڑے افسر ہیں"۔ پرسنل سیکرٹری نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ جناب! ۔۔۔ جناب! مجھ سے غلطی ہو گئی ۔۔۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں صاحب! ۔۔۔ مجھے معاف کر دیں" ۔۔۔

دربان یکلخت عمران کے پیروں پر جھک گیا۔

"ارے ارے تم نے تو دس روپے واپس کر دیئے ہیں ـــــ اور اس دور میں اس سے بڑی ایمانداری کیا ہو سکتی ہے ـــــ لیکن یہ سپرنٹنڈنٹ صاحب ـــــ یہ نوے روپے نہیں دے رہے ـــــ چلو ٹھیک ہے ـــــ میں سر سلطان سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کیسے سپرنٹنڈنٹ بھرتی کر رکھے ہیں" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ج ـــ ج ـــ جناب! ـــ م ـــ م ـــ میں غریب آدمی ہوں۔ آپ مجھ سے نوے روپے لے لیں ـــــ میں ابھی کسی سے مانگ کر لے آتا ہوں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے ـــــ" سپرنٹنڈنٹ کی آنکھوں سے اب آنسو رواں ہو گئے۔ اسے یقین تھا کہ اب نوکری تو گئی سو گئی، باقی عمر جیل میں کٹ جائے گی۔ سر سلطان سے بھی بڑا افسر ـــــ اس کا پورا جسم کانپنے لگ گیا تھا۔

"تو میں جھوٹ بول رہا ہوں ـــــ تمہارا یہی مطلب ہے ـــــ ٹھیک ہے ابھی پتہ لگ جاتا ہے" ـــــ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور تیزی سے لفٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسی لمحے ایک دھماکہ ہوا اور عمران نے مڑ کر دیکھا تو سپرنٹنڈنٹ بے چارہ فرش پر بے ہوش ہو کر گر چکا تھا۔

"ارے ـــ ارے ـــ کیا ہوا اسے" ـــــ عمران تیزی سے واپس دوڑا۔ دربان اور پرسنل سیکرٹری اسے ہوش میں لانے میں مصروف ہو گئے۔ اردگرد کے کمروں سے بھی لوگ نکل نکل کر آنے لگے تھے۔

"ارے ارے ہٹو ـــــ یہ تو میرا عزیز تھا ـــــ بیچارہ سپرنٹنڈنٹ"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور جلدی سے جھک کر اس نے سپرنٹنڈنٹ کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا، عمران دوڑ کر لفٹ میں سوار ہوا اور اس نے دوسری منزل کا بٹن دبا دیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

سپرنٹنڈنٹ صرف خوف کی وجہ سے بیہوش تھا۔ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس لئے عمران مطمئن تھا۔

چند لمحوں بعد وہ دوسری منزل پر پہنچا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سر سلطان کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہاں گیلری میں موجود چپڑاسی اس طرح حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے جیسے انہیں کوئی عجوبہ نظر آ گیا ہو۔ لیکن عمران کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ وہ کوئی عملی قدم نہ اٹھا سکے اور عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

بڑے سے کمرے میں اس وقت چار افراد موجود تھے۔ درمیان میں سر سلطان بیٹھے تھے۔ عمران کو اس حالت میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ سب بری طرح چونک پڑے۔

"یہ کیا" ـــــ سر سلطان نے بڑے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"خاموش رہیں" ـــــ عمران نے کہا اور کاندھے پر لدے ہوئے سپرنٹنڈنٹ کو بڑے اطمینان سے اس نے ان کے درمیان موجود بڑی سی میز پر لٹا دیا۔ اور پھر اس نے اس کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے دبا دیئے۔

سر سلطان سمیت باقی تین آدمی حیرت سے بت بنے بیٹھے تھے

ان کے چہروں پر اُبھر آنے والے تاثرات ایسے تھے جیسے کسی نے اچانک انہیں میجک سنٹر میں بھیج دیا ہو۔

چند لمحوں میں ہی سپرنٹنڈنٹ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور عمران پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ___ کون ہے یہ" ___؟ سرسلطان پہلی بار دھاڑے۔

"یہ بے چارہ آپ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ ہے ___ میں نے اس سے صرف اتنا پوچھا کہ سرسلطان کو جانتے ہو۔ اور یہ آپ کا نام سنتے ہی بیہوش ہو گیا ___ بڑا رعب داب ہے آپ کا" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسی لمحے سپرنٹنڈنٹ کراہتا ہوا ایک جھٹکے سے اٹھا اور پھر جیسے ہی اس کا شعور بیدار ہوا اور اس نے سچوئیشن سمجھی تو وہ اس بُری طرح بوکھلا کر اٹھا کہ دھڑام سے نیچے فرش پر گر گیا۔

"ارے ارے ___ اس قدر کمزوری ___ کمال ہے ___ کیا تنخواہ نہیں ملتی تمہیں" ___ عمران نے جلدی سے اُسے سنبھالتے ہوئے کہا اور سپرنٹنڈنٹ کی حالت ایسی ہو گئی جیسے وہ واقعی کسی طویل بیماری سے اٹھا ہو۔ سرسلطان اور دوسرے بڑے افسروں کو دیکھ کر اس کے ذہن پر نجانے ایک لمحے میں کتنی قیامتیں ٹوٹ پڑی تھیں۔

"مم ___ مم ___ میں نے نوٹ ___ رُوپے نہیں لئے جناب! ___ قسم لے لیں ___ میں غریب آدمی ہوں ___ میں مر جاؤں گا ___ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں صاحب! ___ میری بیوی بیمار ہے

خدا کے لئے مجھ پر رحم کریں" ___ سپرنٹنڈنٹ اس قدر بوکھلایا ہوا تھا کہ اس نے عمران کے سامنے ہی ہاتھ جوڑ کر رونا شروع کر دیا۔

"ارے تو پہلے کیوں نہیں بتایا ___ ارے تمہاری بیوی تو میری بہن ہے ___ کمال ہے بھئی وہ بیمار ہے ___ حیرت ہے ___ اچھا یہ لو یہ رکھ لو ___ میری بہن کا علاج کرانا" ___ عمران نے جلدی سے جیب سے بڑے نوٹوں کی گڈی نکال کر سپرنٹنڈنٹ کے ہاتھ پر رکھی اور پھر اُسے بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف لے جانے لگا۔ اب تو بیچارے سپرنٹنڈنٹ کی حالت دیکھنے کے قابل ہو چکی تھی۔

"ٹھہرو" ___ اچانک سرسلطان نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ نہ صرف تیزی سے مڑا بلکہ اس نے نوٹوں کی گڈی پھینک کر ایک بار پھر ہاتھ جوڑ دیئے۔

"ادھر آؤ" ___ سرسلطان نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"جج ___ جج ___ جناب! ___ میں مر جاؤں گا ___ قسم لے لیں میں نے ___" سپرنٹنڈنٹ اب باقاعدہ ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا

"تم اس شیطان کے مذاق کا نشانہ بنے ہو ___ میں تمہاری حالت سمجھ رہا ہوں ___ پہلے تم یہ نوٹ اٹھاؤ" ___ سرسلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جج ___ جج ___ جی ___ میں ___" سپرنٹنڈنٹ کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں نوٹ اٹھاؤ" ___ سرسلطان نے سخت لہجے میں کہا اور سپرنٹنڈنٹ نے جلدی سے نوٹوں کی گڈی اٹھائی اور سرسلطان کی

طرف کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بڑھائی۔

"اسے جیب میں ڈالو"۔۔۔ سر سلطان نے کہا اور سپرنٹنڈنٹ نے جلدی سے گڈی جیب میں ڈال لی۔

"تمہارا نام کیا ہے۔۔۔ کس برانچ میں ہو"۔۔۔ سر سلطان نے نرم لہجے میں کہا۔

"ج۔۔۔ ج۔۔۔ جی میرا نام ذوالفقار ہے۔۔۔ میں ٹرانسفر برانچ میں سپرنٹنڈنٹ ہوں جناب!۔۔۔ مم۔۔۔ مگر جناب!۔۔۔ میرا کوئی قصور نہیں"۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ مسلسل کانپ رہا تھا۔

"تمہارا واقعی کوئی قصور نہیں ہوگا۔۔۔ یہ سارا قصور اس شیطان کا ہے۔۔۔ بہرحال تم یہ نوٹ رکھو۔ اپنی بیوی کا علاج کراؤ۔۔۔ اور میں ابھی تمہاری ترقی کے آرڈر کر دیتا ہوں۔۔۔ میں تمہیں اسی سیکشن میں چیف سپرنٹنڈنٹ تعینات کر رہا ہوں۔۔۔ جاؤ"۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"ج۔۔۔ ج۔۔۔ جی۔۔۔" سپرنٹنڈنٹ کی آنکھیں ایک بار پھر پھیلنے لگیں۔

"ارے ارے!۔۔۔ اب بیہوش نہ ہو جانا۔۔۔ اب میرے پاس دوسری گڈی نہیں ہے"۔۔۔ عمران جو اس دوران ایک خالی کرسی پر بیٹھ چکا تھا یکلخت بول پڑا۔

"جاؤ اب اپنا کام کرو۔۔۔ جاؤ۔۔۔ ابھی آرڈرز پہنچ جائیں گے"۔ سر سلطان نے نرم لہجے میں کہا اور سپرنٹنڈنٹ اس طرح مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا جیسے کسی ماہر ہپناٹائز کا معمول ہو۔

"ہاں!۔۔۔ اب تم بتاؤ کہ یہ کیا حرکت تھی"۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ کے باہر جاتے ہی سر سلطان، عمران کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ارے پہلے اس غریب کی ترقی کے آرڈرز تو کر دیجئے۔۔۔ ورنہ وہ تو مجھے واپس ہی نہ جانے دیگا"۔۔۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

اور سر سلطان نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھایا اور پھر پی۔ اے کو سپرنٹنڈنٹ ذوالفقار کی ترقی کے آرڈرز ٹائپ کرا کر دستخطوں کے لئے بھیجنے کا کہہ کر انہوں نے رسیور رکھ دیا۔

"آج پتہ چلا کہ ترقی کیسے ملتی ہے۔۔۔ اب میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھی کہوں گا کہ وہ بھی اس طرح بیہوش ہو جایا کرے۔ تب ہی ترقی مل سکتی ہے۔۔۔ ویسے سر سلطان!۔۔۔ آپ کتنی بار بیہوش ہو کر اس سیٹ پر پہنچے ہیں"۔۔۔ عمران نے کہا اور سر سلطان قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"تم جہاں سے گذرتے ہو۔۔۔ کوئی نہ کوئی حرکت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔۔۔ اچھا ان سے ملو۔۔۔ یہ سر دلاور ہیں۔ پاکیشیا میں ایک خفیہ سائنسی لیبارٹری کے انچارج ہیں"۔۔۔ سر سلطان نے سنجیدہ ہو کر ایک فلسفی نما بوڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"دلاور اور خفیہ۔۔۔ یہ تو دو متضاد الفاظ ہیں۔۔۔ کیوں جناب!" عمران نے منہ بناتے ہوئے سر دلاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر سلطان!۔۔۔ یہ کیسی لغویات ہیں۔۔۔ کیا آپ نے ہمیں اسی لئے یہاں بلوایا تھا"۔۔۔ سر دلاور نے بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سرسلطان لغویات! ـــــ واہ! اسے کہتے ہیں تخلص" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر دلاور! ـــ میں نے پہلے آپ کو بتایا ہے کہ اس قسم کی حرکتیں اور باتیں کرنا اس کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے ـــ اس لئے آپ پلیز تحمل سے کام لیں ـــــ اور سنو عمران! ـــ بہت ہو چکی۔ اب مزید بکواس کی تو میں اپنے ہاتھوں سے گولی مار دوں گا ـــــ یہ میجر جنرل انصاری ہیں ـــ ملٹری سیکرٹ سروس کے ڈی سیکشن کے انچارج ـــ اور یہ ہیں جناب صمدانی صاحب ـــ اور یہ سائنسدان ہیں سر دلاور کی لیبارٹری میں ـــــ اور یہ علی عمران ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کا خاص نمائندہ ـــــ" سرسلطان نے جلدی جلدی تعارف کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے گا سرسلطان! ـــ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر ہے ـــ اگر یہ ایکسٹو کے نمائندے ہیں تو ہمیں صدر مملکت سے دوبارہ بات کرنا پڑے گی" ـــ میجر جنرل انصاری نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"آپ حضرات اس شیطان کو نہیں جانتے ـــ آپ پاکیشیا کے صدر سے بات کریں یا ایکریمیا کے صدر سے ـــ بہرحال بات پھر اسی پر آکر رک جائے گی" ـــ سرسلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب میجر جنرل انصاری صاحب! ـــ آپ کب ڈی سیکشن کے انچارج مقرر ہوتے ہیں ـــ میرے خیال میں تو ڈی سیکشن کے انچارج جنرل شبیر تھے" ـــ عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ان کا تقرر حال ہی میں ہوا ہے ـــــ جنرل شبیر بیمار ہیں اس لئے انہوں نے ریٹائرمنٹ لے لی ہے" ـــ سرسلطان نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایکسٹو کو تو اس کی اطلاع نہیں دی گئی" ـــــ عمران کا لہجہ یکلخت خشک ہو گیا۔ اور سب اس طرح چونک کر عمران کو دیکھنے لگے جیسے ان کے سامنے کوئی نیا آدمی نمودار ہو گیا ہو۔

"اس میں میرا قصور سمجھ لیں ـــــ مجھے ایک اہم دورے پر باہر جانا پڑ گیا تھا اس لئے ضروری ڈاک رک گئی تھی ـــــ آئی ایم سوری" ـــ سرسلطان نے جواب دیا۔

"لیکن سرسلطان! ـــــ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ یہ فرض شناسی کے خلاف ہے ـــ آپ جانتے ہیں کہ ایکسٹو ایسے معاملات میں بے حد سخت ہیں" ـــــ عمران کا لہجہ بے حد سخت ہو گیا۔

"میں نے معافی مانگ لی ہے ـــــ اس لئے پلیز ایکسٹو سے میری سفارش کر دیجئے گا ـــــ آئندہ ایسی کوتاہی نہ ہو گی" ـــــ سرسلطان نے منت بھرے لہجے میں کہا اور باقی تینوں کے چہروں پر سرسلطان جیسے آدمی کو منت کرتے دیکھ کر زلزلے کے آثار سے نمودار ہو گئے۔

"اوکے! ـــــ آئندہ محتاط رہیں ـــــ اور ہاں! مسئلہ کیا ہے"۔ عمران نے اب پوری طرح سنجیدہ موڈ میں کہا۔

"سر دلاور لیبارٹری میں ایک اہم پراجیکٹ میں مصروف ہیں۔ صمدانی صاحب اس پراجیکٹ میں ان کی مدد کر رہے ہیں ـــــ یہ پراجیکٹ دفاعی نوعیت کا انتہائی اہم ترین ہتھیار ہے اس پراجیکٹ

میں ایک رکاوٹ پڑ گئی ہے۔ اس کے لئے ایک ایسے فارمولے کی ضرورت پڑ گئی ہے جو صرف ایکریمیا کے پاس ہے اور اس فارمولے کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک پورا سیکشن ترتیب دیا ہوا ہے ــــ پاکیشیا نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کئی ڈبی ایجنٹ اس کوشش میں ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ــــ ہمیں وہ فارمولا ہر قیمت پر چاہیئے"۔ سر سلطان نے کہا۔

"فارمولا چاہیئے ــــ کچھ تفصیل کا بھی تو پتہ چلے" ــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ سائنسی مسئلہ ہے سر! ــــ ویسے اتنا بتا دوں کہ یہ فارمولا سُپر سانک خلائی جیٹ جہازوں کے انجن کے فیول ایڈجسٹمنٹ کا فارمولا ہے ــــ اور اس فارمولے کی مدد سے ہی ایکریمیا، روسیاہ پر بھی سبقت لے چکا ہے ــــ اس لئے اس فارمولے کو جسے سائنسی زبان میں ریڈ ٹاک کہتے ہیں ــــ ایکریمیا نے سُپر ٹاپ سیکرٹ رکھا ہوا ہے ــــ ان کی ایک خفیہ لیبارٹری ہے جس کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ ان کی ریاست ڈاف میں موجود صحرا لئے تابیتی میں کہیں زیر زمین خفیہ طور پر رکھا ہوا ہے۔ یہ صحرا انتہائی دشوار گذار ہے ــــ یہاں اس قدر گردباد اور طوفان چلتے رہتے ہیں کہ کوئی جہاز بھی اس کی فضا سے نہیں گذر سکتا ــــ اس صحرا کے گرد ایکریمیا نے اپنے خفیہ ایجنٹوں کا ایک جال سا پھیلا رکھا ہے۔ لیبارٹری کے اندر بھی ایسے انتظامات ہیں کہ اندر سے پورے صحرا کی مکمل اور مستقل نگرانی کی جاتی ہے ــــ اس لیبارٹری میں

رہنے والے کسی صورت زندہ باہر نہیں آ سکتے ــــ اس لیبارٹری میں اس فارمولے کے مطابق وہ اپنی ضرورت کے پُرزے تیار کرتے ہیں اور وہاں بھی اصل فارمولے تک صرف چند سائنسدانوں کی ہی رسائی ہے ــــ اس فارمولے کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ اسے ایک چھوٹی سی مائیکرو فلم میں محفوظ کیا گیا ہے ــــ اب وہ فلم کہاں ہے ــــ اُسے کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہمیں نہیں معلوم ــــ ہمارا ہتھیار اس فارمولے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا" ــــ سائنس دان صمدانی نے کہا۔

"نہیں بن سکتا تو نہ بنایئے ــــ کوئی اور ہتھیار بنا لیجیے۔ مثال کے طور پر ریوالور کا کوئی نیا ڈیزائن۔ جس میں ایک گولی آگے اور ایک پیچھے ــــ واہ! کیا آئیڈیا ہے" ــــ عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی سے اترنے لگا۔

"عمران پلیز! ــــ جس ہتھیار کی بات ہو رہی ہے اس پر پاکیشیا نے اپنے پورے وسائل خرچ کر دیئے ہیں ــــ اگر یہ ہتھیار تیار ہو جائے تو کم از کم پاکیشیا دفاعی لحاظ سے مکمل طور پر محفوظ ہو جائے گا ــــ اس ہتھیار کا فارمولا صمدانی صاحب کی ایجاد ہے لیکن اس ہتھیار میں ایک خامی عملی طور پر سامنے آئی ہے اور وہ خامی صرف اسی صورت میں دُور ہو سکتی ہے اگر اس فارمولے پر بنا ہوا پُرزہ اس میں ایڈجسٹ کیا جائے ورنہ یہ بے کار ہے۔ اور اب یہ پاکیشیا کے لئے موت اور زندگی کا مسئلہ بن چکا ہے۔ چونکہ اس ہتھیار کا تعلق ملٹری سے ہے اس لئے ڈی سیکشن نے اس

فارمولے کے حصول کے لئے کئی ٹاپ ڈی ایجنٹ بھیجے ۔ لیکن وہ سب مارے گئے ——— چنانچہ صدر مملکت نے سفارش کی ہے کہ ایکسٹو اس فارمولے کے حصول پر کام کرے" ——— سر سلطان نے کہا۔

" اگر آپ کو اس فارمولے کے متعلق اس قدر معلومات ہیں تو پھر باقی ملکوں کو بھی اس کا علم ہوگا ——— کیا انہوں نے اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی" ——— عمران نے کہا۔

" ہمیں جو رپورٹیں ملی ہیں اس کے مطابق روسیاہ ۔ ولیسٹرن کارمن شوگران اور سرائنس نے بھی اس کے حصول کے لئے بیشمار کوششیں کی ہیں ——— لیکن آج تک کوئی بھی کامیاب نہیں ہوسکا۔ ایکریمیا نے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کیا ہے کہ بڑے سے بڑا ایجنٹ بھی ناکام ہوگیا ہے ——— میں نے تو صدر مملکت سے کہا تھا کہ ایکسٹو کو آزمائش میں نہ ڈالیں۔ اس فارمولے کا حصول ناممکن ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ ایکسٹو کے لئے یہ ناممکن نہیں ہے" ——— میجر جنرل انصاری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" آپ نے کتنے ایجنٹ بھیجے ہیں اپنے انچارج بننے کے بعد" ؟ عمران نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

" میں نے دو ایجنٹ بھیجے تھے کرنل بختیار اور میجر اسلم ——— یہ دونوں ہمارے سیکشن کے سپر ایجنٹ تھے ——— لیکن دونوں ہی مارے گئے" ——— جنرل انصاری نے جواب دیا۔

" کیسے مارے گئے" ——— ؟ عمران نے پوچھا۔

" کرنل بختیار تو جیسے ہی ایکریمیا کے ایئرپورٹ پر اترے۔ انہیں وہیں گولی مار دی گئی ——— جب کہ میجر اسلم وہاں پہنچ کر دوسرے روز ہوٹل کے کمرے میں مردہ پائے گئے۔ ان کی گردن کاٹ دی گئی تھی" ——— میجر جنرل انصاری نے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ آپ کے سیکشن سے باقاعدہ ان کے بارے میں اطلاعات ایکریمیا کو بھیجی گئی تھیں" ——— عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

" میرے سیکشن سے اطلاعات ——— نہیں ایسا ہونا ناممکن ہے" ——— جنرل انصاری نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

" اور اب بھی آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہاں جو فیصلہ ہو ——— وہ آپ نے آگے پہنچانا ہے ——— کیونکہ ایکریمیا والے جانتے ہیں کہ ایکسٹو نے اگر یہ مشن ہاتھ میں لے لیا تو ان کے لئے مشکل ہو جائے گی" ——— عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

" میں نے بتانا ہے ——— کیا مطلب ! ——— کیا آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں" ——— جنرل انصاری نے یکلخت بگڑتے ہوئے لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

" اطمینان سے بیٹھ جائیں انصاری صاحب ! ——— میں جانتا ہوں کہ آپ صدر مملکت کے قریبی عزیز ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو برداشت کر لیا جائے ——— اپنے کوٹ کی جیب سے وہ مائیکرو ٹیپ نکال کر سر سلطان کو دے دیں جس میں آپ اس میٹنگ کی کارروائی ٹیپ کر رہے ہیں" ——— عمران نے

یکلخت جیب سے ایک چپٹا سا ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ ــــ یہ مجھ پر الزام ہے ــــ میں احتجاج کرتا ہوں" ــــ جنرل انصاری نے کہا۔ لیکن اس کے لہجے میں اب بوکھلاہٹ نمایاں ہو گئی تھی۔

"مائیکرو ٹیپ باہر نکالیں ــــ جلدی" ــــ عمران نے یکلخت اچھل کر جنرل انصاری کا گریبان پکڑ کر ریوالور ان کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔

جنرل انصاری نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو چھڑا کر دروازے کی طرف لپکنا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ چیختے ہوئے فرش پر جا گرے۔ عمران نے یکلخت ان کے پیٹ میں زوردار گھٹنا مار کر انہیں فرش پر اچھال دیا تھا۔

"اب حرکت نہ کرنا ــــ سمجھے ــــ میں جانتا ہوں کہ تم ایکریمیا کے ہی ایجنٹ ہو" ــــ عمران نے آگے بڑھ کر جنرل انصاری کے سینے پر پیر رکھتے ہوئے کہا۔

لیکن اسی لمحے جنرل انصاری کے جبڑے یکلخت حرکت میں آئے۔

"تت ــــ تت ــــ تم کبھی ریڈ ٹاک نہیں حاصل کر سکتے ــــ کبھی نہیں" ــــ جنرل انصاری نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ان کی گردن ڈھلک گئی۔ منہ سے نیلے رنگ کے جھاگ کے بلبلے سے نکلنے لگے۔

"میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم خودکشی کر لو ــــ مجھے تم جیسے غلیظ خون میں ہاتھ نہ رنگنے پڑیں" ــــ عمران نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے جھک کر ان کے کوٹ کا کالر اٹھایا اور اس میں لگا ہوا ایک عام سا سیپ کا بٹن توڑ کر اس نے اسے زمین پر رکھا اور اوپر سے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ مار دیا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی بٹن کے ٹکڑے فرش پر بکھر گئے۔ لیکن اب سیپ کے ان ٹکڑوں کے درمیان باریک ترین ٹوٹے ہوئے پرزے بھی پڑے صاف نظر آ رہے تھے۔

سر سلطان سمیت باقی افراد یوں بیٹھے ہوئے تھے جیسے کسی نے انہیں جادو کی چھڑی لگا کر مجسموں میں تبدیل کر دیا ہو۔

"ہاں اب بتائیں صمدانی صاحب! ــــ آپ کو یہ سب تفصیلات کا کیسے علم ہوا کہ وہاں اس فارمولے کی حفاظت کا یہ انتظام کیا گیا ہے" ــــ عمران نے کرسی پر بیٹھ کر یوں صمدانی سے مخاطب ہو کر کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

"مم ــــ مم ــــ مجھے سرولاور نے بتایا تھا" ــــ صمدانی نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہوں! ــــ تو سرولاور! آپ کو کہاں سے یہ معلومات ملیں" ــــ عمران سرولاور کی طرف مڑ گیا۔

"یہ جنرل ــــ جنرل کیا غدار تھا ــــ" سرولاور نے جیسے اپنے آپ سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں جو پوچھ رہا ہوں ــــ وہ بتائیں ــــ وقت ضائع نہ کریں" ــــ عمران کا لہجہ کرخت ہو گیا۔

"اوہ! ــــ یس سر! ــــ دراصل اس فارمولے کا ذکر آج سے

چار سال قبل ایک سائنس کانفرنس میں آگیا تھا ـــــ اور وہ بھی اتفاق
سے ایک ایکریمین سائنسدان سر ولنگٹن ایسے ہی کہہ بیٹھے تھے ۔
اس وقت یہ ہتھیار ہمارے سامنے نہ تھا ویسے مجھے اس سے دلچسپی
ہو گئی ـــــ چنانچہ میں نے سر ولنگٹن سے اکیلے میں بات کی ـــــ
سر ولنگٹن میرے استاد رہے ہیں ـــــ انہوں نے مجھے اس کی
تفصیلات بتائیں ـــــ اور ساتھ ہی اس کے حفاظتی انتظامات
کے متعلق بھی سرسری سا بتایا ـــــ اس دوران انہیں کہیں سے
فون آگیا اور وہ اٹھ کر چلے گئے ۔ لیکن وہ اتفاق سے سیڑھیوں سے
گر گئے ان کی نظر خاصی کمزور تھی اور وہ کافی بوڑھے تھے ـــــ لیکن
وہ فطری طور پر لفٹ سے الرجک تھے اس لئے سیڑھیوں سے
نیچے اترتے اور چڑھتے تھے ـــــ سیڑھیوں سے گرنے کی وجہ
سے ان کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ وفات پا گئے ۔ اس طرح مزید
اس کے متعلق بات چیت نہ ہو سکی ـــــ پھر جب اس ہتھیار
کی تیاری کے دوران یہ رکاوٹ پیدا ہوئی تو مجھے سر ولنگٹن کی بات
یاد آئی ـــــ میں نے صمدانی صاحب سے اس پر ڈسکس کیا
تو انہوں نے بھی تسلیم کیا کہ اس کی موجودگی کے بغیر ہتھیار بے کار
ہے ـــــ چنانچہ میں نے اس کے حصول کے لئے صدر مملکت
سے بات کی تو انہوں نے مجھے ڈی سیکشن کے جنرل شبیر صاحب
سے بات کرنے کے لئے کہا ـــــ لیکن جنرل شبیر صاحب ان
دنوں شدید بیمار تھے اس لئے بات نہ ہو سکی ـــــ پھر جنرل شبیر
ریٹائر ہو گئے اور چارج جنرل انصاری نے لیا تو میں نے ان سے بات

کی ۔ انہوں نے پہلے تو مجھے اس فارمولے کے حصول سے باز رکھنے
کی کوشش کی ـــــ لیکن میں جانتا تھا کہ اس کا حصول پاکیشیا کے
لئے کتنا ضروری ہے ۔ چنانچہ میرے اصرار پر انہوں نے پہلے ایک
ایجنٹ بھیجا اور یقین دلایا کہ فارمولا مل جائے گا ـــــ لیکن پھر
اطلاع ملی کہ وہ ایجنٹ مارا گیا ہے اور انہوں نے اس آئیڈیے کو
ڈراپ کر دیا ـــــ میں نے پھر صدر مملکت سے بات کی تو ان
کے کہنے پر انہوں نے دوسرا ایجنٹ بھیجا ـــــ لیکن وہ بھی مارا گیا
اس پر میں نے واقعی یہ آئیڈیا ڈراپ کر دیا ۔ لیکن جب رپورٹ صدر
مملکت کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اب اس فارمولے کا حصول
پاکیشیا کے لئے موت زندگی کا مسئلہ بن گیا ہے ـــــ چنانچہ
انہوں نے مجھے صمدانی صاحب کے ساتھ سر سلطان سے ملنے کے
لئے کہا ـــــ سر سلطان کو جب میں نے تفصیل بتائی تو انہوں نے
جنرل انصاری کو بھی بلا لیا اور کہا کہ انسٹیٹیوٹ کے نمائندے کو تفصیلات
بتانے کے لئے ان کی موجودگی بھی ضروری ہے ـــــ چنانچہ یہ
بھی یہاں آگئے اور اس کے بعد آپ آئے " ـــــ سر داور
نے بڑی تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ۔ لیکن ان کا لہجہ بے حد
مودبانہ تھا جیسے وہ عمران کی بجائے صدر مملکت سے بات کر رہا ہو
" جنرل انصاری سے آپ نے خود ملاقات کی تھی " ـــــ عمران
نے پوچھا ۔
" نہیں ـــــ ان سے میری فون پر بات چیت ہوتی رہی تھی ـــــ
انہوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ لیبارٹری میں آکر بات چیت کرتے

ہیں۔ لیکن صدر مملکت کے انتہائی سخت آرڈرز ہیں کہ کوئی غیر متعلق آدمی چاہے وہ خود صدر مملکت ہی کیوں نہ ہوں، لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتے ۔۔۔۔ البتہ آج سر سلطان کے بلانے پر ہمیں یہاں آنا پڑا ۔۔۔ کیونکہ آپ وہاں نہ جا سکتے تھے اور سر سلطان کے مطابق آپ سے بالمشافہ گفتگو بہتر رہتی تھی ۔۔۔۔ جنرل انصاری سے پہلی بار یہیں ملاقات ہوئی ہے" ۔۔۔۔ سر دلاور نے جواب دیا۔

"ہوں ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں میں ایکسٹو سے بات کروں گا ۔۔۔ اگر وہ راضی ہو گئے تو یہ فارمولا ضرور حاصل ہو جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں مجبوری ہے" ۔۔۔۔ عمران نے خشک لہجے میں کہا اور سر دلاور اور صمدانی نے سر سلطان کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ کو تکلیف ہوتی ۔۔۔ شکریہ" ۔۔۔ سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور سر دلاور اور صمدانی بھی اٹھ کھڑے ہوتے۔ انہوں نے سر سلطان سے مصافحہ کیا اور دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگے تھے۔

"ایک منٹ پلیز ۔۔۔ سر سلطان ۔۔۔ مجھے ابھی خیال آیا ہے کہ جنرل انصاری نے لازماً اس میٹنگ میں سر دلاور اور صمدانی کی موجودگی کی اطلاع دی ہو گی ۔۔۔۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کے تعاقب کا ایکریمین ایجنٹوں نے بندوبست کر رکھا ہو تاکہ وہ خفیہ لیبارٹری تلاش کی جا سکے ۔۔۔ اس لئے آپ ایسا کریں کہ انہیں نمبر ٹو راستے سے جا کر چھوڑ آئیں ۔۔۔ میں اس دوران یہیں آپ کا انتظار کرونگا کیونکہ انہوں نے لازماً مجھے بھی مارک کیا ہو گا" ۔۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے" ۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا اور پھر انہوں نے ان دونوں کو عقبی کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں اس طرح عمران کو دیکھتے ہوئے سر سلطان کے پیچھے چل پڑے، جیسے عمران انسان کی بجائے کوئی مافوق الفطرت قسم کی چیز ہو۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ عمران سے ذہنی طور پر سخت مرعوب ہو چکے ہیں۔

سر سلطان کے جانے کے بعد عمران اٹھا اور اس نے فرش پر پڑی ہوئی لاش کی مکمل اور بھرپور تلاشی لینا شروع کر دی اور جلد ہی وہ جنرل انصاری کی پتلون کی ایک خفیہ جیب سے ایک پتلی سی ڈائری برآمد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے یہ ڈائری کھولی اور پھر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

ڈائری میں مختلف نمبرز لکھے ہوئے تھے۔ عمران ان نمبروں پر غور کرتا رہا۔ اور پھر اچانک اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈائری بند کی اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔

اسی لمحے عقبی دروازہ کھلا اور سر سلطان اندر داخل ہوئے۔

"ارے اتنی جلدی آپ واپس آ گئے ۔۔۔ کیا یہ لیبارٹری اسی بلڈنگ کے ساتھ ہے" ۔۔۔۔ عمران نے سر سلطان کو دیکھتے ہی بری طرح چونک کر کہا۔

"لیبارٹری یہاں کیسے ہو سکتی ہے ۔۔۔۔ میں نے ان کی کار پارکنگ سے منگوائی تھی اور وہ خفیہ راستے سے نکل کر اس پر چڑھ کر چلے گئے ہیں" ۔۔۔۔ سر سلطان نے اُلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا جیسے انہیں عمران کی بات کی سمجھ نہ آئی ہو اور عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کیا ہوا ۔۔۔؟ کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے ۔۔۔ کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا" ۔۔۔ سر سلطان نے بری طرح پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے یا تو اب مجھے ریٹائر ہو جانا چاہیے ۔۔۔ یا آپ کو۔ کیا ایکریمین ایجنٹوں کو ان کی کار کا علم نہیں ہوگا ۔۔۔ کیا وہ کار کو اچانک خالی جاتے ہوئے دیکھ کر چونک نہ پڑے ہوں گے ۔۔۔؟ اب یقیناً ان دونوں کی کار کا تعاقب ہو رہا ہوگا ۔۔۔ اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کار میں ہی کوئی ایسا آلہ فٹ کر دیا ہو کہ انہیں تعاقب کی بھی ضرورت نہ پڑی ہو" ۔۔۔ عمران نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"اوہ ! ۔۔۔ واقعی مجھ سے بڑی حماقت ہو گئی ۔۔۔ اب کیا کیا جائے" ۔۔۔ سر سلطان نے انتہائی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ ان کا چہرہ یکلخت بجھ سا گیا تھا۔

"اب کیا ہو سکتا ہے ۔۔۔ کیا آپ کو لیبارٹری کا علم ہے" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ مجھے تو علم نہیں ہے ۔۔۔ البتہ معلوم کیا جا سکتا

ہے" ۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"اچھا چھوڑیں ۔۔۔ اب یہ پروگرام کنفرم ہو گیا" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیسا پروگرام" ۔۔۔؟ سر سلطان نے چونک کر پوچھا۔

"پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ مجھے بلانے سے پہلے یہ میلہ کیوں اکٹھا کر لیتے ہیں ۔۔۔ کیا آپ ان سے فون پر بات کر کے مجھ سے بات نہ کر سکتے تھے" ۔۔۔؟ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دراصل تم سنجیدہ تو ہوتے ہی نہیں اس لئے میں نے سوچا کہ ان سب لوگوں کی موجودگی میں کچھ تو سنجیدہ ہو گے ۔۔۔ اور پھر دوسری بات یہ کہ نجانے تم کون کون سے سوال کرو ۔۔۔ لیکن یہ جنرل انصاری کے متعلق تمہیں کیسے پتہ چلا" ۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"یہ جنرل انصاری احمق آدمی تھے ۔۔۔ مائیکرو ٹیپ کا ایریل کالر ہول میں لگائے اکڑے بیٹھے تھے" ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کالر ہول میں ایریل ۔۔۔ لیکن وہاں تو مصنوعی سرخ گلاب تھا" سر سلطان نے چونک کر کہا۔

"یہ سرخ گلاب تو عام سا ہے ۔۔۔ لیکن پھول کے اندر جو زیرہ ہے وہ عام گلابوں جیسا نہیں ہے اس کے پوائنٹس نیلگوں رنگ کی روشنی دے رہے تھے ۔۔۔ یہ مائیکرو ٹیپ کے ایریل کی مخصوص نشانی ہے۔ اگر یہ کوٹ کے اندر ہوتا تو میں کبھی بھی مائیکرو ٹیپ سے

آگاہ نہ ہو سکتا ــــ بس اتفاق ہی سمجھیے کہ جنرل انصاری اسے کالر ہول میں لگا کر آ گئے اور مجھے اس کی موجودگی کا پتہ چل گیا۔ ویسے بھی جس انداز میں دونوں ڈی ایجنٹ مارے گئے ہیں اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں سے ان کے جانے کی مکمل تفصیلات بھیجی جاتی رہی ہیں ــــ لیکن شائد میرا شک اس حد تک نہ جاتا" ــــ عمران نے کہا اور سر سلطان بے اختیار سر ہلانے لگے۔

"واقعی ! ــ یہ تمہارا ہی کام ہے ــ اب کیا کرو گے" ــ ؟ سر سلطان نے پوچھا۔

"اب کیا کرنا ہے ــ اب سر داور کی لیبارٹری سے وہ ہتھیار ہی اڑانا ہو گا ــ تاکہ نہ رہے وہ ہتھیار۔ اور نہ اس کے لئے ریڈ ٹاک حاصل کرنا پڑے" ــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ! ــ میں سمجھا نہیں ــ یہ تم کیا کہہ رہے ہو" ــ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ان کی آنکھیں تعجب سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

"مطلب میں سمجھاتا ہوں ــ اب آپ واقعی ریٹائر ہو جائیں اور کسی ویرانے میں بیٹھ کر تسبیح پڑھا کریں" ــ عمران نے خوشگوار سے لہجے میں کہا۔

"دیکھو عمران ! ــ میں مانتا ہوں کہ میرا ذہن تمہاری طرح نہیں سوچ سکتا ــ لیکن اگر تم نے اسی طرح مسلسل طنز جاری رکھا تو میں واقعی ریٹائر ہو جاؤں گا ــ اور صدر مملکت سے کہہ کر سر رحمان کو یہ سیٹ دلا دوں گا" ــ سر سلطان نے کہا۔

"ارے ارے ــ پھر تو بیچارے ایکسٹو کو بوریا بستر اٹھا کر قبرستان میں بیٹھ کر قوالی کرنی پڑے گی ــ پلیز ! ــ آپ ابھی مزید سو سال ریٹائر نہ ہوں" ــ اس بار عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

"اچھا تم مجھے مطلب سمجھا رہے تھے" ــ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ! ــ اب تو واقعی سمجھانا پڑے گا ــ مجبوری ہے ــ جنرل انصاری کی وجہ سے ایکریمیا والے یہ تو جان گئے ہیں کہ ہم کوئی ہتھیار بنا رہے ہیں جو انتہائی اہم دفاعی نوعیت کا ہے اور جس میں ریڈ ٹاک جیسا پرزہ استعمال ہوتا ہے ــ اس ریڈ ٹاک کے استعمال کی وجہ سے وہ اس ہتھیار کی اصل نوعیت سمجھ گئے ہوں گے ــ چنانچہ وہ اب لیبارٹری کی تاک میں ہوں گے جس کا موقع انہیں آج مل گیا ہے ــ اب لازماً انہوں نے پورا زور اس لیبارٹری پر لگا دینا ہے اور کسی نہ کسی روز وہ یہ ہتھیار اڑا لے جانے میں بہرحال کامیاب ہو جائیں گے ــ اگر آپ سر داور یا صمدانی کو یہاں نہ بلاتے ــ یا اگر بلاتے تو پھر جنرل انصاری کو نہ بلاتے ــ تو پھر لیبارٹری محفوظ رہتی اور میں ریڈ ٹاک کے حصول کے لئے کام کرتا ــ لیکن اب ریڈ ٹاک سے پہلے ہمارے لئے اس ہتھیار کو بچانا ضروری ہے ــ لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہم لامحدود عرصہ کے لئے تو لیبارٹری کی حفاظت نہیں کر سکتے ــ اس لئے اب ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ ہم خود

یہ ہتھیار اڑا لیں. ایکریمین ایجنٹوں سے پہلے" ـــــ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن اس سے کیا ہوگا ـــــ کیا انہیں پتہ نہیں چل جائے گا کہ ہتھیار تم نے اڑا لیے ہیں" ـــــ سر سلطان نے اور زیادہ الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ ابھی تک مطلب نہیں سمجھے ـــــ میں تو سوچ رہا تھا کہ کسی تعلیم بالغاں کے سنٹر میں استاد لگ جاؤں ـــــ لیکن آج تجربہ ہوا کہ بوڑھے طوطوں کو پڑھانا کم از کم میرے لئے ناممکن ہے اس کا مطلب ہے کہ آمدنی کا یہ سکوپ بھی گیا" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم پھر پٹڑی سے اتر رہے ہو ـــــ ٹھیک ہے ـــــ میں صدر مملکت سے ریٹائرمنٹ کی بات کرتا ہوں" ـــــ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"بے شک ریٹائر ہو جائیے ـــــ باقی ساری عمر پنشن کے کاغذات بنوانے میں گذر جائے گی" ـــــ عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ سر رحمان جانے اور تم ـــــ بھگتتے رہنا" ـــــ سر سلطان نے کہا۔

"ارے ارے ـــــ پلیز ـــــ یہ غضب نہ کیجئے گا ـــــ ورنہ مجھے تو پنشن بھی کسی نے نہیں دینی ـــــ اچھا بتاتا ہوں. ویسے آپ کے ہاتھ میں یہ دھمکی اچھی آئی ہے ـــــ چلو خیر. مجبوری ہے

میں سوچ رہا ہوں کہ سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کو روسیاہی ایجنٹ بنا دوں ـــــ مثلاً صفدر. کیپٹن شکیل. تنویر ـــــ نہیں. صفدر ٹھیک رہے گا ـــــ ہاں ٹھیک ہے ـــــ سپر ایجنٹ صفدر ہی ٹھیک رہے گا وہ یہ مشن صحیح انداز میں کرنے کی قابلیت بھی رکھتا ہے ـــــ وہ روسیاہ سے یہاں آئے گا اور لیبارٹری سے ہتھیار اڑا کر لے جائے گا ـــــ ہتھیار تو بہرحال واپس لیبارٹری میں پہنچ جائے گا. لیکن ایکریمین ایجنٹ جان چھوڑ جائیں گے۔ اس کے بعد ہم اطمینان سے ریڈ ٹاک کے پیچھے لگ جائیں گے" ـــــ عمران نے کہا۔

"تو تم ڈرامہ کرو گے ـــــ تجویز تو واقعی انتہائی اچھی ہے" ـــــ سر سلطان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ڈرامہ نہیں چلے گا جناب ـــــ یہ سب کچھ بالکل اصلی ہوگا. نقلی اصلی ـــــ ورنہ یہ ایکریمین ایجنٹ ڈرامے کی بو سونگھ لیں گے اور پھر سارا کھیل بالکل اسی طرح خراب ہو جائے گا جس طرح آپ نے خفیہ دروازے پر کار منگوا کر کھیل خراب کر دیا ہے" ـــــ عمران نے کہا اور سر سلطان آنکھیں پھاڑے رہ گئے۔

"اوہ ـــــ واقعی تمہارا ذہن لاجواب ہے ـــــ اس قدر گہرائی میں سوچنا کم از کم میرے بس میں نہیں ہے. لیکن یہ سب کچھ اصلی کیسے ہوگا ـــــ صفدر کو تو معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ اصلی نہیں ہو رہا" ـــــ سر سلطان نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے ـــــ صفدر تو لازماً حقیقت سے

آگاہ ہو گا ——— اس لئے ہم چاہے جتنی بھی کوشش کریں۔ یہ
بہرحال ڈرامہ ہی رہے گا ——— لیکن اس کی بھی ایک صورت
ہے ——— صفدر کا ذہن تبدیل کرنا پڑے گا" ——— عمران نے
سوچنے کے سے انداز میں کہا۔

"صفدر کا ذہن تبدیل کرنا پڑے گا ——— کیا اب تمہارا ذہن
بھی فیل ہو رہا ہے" ——— سر سلطان کے لہجے میں حیرت کے
ساتھ ساتھ پریشانی کا عنصر بھی نمایاں تھا۔

"صفدر کو مسلسل ریکس نائیڈ کے پندرہ انجکشن لگانے پڑیں گے
اس کے بعد ہپناٹزم کے ذریعے اس کے ذہن کو بدلنا ہو گا۔ اور پھر
مزید پندرہ انجکشن اسے ریکس نائن کے لگیں گے ——— اور وہ
پہلے والی پوزیشن میں آجائے گا۔ لیکن اس کا ذہن بدل چکا
ہو گا ——— وہ اپنے آپ کو واقعی روسیاہی ایجنٹ ہی سمجھے
گا اور اسی انداز میں کام کرے گا ——— اس کے ذہن سے ٹیم کی
آشنائی بھی ختم کرنا ہو گی ——— اور ساتھ ہی پلاسٹک سرجری سے
اس کا چہرہ بھی بدلنا ہو گا ——— روسیاہی سپر ایجنٹ ایس۔ لے
دان کو میں جانتا ہوں۔ وہ بالکل صفدر کے قد و قامت میں ہے۔
اسے اغوا کر کے اس کی جگہ صفدر کو دینی ہو گی" ——— عمران
نے کہا۔

"اس طرح تو روسیاہ کو بھی اس ہتھیار کا علم ہو جائے گا" ———
سر سلطان نے پریشان لہجے میں کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے ——— اب بھی ہو رہا ہے۔ وہ لوگ ایکریمین ایجنٹوں

کے پیچھے لگے رہتے ہیں" ——— عمران نے کہا۔

"تو پھر تو یہ ہتھیار روسیاہ پہنچ جائے گا" ——— سر سلطان نے
الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— اصل فارمولا نہیں پہنچے گا ——— اصل فارمولا
تو پہلے ہی ایجنٹو کے پاس پہنچ چکا ہو گا ——— اس کی جگہ
نقلی فارمولا اصل سپر ایجنٹ لے کر جا رہا ہو گا اور پھر ایکریمین ایجنٹ
اس سپر ایجنٹ کو ختم کر کے وہ نقلی فارمولا لے اڑیں گے ——— اس
کے بعد روسیاہ جانے اور ایکریمیا والے جانیں ——— وہ دونوں آپس
میں لڑتے رہیں گے ——— بس اصل فارمولے میں تھوڑی سی گڑبڑ
کرنی پڑے گی۔ اس طرح وہ کبھی صحیح ہتھیار نہ بنا سکیں گے" ———
عمران نے جواب دیا۔

"میری سمجھ میں تو تمہارا یہ پلان نہیں آ رہا ——— بڑا الجھا ہوا
پلان ہے یہ ——— اس سارے کھیل کی بجائے اگر اصل فارمولا
ہی محفوظ کر لیا جائے اور لیبارٹری ختم کر دی جائے تو زیادہ بہتر
نہیں ہے" ——— سر سلطان نے کہا۔

"نہیں ——— ایکریمین اور روسیاہی ایجنٹ دونوں ہی اس
طرح مطمئن نہیں ہوں گے ——— یہ مسلسل پیچھے لگے رہیں گے
اور پھر یہ ہو گا کہ ہم واقعی ایک نہ ایک دن اس فارمولے سے
ہاتھ دھو بیٹھیں گے ——— بہرحال میں اس پر مزید غور کرتا
ہوں ——— دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے ——— آپ اس لیبارٹری کا
کا محل وقوع معلوم کریں تاکہ پلان کے بنتے ہی اس پر کام شروع

ہو جائے" ——— عمران نے کہا۔

"اچھا تو اس جنرل انصاری کا کیا کرنا ہے" ——— سر سلطان نے فرش پر پڑی ہوئی جنرل انصاری کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"صدر مملکت سے بات کر لیجئے ——— اور پھر ہارٹ اٹیک اور جنازہ اور پھر کفن دفن ——— اور کیا کرنا ہے" ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور لمبا تڑنگا مضبوط جسم اور بھاری چہرے والا نوجوان بڑے اعتماد بھرے انداز میں چلتا ہوا اندر داخل ہوا اور کمرے میں رکھی ہوئی میز کے سامنے موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا یہ عام سا دفتر تھا۔ میز پر مختلف کاغذات بکھرے ہوئے تھے نوجوان کے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔

نوجوان چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر وہ اٹھا۔ کرسی کو ذرا سا پیچھے ہٹایا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر اس نے میز پر بکھری ہوئی چند کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھائی اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ پھر اس نے ایک صفحے کے کونے کو اس طرح موڑ کر کتاب بند کر دی جیسے کتاب پڑھتے ہوئے نشانی لگائی جاتی ہے۔ کتاب اس نے میز پر رکھ دی اور اٹھ کر کرسی کو آگے کی طرف کھسکایا اور دوبارہ بیٹھ گیا اسی لمحے میز کے عقب میں موجود دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل

ہوا اس کے سر کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ اس کے اندر آتے ہی نوجوان احتراماً اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا تمہیں کوڈ پوری طرح یاد نہیں رہا ——— تم نے کتاب کا غلط صفحہ موڑ دیا ہے" ——— اُدھیڑ عمر آدمی نے اونچی نشست کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"غلط صفحہ ——— میں نے صفحہ نمبر ایک سو بارہ ہی موڑا ہے۔ اور یہی کوڈ ہے" ——— نوجوان نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ایک سو بارہ نہیں ——— ایک سو چودہ صفحہ موڑنا تھا" ——— اُدھیڑ عمر کا لہجہ اور خشک ہو گیا۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ ایک سو تیرہ صفحے کو کوڈ بنا لیتے ہیں۔ یہی میرا ذاتی نمبر بھی ہے" ——— نوجوان نے جواب دیا اور اُدھیڑ عمر آدمی اس بار مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے ——— کوڈ مکمل ہو گیا ہے ——— کیا تمہیں اس قدر طویل کوڈ سے اُلجھن تو نہیں ہوتی" ——— اُدھیڑ عمر آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں باس ——— یہ کوڈ وغیرہ تو اب ہماری زندگی کا ایک جزو بن چکے ہیں ——— کوڈ جس قدر طویل ہو گا آدمی کی صحیح شناخت ہو جاتی ہے ——— اب آپ خود دیکھیں کبھی کوئی غلط آدمی اس کوڈ کو مکمل کر سکتا ہے" ——— نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"گڈ ——— اس بار میں نے تمہارے لئے پاکیشیا کا مشن منتخب کیا

ہے ——— پاکیشیا میں ہمارے ایجنٹوں نے اطلاع دی ہے کہ پاکیشیا ایک خفیہ لیبارٹری میں ایک اہم دفاعی ہتھیار کی تکمیل میں مصروف ہے۔ اس ہتھیار کی اہمیت اس طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ ایکریمین ایجنٹ دن رات اس کے حصول کے لئے کام کر رہے ہیں ——— انہوں نے وہ خفیہ لیبارٹری تلاش کر لی ہے چونکہ ہمارے ایجنٹ ان کی کارکردگی سے باخبر رہتے ہیں اس لئے ان کے حرکت میں آتے ہی مجھے اطلاعات مل گئی ہیں ——— اب ہم نے ایکریمین ایجنٹوں سے پہلے فارمولا حاصل کرنا ہے اور میں نے اس کام کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے"۔ اُدھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر ——— میں تیار ہوں" ——— نوجوان نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے انتخاب کی دو وجوہات ہیں ——— ایک تو یہ کہ تم سپر ایجنٹ ایس۔ ون ہو اور اس مشن کے لئے ٹاپ سپر ایجنٹ کی ہی ضرورت ہے ——— دوسری بات یہ کہ تم پاکیشیا کے سب سے بڑے خطرے علی عمران سے واقف ہو اور پہلے بھی پاکیشیا جا چکے ہو" ——— اُدھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

"علی عمران کی تفصیلات تو میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں ——— میں اُسے آسانی سے ڈیل کر لوں گا" ——— نوجوان نے کہا۔

"نہیں ——— یہ غلطی نہ کرنا ——— اگر علی عمران کو تمہاری پاکیشیا میں موجودگی کی بھنک بھی پڑ گئی تو پھر تمہاری کامیابی مشکوک ہو جائے گی" ——— اُدھیڑ عمر آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب! ۔۔۔ کیا علی عمران سے بالا بالا ہی مشن مکمل کرنا ہے" نوجوان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ عام ایکریمین ایجنٹ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔۔۔ لیکن علی عمران اگر تمہارے مقابلے میں آ گیا تو پھر معاملہ خراب ہو جائے گا" ۔۔۔ ادھیڑ عمر نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"باس! ۔۔۔ پھر آپ اپنے ایجنٹ کی صلاحیتوں کو ابھی تک نہیں سمجھ سکے ۔۔۔ علی عمران واقعی انتہائی ذہین ۔۔۔ پھرتیلا ۔۔۔ ہوشیار اور چالاک آدمی ہے ۔۔۔ وہ اکیلا دس سپر ایجنٹوں پر بھاری ہے ۔۔۔ لیکن گذشتہ مشن کے دوران مجھے تجربہ یہ ہوا ہے کہ پاکیشیا میں عمران سے مقابلہ کئے بغیر کوئی مشن مکمل نہیں ہو سکتا۔ نجانے کس طرح اُسے علم ہو جاتا ہے اور پھر وہ سپر سانک طیارے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے کام شروع کر دیتا ہے اس لئے میں نے ابھی ابھی جو پلان بنایا ہے اس میں اس علی عمران کو استعمال کر کے اس سے یہ فارمولا اڑایا جائے گا" ۔۔۔ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نشے میں ہو ۔۔۔ یا پھر گھاس چر کے آئے ہو ۔۔۔ علی عمران تمہارے کہنے پر اپنے ملک کا اہم ترین دفاعی فارمولا چرا کر تمہیں دے گا" ۔۔۔ ادھیڑ عمر باس نے انتہائی بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میرے کہنے پر نہیں ۔۔۔ بلکہ وہ مجبوراً ایسا کرے گا باس" ۔۔۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کس طرح ۔۔۔ مجھے تفصیل بتاؤ ۔۔۔ تمہارے ذہن میں کیا پروگرام ہے" ۔۔۔ باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس! ۔۔۔ عمران میرا دوست ہے ۔۔۔ لیکن وہ میری اصل حیثیت سے واقف نہیں ہے ۔۔۔ میں اگر اس پر نئی ایجاد این سکس گرام آزماؤں تو میں اس کے ذہن کو آسانی سے کنٹرول کر سکتا ہوں ۔۔۔ اس کے بعد وہ میرے حکم کے مطابق سب کچھ کر سکے گا۔ اس طرح میں ایکریمین ایجنٹوں کے سامنے آئے بغیر فارمولا حاصل کر لوں گا" ۔۔۔ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ تمہارا خیال غلط ہے ۔۔۔ این سکس گرام مشین انتہائی پیچیدہ ہے ۔۔۔ وہ صرف اسی صورت میں کامیابی سے استعمال ہو سکتی ہے جب کہ اس کا معمول اس پر ذہنی طور پر تیار ہو ۔۔۔ تم یہ چکر بازی ذہن سے نکال دو اور ڈائریکٹ ایکشن کرو" ۔۔۔ باس نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ۔۔۔ جیسے آپ کا حکم" ۔۔۔ نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ لو فائل ۔۔۔ اس میں تمام رپورٹیں موجود ہیں ۔۔۔ آگے تمہارا اپنا کام ہے ۔۔۔ مجھے بہرحال وہ فارمولا چاہئے" ۔۔۔ باس نے میز کی دراز سے ایک سرخ رنگ کی فائل نکال کر نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یس باس! ۔۔۔ میں آج ہی پاکیشیا روانہ ہو جاتا ہوں" ۔۔۔ نوجوان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم نے تمام پروگرام اپنے سیکشن کے ذریعے پورا کرنا ہے ---- پاکیشیا میں موجود روسیاہی ایجنٹوں کو تم نے نہیں چھیڑنا ---- کیونکہ جس طرح ہمارے ایجنٹ ایکریمین ایجنٹوں کی نگرانی کرتے ہیں اسی طرح وہ ہماری نگرانی کرتے ہیں ---- اس لئے ان سے لنک ہوتے ہی تم سامنے آجاؤ گے" ---- باس نے کہا۔

"یس باس ---- میں سمجھتا ہوں ---- آپ بے فکر رہیں ---- زیادہ سے زیادہ دو تین روز کے اندر فارمولا آپ کی میز پر موجود ہوگا" ---- نوجوان نے کہا اور پھر باس کے سر ہلانے پر وہ واپس مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر آگیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی سپورٹس کار شہر سے دور ایک پہاڑی کے دامن میں واقع اس کی ذاتی رہائش گاہ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

"سر! ---- پاکیشیا سے فون آیا ہے کسی علی عمران کا" ---- رہائش گاہ میں داخل ہوتے ہی اس کے ذاتی ملازم نے کہا۔

"علی عمران کا ---- پھر ----" نوجوان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے فون نمبر دیا ہے کہ جیسے ہی آپ آئیں انہیں فون کر لیں ---- فون نمبر میں نے پیڈ پر لکھ دیا ہے" ---- ملازم نے جواب دیا اور نوجوان سر ہلاتا ہوا فون سٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔ سٹینڈ کے ساتھ رکھے ہوئے پیڈ پر فون نمبر درج تھا۔ نوجوان نے فون نمبر کو ایک نظر دیکھا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے فارن کال کے لئے مخصوص نمبر پریس کئے۔ لنک ہوتے ہی اس نے عمران کا

بتایا ہوا فون نمبر پریس کر دیا۔

"ارے کس کی زبان کھجلائی ہے ---- بھائی نیم کے پتوں کا عرق پیا کرو ---- خارش کے لئے بہترین دوا ہے" ---- دوسری طرف سے عمران کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"میں سولوف بول رہا ہوں روسیاہ سے" ---- نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"سولف ---- یعنی اب سولف جیسی حقیری دوا بھی پاکیشیا سے شفٹ ہو کر روسیاہ پہنچ گئی ہے ---- بھئی کچھ نہ کچھ تو پاکیشیا میں بھی رہنے دو" ---- عمران کا جواب سنائی دیا اور سولوف بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"سولف نہیں ---- سولوف" ---- سولوف نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ سولحاف! ---- ارے تم ہو بھائی! ---- کہاں چلے گئے تھے جب سے تم گئے ہو ہمیں سردی زیادہ لگنے لگی ہے ---- اور سردی تو لگنی ہی ہے جب سولحاف غائب ہو جائیں" ---- عمران نے کہا اور سولوف ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اچھا بتاؤ کیسے فون کیا تھا" ---- سولوف نے اب براہ راست بات شروع کر دی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمران کی زبان اسی طرح چلتی رہے گی۔ ایک مشن کے دوران اس کی دوستی بس اتفاقاً ہی عمران سے ہو گئی تھی اس مشن میں عمران کا کوئی انٹرسٹ نہ تھا کیونکہ یہ مشن نارک میں ایکریمیا کے خلاف تھا۔ عمران کا نام اس نے سنا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس کی بابت اچھی طرح جان گیا تھا۔

"بس ریسور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کئے اور فون ہو گیا ——— تمہاری طرف کیا طریقہ ہے" ——— عمران نے کہا۔

"اچھا میں فون بند کر رہا ہوں ——— گڈ بائی" ——— سولوف نے جان بوجھ کر کہا۔

"ارے ارے بند نہ کرنا ——— میری بات سنو ! ——— کیا تم چند روز کے لئے پاکیشیا نہیں آ سکتے ——— میری کل سالگرہ ہے اور میں نے پوری دنیا سے تمام دوستوں کو مدعو کیا ہوا ہے ——— تمہارے مطلب کے دوست ہوں گے" ——— عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"واہ ! ——— یہ تو واقعی بڑی خوشی کا موقع ہے ——— ٹھیک ہے میں کل پہنچ جاؤں گا" ——— سولوف نے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"جس فلائیٹ سے آنا ہو ——— مجھے اطلاع کر دینا۔ میں ایئر پورٹ پر تمہیں ریسو کر لوں گا ——— کیونکہ تمہاری عاشقانہ طبیعت سے ڈر لگتا ہے ——— ایسا نہ ہو کہ ایئر پورٹ پر ہی تمہیں کوئی خوبصورت چہرہ نظر آ جائے اور تم اس کے پیچھے ——— اور میری موم بتیاں پھونک مارنے کے انتظار میں جل جل کر ختم ہو جائیں" ——— عمران نے کہا اور سولوف قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"میں کل شام کی فلائیٹ سے پہنچوں گا ——— لیکن میں میک اپ میں ہوں گا ——— تم جانتے تو ہو" ——— سولوف نے کہا۔

"ارے میک اپ کہیں زنانہ نہ کر لینا ——— ورنہ ڈیڈی کو رپورٹ

مل جائے گی ——— اور وہ آجکل بڑی مضبوط جوتیاں پہننے لگ گئے ہیں" ——— عمران نے جواب دیا اور سولوف کے حلق سے ایک بار پھر زوردار قہقہہ نکلا۔

"اوکے ! ——— زنانہ نہیں ——— مردانہ میک اپ میں آؤں گا ——— گڈ بائی" ——— سولوف نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر مسرت اور کامرانی کی چمک تھی۔ اس نے پاکیشیا تو جانا ہی تھا اس طرح وہ اب نیا پروگرام بنا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے خاص کمرے میں آیا اور پھر اس نے فائل کھول کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا تاکہ صورتحال کے مطابق وہ اپنا پروگرام فائنل کر سکے۔ فی الحال اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ اکیلا پاکیشیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو پھر اپنے سیکشن کو بلا لے گا۔ ورنہ جو پروگرام اس کے ذہن میں تھا اس کے مطابق اسے یقین تھا کہ وہ عمران کے ذریعے ہی اپنا مشن آسانی سے پورا کر لے گا۔

صفدر اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"صفدر سپیکنگ" ——— صفدر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ایکسٹو" ——— دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"یس سر" ——— صفدر نے کتاب ایک طرف پھینکتے ہوئے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تم ایک اہم مشن کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو" ——— ایکسٹو کا لہجہ نرم تھا۔

"یس سر! ——— یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں سر! ——— میں ہر وقت ذہنی طور پر تیار رہتا ہوں سر" ——— صفدر نے جواب دیا لیکن اس کے ذہن میں یہ خیال ضرور آیا تھا کہ آج ایکسٹو نے حکم دینے

کی بجائے یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں سمجھی ہے۔

"کیا تم پاکیشیا کے خلاف کام کرو گے ——— عمران اور سیکرٹ سروس کے خلاف" ——— ؟ ایکسٹو نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں سر! ——— پاکیشیا کے خلاف میں کام کروں" ——— صفدر نے انتہائی اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو! ——— ایک اہم ترین مسئلہ سامنے ہے ——— پاکیشیا کی ایک خفیہ لیبارٹری میں ایک اہم دفاعی ہتھیار تیار ہو رہا ہے اس کا علم ایکریمین اور روسیاہی ایجنٹوں کو ہو گیا ہے اور وہ اس کا فارمولا حاصل کرنا چاہتے ہیں ——— اس لئے اس ہتھیار اور فارمولے کو بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم ایک ڈرامہ کھیلیں اور وہ ڈرامہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم روسیاہی سپر ایجنٹ بن کر لیبارٹری سے یہ فارمولا حاصل کرو اور فرار ہو جاؤ ——— تاکہ ایکریمین ایجنٹوں کو بھی پتہ چلے کہ فارمولا روسیاہ کے پاس چلا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ آپس میں لڑتے رہیں گے ——— لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اس طرح ایکٹنگ کرو کہ یہ ڈرامہ محسوس نہ ہو بلکہ اصل حقیقت ہو ——— تمہارے قد و قامت اور جسم کا روسیاہ میں ایک سپر ایجنٹ ایس۔ ون ہے اس کا نام سولوف ہے وہ عمران کا دوست ہے ——— عمران نے اُسے اپنی سالگرہ کا بہانہ بنا کر یہاں بلوایا ہے ——— اس کے بعد تم اس کی جگہ لے سکتے ہو ——— اور پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس اور عمران اس فارمولے کا دفاع کریں گے ——— اور تم نے سولوف کے میک اپ

میں یہ فارمولا حاصل کرنا ہے —— پاکیشیا کی سرحد پر ایک بار پھر تبدیلی ہو گی —— اصل سولوف ایکریمین ایجنٹوں کے ہاتھوں مارا جائے گا اور وہ فارمولا ایکریمین ایجنٹ لے اڑیں گے —— لیکن ان کے پاس نقلی فارمولا جائے گا اور اصل فارمولا واپس لیبارٹری پہنچ جائے گا —— پھر ہمارا یہ فارمولا محفوظ ہو جائے گا اور روسیاہ اور ایکریمین ایجنٹ آپس میں لڑتے رہیں گے" —— ایکسٹو نے کہا۔

"سر —— میں تو تیار ہوں اور بالکل اصل ایکشن بھی کروں گا لیکن سر —— روسیاہ اور ایکریمین دونوں جانتے ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس والے اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتے۔ اس کا کیا ہو گا" صفدر نے کہا۔

"اس کے لئے پروگرام تیار کر لیا گیا ہے —— اس فارمولے کو حتمی شکل دینے کے لئے ایکریمیا سے ایک فارمولا ہم نے حاصل کرنا ہے —— اس لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس بظاہر ایکریمیا میں اپنا فارمولا واپس لینے جائے گی۔ لیکن اس کا اصل مشن ان کا فارمولا حاصل کرنا ہو گا" —— ایکسٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر —— میں تیار ہوں" —— صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"سوچ لو —— دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تمہارا ذہن ہپناٹزم کے ذریعے بدل دیا جائے تاکہ تمہارے ایکشن میں واقعی اصلیت آ جائے" —— ایکسٹو نے کہا۔

"جیسے آپ مناسب سمجھیں سر —— ویسے میں اپنی طرف سے

تو پوری کوشش کروں گا کہ میرا مشن ڈرامہ محسوس نہ ہو —— لیکن اس کے باوجود بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں کوئی ایسا اقدام ہو جائے جس سے ایکریمین ایجنٹ مشکوک ہو جائیں —— اس لئے آپ جیسا مناسب سمجھیں میں حاضر ہوں" —— صفدر نے جواب دیا۔

"گڈ —— تم ایسا کرو کہ باوانی کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں پہنچ جاؤ —— وہاں عمران موجود ہو گا —— تم عمران سے اس معاملے میں ڈسکس کر لینا —— پھر جیسے تم دونوں فیصلہ کرو ویسے ہی ہو جائے گا" —— ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

صفدر نے رسیور رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لیا۔ یہ واقعی اس کی زندگی کا ایک انوکھا مشن تھا جس میں اس نے اپنے ہی ساتھیوں اور اپنے ہی ملک کے خلاف کام کرنا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج بھی تھا اور اس نے یہ چیلنج قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ویسے اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ عمران کو قائل کر دے گا کہ وہ اس کا ذہن تبدیل نہ کرے۔ کیونکہ ذہن تبدیل ہونے کے بعد وہ لطف محسوس نہ کر سکے گا جو سب کچھ جانتے بوجھتے محسوس ہو سکتا تھا۔ اس نے ڈریسنگ روم میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر فلیٹ بند کر کے وہ سیڑھیاں اترتا نیچے موجود اپنے گیراج کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری کے ساتھ باوانی کالونی کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ یہ شاید ایکسٹو کا کوئی نیا اڈہ تھا اس سے پہلے وہ کبھی اس کوٹھی میں نہ گیا تھا۔

بادانی کالونی میں داخل ہونے کے بعد اُسے کوٹھی نمبر بارہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ یہ خاصی بڑی کوٹھی تھی۔ اور کالونی کے مین روڈ کے اوپر ہی تھی۔ اس لئے صفدر نے کار پھاٹک کے باہر روکی اور نیچے اتر کر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد چھوٹی کھڑکی کھلی اور جوزف کی شکل نظر آئی۔

"اوہ! —— صفدر صاحب آپ! —— میں پھاٹک کھولتا ہوں" جوزف نے کہا اور کھڑکی سے غائب ہو گیا۔

صفدر مسکراتا ہوا دوبارہ سٹیرنگ پر آ بیٹھا اور پھر پھاٹک کھلتے ہی وہ کار اندر لے گیا۔ اس کی آنکھوں میں کوٹھی کی اندرونی حالت دیکھ کر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ کیونکہ کوٹھی کو اس انداز میں سجایا گیا تھا جیسے وہاں کوئی فنکشن ہونے والا ہو۔ صفدر نے جیسے ہی کار پورچ میں روکی۔ راہداری سے عمران باہر آ گیا اس نے باقاعدہ زری کی چمکدار شیروانی پہن رکھی تھی۔ کڑک سفید پاجامہ اور سلیم شاہی جوتی کے ساتھ وہ بڑا وجیہہ لگ رہا تھا۔

"ارے کیا شادی تو نہیں ہو رہی آپ کی عمران صاحب ——؟" صفدر نے کار سے اترتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"جوزف... جوزف" —— عمران نے یکلخت چیخ کر کہا اور جوزف جو پھاٹک بند کر کے واپس آ رہا تھا دوڑتا ہوا برآمدے میں آ گیا۔

"یس باس" —— جوزف نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جاؤ جلدی سے جا کر کسی حلوائی سے دس بارہ کلو مٹھائی اُدھار

لے آؤ۔ تاکہ میں صفدر کا منہ مٹھائی سے بھر دوں —— مجھے تو آج پتہ چلا ہے کہ میں اب تک کنوارہ کیوں پھر رہا ہوں۔ بس صفدر کا منہ مٹھائی سے بھرنے کی دیر ہے" —— عمران نے کہا۔

"باس! —— عورت شیطان ہوتی ہے اس لئے باس مٹھائی نہ بچائے اگر ——" جوزف نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ لیکن شاید صفدر کی وجہ سے وہ خاموش ہو گیا۔

"ارے افریقی احمق! —— شیطان کے بغیر تو زندگی ہی سپاٹ ہو جاتی ہے —— اب دیکھو اگر شیطان نہ ہوتا تو آدم و حوا جنت میں پڑے خراٹے لے رہے ہوتے اور بور ہو رہے ہوتے"۔ عمران نے لیکچر دینا شروع کر دیا۔

"بس بس اب یہ لیکچر بند کرو —— اور مجھے بتاؤ کہ یہ چکر کیا ہے" —— صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میری سولھویں سالگرہ ہے —— پوری سولہ موم بتیاں خریدنی پڑی ہیں —— ویسے یار صفدر! —— اس مہنگائی کے دور میں یہ بوڑھے آخر کیا بیچ کر موم بتیاں خریدتے ہوں گے —— غضب خدا کا۔ جب اسی نوے موم بتیاں خریدنی پڑ جاتی ہوں گی تو مربع زمین تو بک ہی جاتی ہوگی —— اور ہر سال اگر مربع بکتا رہے تو مرنے سے پہلے ہی آدمی خود مربع بن جاتا ہوگا" —— عمران کی زبان چل پڑی اور صفدر تو ہنستا رہا۔ البتہ جوزف خاموشی سے ایک طرف چلا گیا۔

"آپ نے سولہ موم بتیوں کا خوامخواہ خرچہ کیا —— ایک دو ہی کافی

ہتھیار !" ——— صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ آنے والے مہمان صرف فیڈر تحفے میں دے کر چلے جاتے ——— اور جولیا تو مجھے گود میں اٹھا کر پچکارنا شروع کر دیتی" ——— عمران نے کہا اور صفدر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں اندر ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔

"ایکسٹو نے مجھے بتایا تھا کہ میں نے سپر ایجنٹ بننا ہے اور آپ یہاں سالگرہ کا چکر چلائے ہوئے ہیں" ——— صفدر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سپر ایجنٹ ! ——— اور تم ——— کمال ہے ——— میرے خیال میں ایکسٹو کو اب کم دکھائی دینے لگا ہے" ——— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں ! ——— میں سپر ایجنٹ کیوں نہیں بن سکتا" ——— صفدر نے بھی خوشگوار سے لہجے میں کہا۔

"تم بن سکتے ہو تو بن جاؤ ——— میں تو تمہیں شکل سے بڑا شریف آدمی سمجھتا تھا ——— چلو میں اپنا خیال بدل لیتا ہوں" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سپر ایجنٹ شریف آدمی نہیں ہوتے" ——— صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"خاک ہوتے ہیں ——— خالی ایجنٹ تین تین چار چار ساتھ لگائے پھرتے ہیں کہ ان میں سے رات گذارنے کے لئے کوئی دانہ چن لو۔

اور تم سپر ایجنٹ بننا چاہتے ہو ——— تو تمہارے پاس تو پھر پوری البم ہو گی" ——— عمران نے کہا اور صفدر بے تکلفانہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا وہ عمران کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ طوائفوں کے دلال کو ایجنٹ کہہ رہا تھا۔

"ایسی ایجنسی تو واقعی میرے بس کا روگ نہیں ہے ——— میں سیکرٹ سروس کی بات کر رہا ہوں" ——— صفدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا یعنی خفیہ خدمت ——— تو میرے بھائی ابھی اس ملک میں ایسا قانون نہیں بنا کہ ایسی خدمت کو کھلے عام سرانجام دیا جا سکے حدود آرڈیننس نافذ ہے" ——— عمران نے کہا اور صفدر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے ——— آپ کی مرضی ——— اب آپ سے بحث تو کم از کم میں نہیں کر سکتا ——— پھر میں واپس جاؤں اور کوئی تحفہ وغیرہ لے آؤں آپ کی سولہویں سالگرہ کے لئے" ——— صفدر نے کہا۔

"تحفہ ! ——— واہ ارے جوزف ! ——— وہ مٹھائی ——— تم تو واقعی سپر ایجنٹ ہو ——— عام ایجنٹ دانہ کی بات کرتے ہیں۔ تم تحفہ کہہ رہے ہو ——— واہ کیا خوبصورت لفظ ہے "تحفہ" ——— عمران نے کہا اور صفدر اس بار واقعی شرمندہ ہو گیا۔ عمران کا ذہن واقعی نکتہ رسی میں خوب چلتا تھا۔

"ہاں تو تم تحفے کی بات کر رہے تھے ——— لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ——— تحفہ شادی شدہ نہ ہو۔ اس کی سزا زیادہ ہے قانون

میں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر اس بار منہ بنا تا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ وہ عمران کو واپس جانے کی دھمکی دے۔

"ارے ارے اتنی جلدی بھی کیا ہے ——— ابھی تو دن ہے سالگرہ تو رات کو ہونی ہے ——— آخر سولھویں سالگرہ ہے دن کو تو ستر اسی سالوں والی سالگرہ ہی منائی جا سکتی ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر ہنستے ہوئے بیٹھ گیا۔

"کیا واقعی تم روسیاہی سپر ایجنٹ بننے کے لئے تیار ہو" ——— عمران نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"بالکل تیار ہوں ——— ایکسٹو کی مرضی ہے وہ جس طرح چاہے گا ہم نے تو صرف حکم کی تعمیل کرنی ہے" ——— صفدر نے بھی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ! ——— تو پھر تمہارا ذہن تبدیل کر دیا جائے۔ کیا خیال ہے۔ بس انجکشنز لگوانے پڑیں گے پیٹ میں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پیٹ میں ——— کیا مطلب ——— کیا مجھے پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے جو پیٹ میں انجکشن لگیں گے" ——— صفدر نے کہا۔

"تو اور میں کیا سمجھوں ——— ظاہر ہے تم ملک سے غداری کرنے پر تلے ہوئے ہو ——— اور ایسا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کسی محب وطن کو کوئی پاگل کتا کاٹ لے" ——— عمران نے کہا اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ اسے غداری کہہ رہے ہیں ——— ویسے عمران صاحب! اگر آپ میرا ذہن تبدیل نہ کریں تو زیادہ بہتر ہے ——— اس طرح میں اس لطف سے محروم ہو جاؤں گا جو مجھے آپ اور اپنے ساتھیوں کے خلاف کام کرتے ہوئے محسوس ہوگا" ——— صفدر کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"سوچ لو ——— کم از کم میں تو رتی برابر بھی لحاظ نہ کروں گا ——— اور یہ نہیں لحاظ کے چکر میں مارے جاؤ" ——— عمران نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ——— میں نے ایک مشن مکمل کرنا ہے اور حقیقت میں کرنا ہے تو پھر لحاظ کیسا ——— البتہ اگر کوئی ممبر میرے ہاتھوں مارا گیا تو شائد بعد میں مجھے افسوس رہے" ——— صفدر نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہارے ہاتھوں اور سیکرٹ سروس کا ممبر مارا جائے ——— ایسی کوئی بات نہیں سپر ایجنٹ صاحب! ——— یہاں بڑے بڑے سپر ایجنٹ یہ تصور لے کر آتے ہیں ——— لیکن آخر میں ناکامی ان کا مقدر بن جاتی ہے" ——— عمران کا لہجہ یکلخت خشک ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ——— میں دیکھوں گا کہ ناکامی کسے کہتے ہیں" ——— صفدر کا لہجہ بھی یکلخت خشک ہو گیا تھا۔

"گڈ! ——— اس کا مطلب ہے کہ واقعی تمہارا ذہن تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ——— ویسے میں نے ایکسٹو سے یہی کہا تھا کہ صفدر کا ذہن تبدیل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے لیکن اس کا اصرار تھا کہ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی ——— صفدر اچھا اداکار ہے۔ وہ اپنی اداکاری میں اصلیت کا رنگ بھر سکتا ہے اور اب

تمہاری باتوں سے مجھے ایکسٹو کی مردم شناسی کا قائل ہونا پڑا ہے"۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ا ——— بہرحال یہ میری زندگی کا ایک انوکھا اور یادگار مشن ہوگا ——— اب پروگرام بتائیے" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پروگرام بڑا سیدھا سادھا ہے ——— روسیاہی سپر ایجنٹ سولوف کو میں نے بلوایا ہے ——— وہ واقعی سپر ایجنٹ ہے۔ اور جتنی آسانی سے وہ میرے بلانے پر آنے کے لئے تیار ہوگیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے یہاں آنے کا پروگرام رکھتا تھا اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ روسیاہ کو بھی اس فارمولے کی اطلاع مل چکی ہے اور اس نے سولوف کو ہی اس مشن کے لئے مقرر کیا ہوگا ——— سولوف شاید اب نیا چکر چلانے کے موڈ میں ہے ——— وہ مجھے استعمال کرنا چاہتا ہوگا ——— وہ آج شام کی فلائٹ سے آرہا ہے۔ میں اُسے ایئر پورٹ لینے جاؤں گا ——— تم نے ایئر پورٹ پہنچ جانا ہے۔ وہ میک اَپ میں ہوگا۔ لیکن میں اس سے ملوں گا تو تم اُسے آسانی سے پہچان لوگے ——— اس کے بعد میں اُسے یہاں کوٹھی میں لے آؤں گا ——— ہو سکتا ہے اس کے آدمی خفیہ طور پر نگرانی کریں اس لئے تم نے یہاں نہیں آنا ——— تم اس کی شکل و صورت چال ڈھال ——— انداز گفتگو ——— سب نوٹ کر لوگے ——— اور پھر تم نے اس کا میک اَپ کرنا ہے اور اپنا کام شروع کر دینا ہے ——— ایئر پورٹ کے بعد تم ہمارے دشمن کے روپ میں ہی سامنے آؤ گے اس

لئے تم کہاں رہتے ہیں ——— کیا کرتے ہو ——— یہ سب کچھ تمہارے اپنے ذہن پر منحصر ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک فائل دے سکتا ہوں جس میں وہ ساری معلومات جو میں سولوف کے متعلق اکٹھی کر سکتا تھا میں نے کر دی ہیں ——— تاکہ تمہیں اپنے ہیڈ کوارٹر رابطے میں کوئی تکلیف نہ ہو ——— تم نے کام عام جاسوسوں کے انداز میں نہیں کرنا ——— بلکہ سپر ایجنٹ کے طور پر کام کرنا ہے یہ بات ذہن میں رکھنا ——— اس فائل میں اس لیبارٹری کا محل وقوع اور اس فارمولے کے متعلق بھی تفصیلات درج ہیں ——— جب تم یہ فارمولا حاصل کر لو گے تو تم اسے لے کر فوری طور پر اسی کوٹھی میں پہنچو گے ——— یہاں ٹائیگر موجود ہوگا۔ تم اُسے کوڈ ورڈ ریڈ ٹاک کہو گے تو وہ تم سے فارمولا لے لیگا اور تمہیں خفیہ راستہ بتا دے گا ——— تم اپنا میک اَپ صاف کر کے اس خفیہ راستے سے نکل کر اپنے فلیٹ میں چلے جاؤ گے" ——— عمران نے اُسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اس دوران اصل ایجنٹ سولوف یہیں رہے گا ——— اور پھر وہ فارمولا لے کر یہاں سے نکلے گا۔ لیکن آپ اسے کس طرح ڈیل کریں گے" ——— صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے ——— ایکسٹو کا ہے" ——— عمران نے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات ہوتی، میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے اُٹھ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس — " عمران نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عمران سے بات کراؤ" — دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز ابھری۔

"عمران بول رہا ہوں — سپر ایجنٹ صفدر بھی یہاں موجود ہے اور اپنی صلاحیتیں دکھانے کے لئے بے چین ہے" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"صورت حال بدل گئی ہے — نعمانی اور جولیا نے ابھی اطلاع دی ہے کہ لیبارٹری سے فارمولا غائب ہو چکا ہے — اور ایک سائنسدان بھی غائب ہے" — ایکسٹو نے کہا۔

"اوہ — اس کا مطلب ہے کہ ایکریمین ایجنٹوں نے ہم سب سے زیادہ پھرتی دکھائی ہے" — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! — یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ اس سائنسدان کو ایئر پورٹ کے قریب کسی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے — وہ لیبارٹری میں اسسٹنٹ تھا — اور ایک اہم پرزے کی ڈلیوری لینے کے لئے سرکاری طور پر ایئر پورٹ جا رہا تھا — اس کی باقاعدہ تلاشی لی گئی تھی لیکن اس وقت وہ فارمولا اس سے نہیں ملا تھا — لیکن اس سائنسدان کی ایک جراب اتری ہوئی پائی گئی ہے — اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کام کیا گیا ہے — اسے کسی طرح ایسی جراب مہیا کی گئی ہے جس کے اندر فارمولا چیک نہیں کیا جا سکا" — ایکسٹو

نے کہا۔

"تو پھر اب — " عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمام ممبرز کی ڈیوٹی لگا دی ہے — ایئر پورٹ اور دیگر مقامات کی نگرانی کی جا رہی ہے" — ایکسٹو نے کہا۔

"ٹھیک ہے — اب پھر اس ڈرامے کی تو ضرورت رہی نہیں — ایکریمین ایجنٹوں کا ایک آدمی میری نظر میں ہے — میں اس سے معلوم کرتا ہوں" — عمران نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"تو بھئی تم سپر ایجنٹ بننے کا خواب ہی دیکھ رہے تھے کہ سپر ایجنٹوں نے کام بھی دکھا دیا — میں لباس بدل لوں۔ باہر میرا انتظار کرو" — عمران نے کہا اور دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ صفدر ظاہر ہے اب کیا کہہ سکتا تھا۔ شانے اچکاتا ہوا باہر کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ سارا منصوبہ ہی پلٹ گیا تھا۔

چند لمحوں بعد عمران دوڑتا ہوا باہر آیا اور صفدر کو کار میں بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ جلدی سے دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"چلو جلدی کرو — کنڈی کلب چلو — مجھے یقین ہے کہ فارمولا ابھی تک باہر نہ گیا ہوگا" — عمران نے تیز لہجے میں کہا اور صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کار موڑی اور پھاٹک کی طرف بڑھا دی وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران کنڈی کلب کے مالک مرچنٹ کو چیک کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کے متعلق عام خیال تھا کہ اس کا تعلق ایکریمین ایجنٹوں سے رہتا ہے۔

سولوف ایئرپورٹ جانے کے لئے کار میں بیٹھنے ہی والا تھا
کہ اچانک اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی سے نکلنے والی پن نے اس
کی کلائی پر ضربیں لگانا شروع کر دیں۔ یہ ٹاپ ایجنسی کے باس کی
طرف سے کال کی مخصوص نشانی تھی۔ سولوف نے چونک کر گھڑی کا
ونڈ بٹن دبایا اور گھڑی کو منہ کے قریب کر لیا۔
"یس باس! ۔۔۔ ایس۔ ون اٹنڈنگ۔ اوور" ۔۔۔ سولوف نے
سپاٹ لہجے میں کہا۔
"سولوف! ۔۔۔ ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ لیبارٹری سے فارمولا
ایکریمین ایجنٹوں نے ایک لیبارٹری اسسٹنٹ کے ذریعے اڑا لیا ہے
اس لیبارٹری اسسٹنٹ کو ایئرپورٹ کے قریب گولی مار دی گئی ہے
ہمارے ایجنٹ ایکریمین ایجنٹوں کا تعاقب کر رہے ہیں ۔۔۔ اس
لئے اب تمہارے جانے کی ضرورت نہیں رہی ۔۔۔ اگر ایکریمین

ایجنٹ قابو میں نہ آئے تو پھر شاید تمہیں اس فارمولے کے حصول کے
لئے ایکریمیا جانا پڑے ۔۔۔ فی الحال تم اپنا مشن ڈراپ کر دو۔ اوور"
دوسری طرف سے باس کی کرخت آواز سنائی دی۔
"اوہ باس! ۔۔۔ انہوں نے حیرت انگیز تیزی سے کام کیا ہے
اوور" ۔۔۔ سولوف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"ہاں! ۔۔۔ دراصل لیبارٹری میں چیکنگ کا نظام ایسا تھا کہ
میرا خیال تھا کہ فارمولا آسانی سے نہ اڑایا جا سکے گا ۔۔۔ لیکن انہوں
نے اندر کا آدمی گانٹھ لیا ۔۔۔ بہرحال فارمولا کہیں نہیں جا سکتا۔
وہ ہم نے ہر حال میں حاصل کرنا ہے ۔۔۔ تم فوری روانگی کے
لئے تیار رہنا ۔۔۔ میں کسی بھی وقت تمہیں کال کر سکتا ہوں۔ اوور"
باس نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے سر! ۔۔۔ میں تیار رہوں گا۔ اوور" ۔۔۔ سولوف
نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر دوسری طرف سے اوور اینڈ
آل کا لفظ سنتے ہی اس نے ونڈ بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور
کار سے نیچے اتر کر وہ دوبارہ اندر کمرے میں آ گیا۔ اس نے فون کا
رسیور اٹھایا اور عمران سے رابطہ قائم کرنے کے لئے نمبر پریس کرنے
شروع کر دیئے۔
"یس" ۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ایک بھاری
آواز سنائی دی۔
"علی عمران سے بات کراؤ ۔۔۔ روسیاہ سے بول رہا ہوں" ۔
سولوف نے تیز لہجے میں کہا۔

"وہ موجود نہیں ہیں ـــــ کوئی پیغام ہو تو نوٹ کرا دیں"ــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اُسے کہہ دینا کہ سولوف کا فون آیا تھا ــــ ایک ضروری کام کی وجہ سے وہ اس کی سالگرہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کا انتظار نہ کیا جائے"ــــ سولوف نے پیغام دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ پیغام پہنچ جائے گا"ــــ بھاری آواز والے نے جواب دیا۔

"او۔کے"ــــ سولوف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کا موڈ آف ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ کمرے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھا اور الماری کھول کر اس نے شراب کی بوتل نکالی اور پھر کرسی پر بیٹھ کر وہ شراب پینے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن آدھی بوتل پینے کے بعد اس نے ناگوار سا منہ بناتے ہوئے بوتل کو کارک لگا کر اس نے واپس میز پر رکھ دیا۔ اُسے شراب پینے میں بھی لُطف نہ آرہا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھا اور رسالوں، کتابوں سے بھرے ہوئے ایک ریک کی طرف بڑھنے لگا۔

ابھی وہ ریک تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی وہ چونک کر ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔

"یس"ــــ سولوف نے رسیور اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔

"ایس۔ون! ــــ ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ ایکریمین ایجنٹ لینڈری فارمولا لے کر پاکیشیا سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے انہوں نے اس کا پہلے سے انتظام کر رکھا تھا ــــ انہوں نے

نے طیارہ چارٹرڈ کرایا ہوا تھا ــــ یہ طیارہ قبرص کے لئے بک کرایا گیا ہے ــــ تم جانتے ہو کہ قبرص میں ایکریمین ٹاپ ایجنسی کا خفیہ ہیڈ کوارٹر موجود ہے۔ فارمولا لازماً وہیں پہنچے گا۔ پاکیشیا سے اس طیارے کو چلے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ گذر چکا ہے اور قبرص پہنچنے کے لئے اُسے چار گھنٹوں کا مزید سفر طے کرنا ہے جبکہ تم اگر یہاں سے اپنے فیلکن طیارے پر جاؤ تو ان سے آدھا گھنٹہ پہلے قبرص پہنچ سکتے ہو"ــــ باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر! ــــ بالکل پہنچ سکتا ہوں"ــــ سولوف نے جواب دیا۔

"تو تم روانہ ہو جاؤ اور یہ فارمولا حاصل کر کے واپس آؤ۔ یہ سُن لو۔ چاہے اس فارمولے کے لئے تمہیں آدھا قبرص کیوں نہ تباہ کرنا پڑے مجھے فارمولا ہر حالت میں چاہیئے"ــــ باس نے کہا۔

"میں اسے حاصل کر لونگا ــــ لینڈری کو میں اچھی طرح جانتا ہوں میں اس کی رُوح سے بھی فارمولا حاصل کر لوں گا"ــــ سولوف نے تیز لہجے میں کہا۔

"او۔کے! ــــ وِش یو گُڈ لک"ــــ باس نے کہا اور سولوف نے رسیور رکھا اور بھاگتا ہوا باہر موجود اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا۔ اب اس کے اعصاب پر چھائی ہوئی بوریت یکلخت دور ہو گئی تھی اور اب وہ ہر لحاظ سے پوری طرح چاق و چوبند ہو چکا تھا۔

کنٹری کلب کی وسیع و عریض عمارت کی سائیڈ میں پارکنگ کے لئے کافی کھلی جگہ بنائی گئی تھی۔ لیکن اس وقت یہ جگہ تقریباً خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہاں صرف دو چار کاریں ہی نظر آ رہی تھیں صفدر نے جیسے ہی کار روکی۔ عمران نیچے اتر آیا۔

"جلدی آؤ ـــــ میں مرچنٹ کے دفتر میں جانا چاہتا ہوں" عمران نے صفدر کے لئے وہاں رکنے کی بجائے اُسے ہدایت دی اور جلدی سے آگے بڑھنے لگا۔ لیکن وہ ابھی برآمدے تک ہی پہنچا تھا کہ صفدر اس سے آملا۔ مرچنٹ کا دفتر عمارت کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں تھا۔ چنانچہ بغیر کسی رکاوٹ کے عمران اور صفدر مرچنٹ کے دفتر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دفتر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر بیٹھا ہوا مرچنٹ صاف دکھائی دے رہا تھا وہ کسی سے فون پر باتوں میں مصروف تھا۔ عمران اور صفدر

کو دیکھتے ہی اس نے جلدی سے رسیور رکھا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھاری جسم کا اُدھیڑ عمر آدمی تھا۔

"اوہ عمران صاحب آپ! ـــــ اور یہاں" ـــــ مرچنٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب تمہارے شاگرد ہمیں آنکھیں دکھانے لگیں ـــــ تو پھر استاد کو آگاہ کرنا تو فرض بن جاتا ہے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اطمینان سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب! ـــــ میرے شاگرد اور آپ کو آنکھیں دکھائیں یہ کیسے ممکن ہے" ـــــ مرچنٹ نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو مرچنٹ! ـــــ تم نے آج تک ہمیشہ ہاتھ پیر بچائے رکھے ہیں ـــــ اس لئے تمہارے ہاتھ پیر ابھی تک سلامت بھی ہیں ـــــ ایکریمین ایجنٹ تمہارے شاگرد ہی ہیں ـــــ انہوں نے آج ایک لیبارٹری سے اہم دفاعی فارمولا اڑایا ہے۔ مجھے وہ فارمولا چاہیئے ـــــ ابھی اور اسی وقت" ـــــ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیبارٹری سے فارمولا اڑایا ہے ـــــ ایکریمین ایجنٹوں نے۔ واہ! ـــــ میں معلوم کرتا ہوں ـــــ کل شام مجھے اطلاع ملی تھی کہ ایک ایکریمین ایجنٹ لینڈری یہاں آیا ہوا ہے ـــــ میں نے سوچا کہ وہ لازماً مجھ سے ملاقات کرے گا۔ لیکن اس نے مجھ سے اب تک کوئی رابطہ نہیں کیا ـــــ آپ تو جانتے ہیں کہ میرا یہ فیلڈ نہیں ہے اور میں یہاں کا باشندہ ہوں ـ ایکریمیا کا

نہیں — اس لیے میں اس معاملے میں آپ کی پوری مدد کروں" مرچنٹ نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"تمہیں لینڈری کے متعلق کیسے معلوم ہوا تھا" — عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"کل اُسے ایئرپورٹ پر دیکھا گیا تھا — اس کے بعد وہ غائب ہو گیا تھا اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں — ویسے لینڈری لا ڈسٹار سے ملا ہو گا اور ڈسٹار کم از کم مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتا" — مرچنٹ نے کہا۔

"ٹھیک ہے — پتہ کرو" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور مرچنٹ نے جلدی سے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ڈسٹار بار" — دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"میں مرچنٹ بول رہا ہوں — ڈسٹار سے بات کراؤ — وہ جہاں بھی ہو — سمجھے" — مرچنٹ نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا

"یس سر — ہولڈ کریں" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہمارے متعلق کچھ نہ بتانا" — عمران نے کہا۔

"ارے نہیں عمران صاحب! — میں جانتا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں" — مرچنٹ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو — ڈسٹار بول رہا ہوں" — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔ مرچنٹ نے فون کے ساتھ منسلک لاؤڈر آن کیا ہوا تھا اس لیے وہ ساری گفتگو اطمینان سے بیٹھے

سُن رہے تھے۔

"ڈسٹار! — میں مرچنٹ بول رہا ہوں — سُنا تھا کہ لینڈری آیا ہوا ہے"

"— میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہ مجھ سے ملا ہی نہیں — کیا بات ہے کچھ زیادہ ہی مصروف ہے" — مرچنٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لینڈری! — وہ تو چلا بھی گیا۔ کسی خصوصی کام کے لئے آیا تھا — مجھ سے اس نے کہا تھا کہ میں قبرص کے لئے ایک تیز رفتار طیارہ چارٹرڈ کرا دوں — وہ میں نے کرا دیا — ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ چارٹرڈ طیارے سے واپس چلا گیا ہے" — ڈسٹار نے جواب دیا۔

"اچھا! — تو پھر کوئی شارٹ مشن ہی ہو گا" — مرچنٹ نے کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں — اور نہ ہی اس نے کچھ بتایا — بلکہ میری تو اس سے براہ راست ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ صرف فون پر بات ہوئی تھی — حالانکہ میں سوچ رہا تھا کہ اس سے تفصیلی ملاقات ہو گی تو میں ایکریمیا میں اپنے چند دوستوں کے نام اُسے پیغامات دوں گا — لیکن وہ بغیر ملے چلا بھی گیا ہے" — ڈسٹار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ پھر آ جائے گا — ایسے لوگوں کا تو آنا جانا رہتا ہی ہے — اور سناؤ تمہاری اس کھیپ کا کیا ہوا جو کسٹم پر پکڑی گئی تھی" — مرچنٹ نے کہا۔

"وہ — اس کا کیا ہو سکتا تھا — بس پکڑی گئی تو پکڑی گئی۔

میری پیچھے بھاگنے کی عادت نہیں ہے۔ تم جانتے تو ہو" ـــــ ڈسٹا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ اچھی عادت ہے ـــــ اس طرح آدمی بہت سی مشکلات سے بچا رہتا ہے ـــــ او۔ کے۔ گڈ بائی" ـــــ مرچنٹ نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"تھینک یو مرچنٹ! ـــــ بس اتنا کافی ہے" ـــــ عمران نے کہا اور مرچنٹ سے مصافحہ کر کے وہ واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"یہ بات یقینی ہے کہ فارمولا لینڈری ہی لے گیا ہے" ـــــ صفدر نے عمارت سے باہر نکل کر کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ وہ ایکریمیا کا ٹاپ ایجنٹ ہے ـــــ میں اسے جانتا ہوں ـــــ اور اب یہ بھی سن لو کہ سولوف کو بھی لازماً اطلاع مل گئی ہو گی اور وہ بھی قبرص میں لینڈری کا انتظار کرے گا" ـــــ عمران نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے" ـــــ صفدر نے پوچھا۔

"پروگرام کیا ہونا ہے ـــــ ہمارا مقصد تمہیں سپر ایجنٹ بنائے بغیر حل ہو گیا ہے ـــــ اصل فارمولا تو پہلے روز ہی لیبارٹری سے نکال لیا گیا تھا اور اس کی جگہ نقلی فارمولا وہاں رکھا گیا تھا ـــــ اب وہ دونوں آپس میں لڑتے رہیں گے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــــ تو اس کا مطلب ہے کہ مشن ختم" ـــــ صفدر نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔

"ابھی کہاں ختم ـــــ اصل مشن تو اب شروع ہو گا" ـــــ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب! ـــــ میں سمجھا نہیں" ـــــ صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب بھی سمجھ میں آ جائے گا ـــــ تمہیں ایکسٹو نے تفصیل نہیں بتائی کہ ہمارا اصل مشن تو ایکریمیا سے وہ فارمولا ریڈ ٹاک اڑانا ہے۔ جس کے بغیر یہ فارمولا نامکمل ہے ـــــ اب ہم اسے مکمل کریں گے۔ قبرص میں ایکسٹو کے ایجنٹ موجود ہیں۔ وہ خود وہاں ڈرامہ کرتے رہیں گے" ـــــ عمران نے جواب دیا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے" ـــــ صفدر نے پوچھا۔

"تم مجھے میرے فلیٹ پر اتار دو اور خود اپنے فلیٹ چلے جاؤ ـــــ میں فلیٹ سے ایکسٹو کو رپورٹ دے دوں گا" ـــــ عمران نے کہا۔ اور صفدر نے کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف موڑ دیا۔ عمران اپنے فلیٹ کے سامنے اتر گیا اور صفدر کار آگے بڑھا لے گیا۔

عمران نے فلیٹ میں پہنچتے ہی خصوصی فون سے دانش منزل کال کی۔

"ایکسٹو" ـــــ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"طاہر! ـــــ میں عمران بول رہا ہوں ـــــ میں نے معلوم کر لیا ہے ایکریمیا والوں نے اپنا ٹاپ ایجنٹ لینڈری اس فارمولے کے لئے بھیجا

تھا اور وہ پوری منصوبہ بندی سے آیا تھا ۔۔۔ وہ فارمولا لے کر ایک
چارٹرڈ طیارے کے ذریعے قبرص روانہ ہو گیا ہے ۔۔۔ تم قبرص اور
ایکریمیا میں اپنے ایجنٹوں کو الرٹ کر دو ۔۔۔ انہیں صرف ڈرامہ کرنا
ہے ۔۔۔ زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہیں ہے۔ اب روسیاہ
والے جانیں اور ایکریمیا والے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"روسیاہ والوں کو بھی شائد اس کی اطلاع مل چکی ہے کیونکہ جوزف
نے مجھے فون کر کے بتایا ہے کہ روسیاہ سے کسی سولوف کا فون آیا تھا
اس نے پیغام دیا ہے کہ وہ ایک ضروری کام کی وجہ سے سالگرہ میں
شامل نہیں ہو سکتا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ مجھ جیسے غریب آدمی کی سالگرہ پر کون آتا
ہے ۔۔۔ ہر ایک کو ضروری کام ہی پڑ جاتا ہے" ۔۔۔ عمران نے
منہ بناتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے بھی کوئی تحفہ خریدنے کی ضرورت نہ سمجھی
ہو گی ۔۔۔ وہ صفدر بھی خالی ہاتھ منہ اٹھائے چلا آیا تھا۔ حالانکہ میں
نے شیروانی بھی بڑی مہنگی سلوائی تھی" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ آپ واقعی سالگرہ منا ڈالیں۔ پھر دیکھیں
کیسے کیسے تحائف موصول ہوتے ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ اصلی سالگرہ ۔۔۔ ارے کیوں مجھے
ساری عمر کنوارہ رکھنے پر تلے ہوئے ہو ۔۔۔ جب میں نے سب
کے سامنے ستر موم بتیاں ہانپتے کانپتے بجھائیں تو جولیا تو فوراً ہی مجھے
گرینڈ فادر کہنا شروع کر دے گی" ۔۔۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو

قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"اچھا چھوڑو ۔۔۔ ابھی میں نے تحفے کی تشریح نہیں کی ورنہ تم بھی
صفدر کی طرح ہنسنے کی بجائے رونا شروع کر دو گے ۔۔۔ اب
ریڈ ٹاک کا کیا کرنا ہے" ۔۔۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ تو بہرحال حاصل کرنا ہی پڑے گا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے
بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر ایسا کرو کہ صفدر کو اس مشن پر بھیج دو۔ بیچارہ سپر ایجنٹ
بننے پر بڑا مایوس نظر آ رہا تھا۔ اس کی بھی حسرت پوری ہو جائے
گی" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اکیلے نہیں عمران صاحب! ۔۔۔ صفدر لاکھ ذہین سہی ۔۔۔ لیکن
اکیلے جا کر ریڈ ٹاک حاصل کرنا اس کے بس سے باہر ہے۔ آپ کو
کم از کم ضرور ساتھ جانا پڑے گا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے سنجیدہ لہجے
میں کہا۔

"مگر دو سپر ایجنٹ ایک مشن پر کیسے جا سکتے ہیں ۔۔۔ جب دو ملاؤں
میں مرغی حلال نہیں رہ سکتی ۔۔۔ تو دو سپر ایجنٹوں میں ریڈ ٹاک
بے سائنس تو ضرور بن جائے گا" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"جیسے آپ کا حکم ۔۔۔ میں نے تو اپنا خیال بتایا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا خیال کسی حد تک درست ہے ۔۔۔ لیکن ہمیں اپنے ممبرز
کی صلاحیتوں کو بھی کام میں لانا چاہیئے۔ اس لئے صفدر بطور
سپر ایجنٹ اس مشن پر ضرور جائے گا ۔۔۔ لیکن باقی ٹیم کو میں علیحدہ

ساتھ لے کر جاؤں گا اس کے بعد جو بھی ریڈ ٹاک حاصل کرے اس کی قسمت" ——— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب! ——— اس طرح تو گڑ بڑ بھی ہو سکتی ہے۔ ایسا کر لیتے ہیں کہ صفدر کو پہلے موقع دے دیا جائے۔ اگر وہ ناکام رہے تب پھر آپ ٹیم لے کر جائیں" ——— بلیک زیرو نے کہا۔

"طاہر! ——— یہاں ناکامی کا مطلب موت ہوتا ہے اس بات کا خیال ہمیشہ ذہن میں رکھا کرو ——— تمہارا کیا خیال ہے کہ صفدر ناکام ہونے کے بعد زندہ واپس آجائے گا ——— ہرگز نہیں ——— پھر اس کی لاش بھی واپس نہیں آسکتی۔ اس لئے ہمارا جانا ضروری ہے ہم صفدر کو انڈر گراؤنڈ تحفظ دے سکتے ہیں۔ مقصد تو ایک ہی ہے" ——— عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر! ——— جیسے آپ کا حکم" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"او کے! ——— میں مکمل معلومات حاصل کر لوں۔ اس کے بعد میں دانش منزل پہنچ کر اس سلسلہ میں حتمی فیصلہ کروں گا" ——— عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کمرے سے باہر آگیا۔

رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ سڑکیں اب تقریباً سنسان پڑی ہوئی تھیں۔ صفدر نیشنل پارک میں پھولدار جھاڑیوں کے ایک بڑے جھنڈ کے پیچھے اس طرح چھپا بیٹھا تھا کہ عام گذرنے والے اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

صفدر کی نظریں نیشنل پارک کے سامنے سڑک پار ایک خاکستری رنگ کی تین منزلہ بلڈنگ پر جمی ہوئی تھیں۔ بلڈنگ کے چاروں کونوں میں بڑی بڑی مرکری لائٹس جل رہی تھیں جن کی وجہ سے بلڈنگ کا اردگرد کا کافی علاقہ تیز روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ بلڈنگ کی سپاٹ چھت پر چاروں طرف مشین گنوں سے مسلح افراد چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ وہ بے حد چوکنا اور محتاط تھے۔ اس طرح بلڈنگ کے احاطے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ بیرونی چار دیواری پر خاردار تاروں کا جال چاروں طرف بچھایا گیا تھا اور اس کے بعد تقریباً دس گز

کے فاصلے پر اندر کی طرف پھر خاردار تاروں کی اونچی باڑ نے پوری
بلڈنگ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد بلڈنگ تک خالی جگہ تھی۔
اس خاردار تار والے حصے میں آٹھ بلڈ ہاؤنڈ کتے دوڑتے پھر رہے
تھے۔ ان کے بھونکنے کی دہشت ناک آوازیں فضا کے سکوت کو بار
بار درہم برہم کر رہی تھیں۔ خاردار تار والے حصے کے بعد بلڈنگ تک
مسلح فوجی ٹولیوں کی صورت میں گشت کر رہے تھے۔ بلڈنگ کے
آس پاس سو مربع گز تک کوئی عمارت نہ تھی۔ اس طرح اس خاکستری
رنگ کی بلڈنگ کو ہر لحاظ سے ناقابل تسخیر بنا دیا گیا تھا۔
اس بلڈنگ کے اندر ایک مخصوص تہہ خانے میں اس لیبارٹری
کا صحیح محل وقوع اور اس کا اندرونی نقشہ محفوظ تھا جسے ریڈ ٹاک
لیبارٹری کہا جاتا تھا۔ یہاں دن کے وقت بھی کوئی غیر متعلق آدمی
داخل نہ ہو سکتا تھا۔ چاہے وہ کتنا بڑا افسر ہی کیوں نہ ہو۔
بلڈنگ کی حفاظتی گارد کا تعلق فوج سے تھا اور یہ حفاظتی گارد
روزانہ تبدیل کر دی جاتی تھی۔ صرف ایکریمیا کا ملٹری سیکرٹ سروس کا
چیف ہی جان سکتا تھا کہ کل یہاں کس کی ڈیوٹی ہو سکتی ہے۔
صفدر کئی گھنٹوں سے جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھا ان تمام حفاظتی
انتظامات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ وہ آج ہی ایک طیارے سے
ایکریمیا کی اس ریاست کے دارالحکومت پہنچا تھا۔ اس کے پاس
ایکریمین کاغذات تھے۔ اور پاکیشیا سے چلتے ہوئے ایکسٹو نے ہی
اسے اس بلڈنگ کی نشاندہی کی تھی کہ پہلے یہاں سے نقشہ حاصل
کیا جانا ضروری تھا اس کے بعد ہی وہ لیبارٹری میں داخل ہو کر ریڈ ٹاک

مولا یا ریڈ ٹاک بنا ہوا حاصل کر سکتا تھا۔
لیکن صفدر کو خواب میں بھی یہ توقع نہ تھی کہ اس عمارت کی حفاظت
انداز میں کی جا رہی ہو گی۔ لیکن وہ سپر ایجنٹ تھا اس لئے اس نے
ہر حال بلڈنگ میں نہ صرف داخل ہونا تھا بلکہ وہاں سے نقشہ بھی حاصل
کرنا تھا۔ اس لئے وہ جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھا مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ
کس طرح اندر داخل ہو سکتا ہے۔ اس کی پشت پر ایک بیگ
لدا ہوا تھا جس میں اس کے ضروری آلات اور اسلحہ رکھا ہوا تھا۔
اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ اس عمارت میں جبراً داخل ہوا
جائے چنانچہ وہ ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھا اور اس نے جیبوں میں
ہاتھ ڈالے اور نیشنل پارک کے مین گیٹ کی طرف اس طرح چل پڑا
جیسے وہ پارک کی سیر کرتا ہوا خاصا تھک گیا ہو۔ گیٹ سے نکل کر وہ
سڑک پر آیا اور اسی لمحے اسے ایک خیال آ گیا۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی
مسکراہٹ تیرنے لگی۔ اس نے بلڈنگ میں داخل ہونے کا لائحہ عمل
طے کر لیا تھا۔ گیٹ سے باہر وہ سڑک پر تیز تیز قدم اٹھاتا دائیں طرف
چلنے لگا۔ آتے ہوئے اس نے پارک کے دائیں سائیڈ پر فصلوں پر
سپرے کرنے والی کمپنی کا بورڈ دیکھا تھا اور اندر احاطے میں ایک
ہیلی کاپٹر بھی اسے نظر آیا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کمپنی کے
گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
گیٹ پر ایک مسلح چوکیدار کھڑا تھا اور پھاٹک بند تھا۔ لیکن چھوٹی
دیواری سے اسے اندر عمارت خالی نظر آ رہی تھی وہاں کوئی آدمی
تھا۔ چنانچہ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چوکیدار اسے

دیکھ کر الرٹ ہو گیا۔

"یہ ہیلی کاپٹر کتنی فصل پر ایک دن میں چھڑکاؤ کر لیتا ہے"۔۔۔ صفدر نے چوکیدار کے قریب پہنچ کر بڑے شریفانہ لہجے میں پوچھا

"مجھے نہیں معلوم ۔۔۔۔۔۔ آپ صبح منیجر سے مل سکتے ہیں"۔۔۔ چوکیدار نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ غور سے صفدر کو دیکھ رہا تھا جس نے سیاہ رنگ کا چست لباس پہنا ہوا تھا۔

"اچھا تو پھر چھٹی کرو" ۔۔۔۔۔۔ صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی اس کا دایاں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور چوکیدار کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹا۔ جیسے ہی ہاتھ کی ایک ہی ضرب سے چوکیدار لہرا کر نیچے گرنے لگا تو صفدر نے جلدی سے اسے سنبھالا اور پھر اسے اٹھا کر اس نے بڑی تیزی سے پھاٹک کی ایک سائیڈ میں لٹا دیا۔ اس طرف چونکہ اندھیرا تھا اس لئے اسے اطمینان تھا کہ چوکیدار کو آسانی سے وہاں پڑے نہ دیکھا جا سکے گا۔ اور صفدر نے آگے بڑھ کر بڑے اطمینان سے پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھولی اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر واقعی کوئی آدمی نہ تھا۔ اس لئے صفدر کے ہیلی کاپٹر تک پہنچنے میں کوئی مزاحم نہ ہوا۔ صفدر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا۔ اور اس نے جیب سے ایک مڑی ہوئی تار نکالی اور چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ ہیلی کاپٹر کا انجن سٹارٹ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پٹرول ٹینک میں خاصا پٹرول موجود تھا۔ اس لئے صفدر نے اطمینان سے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند کر دیا اور کچھ بلندی پر جانے کے بعد اس نے خاکستری رنگ کی

بلڈنگ کے مخالف سمت ہیلی کاپٹر بڑھا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس طرح اچانک ہیلی کاپٹر کے فضا میں اڑانے سے بلڈنگ میں موجود افراد چونکنے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے بلڈنگ کی مخالف سمت میں ہیلی کاپٹر کے جانے کے بعد وہ مطمئن ہو گئے ہوں گے۔

ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد وہ ہیلی کاپٹر کو لے کر خاکستری بلڈنگ کے عقبی طرف آیا اور پھر اس نے ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو معلق کر کے بیگ میں سے ایک سب مشین گن کے پارٹس نکالے اور انہیں تیزی سے جوڑنے لگا۔ سب مشین گن کی نال خصوصی قسم کی تھی اس کے آگے ایک نفیس سا سائلنسر لگا ہوا تھا۔ میگزین چیک کر کے صفدر نے سب مشین گن گھٹنوں پر رکھی اور ہیلی کاپٹر کو تیزی سے خاکستری بلڈنگ کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کی بلندی اتنی رکھی تھی کہ وہ بلڈنگ کی چھت سے ذرا اونچا تھا۔ اب بلڈنگ کی چھت اسے دور سے نظر آنے لگ گئی تھی۔

جیسے جیسے بلڈنگ قریب آتی جا رہی تھی صفدر کے خون کا دوران تیز ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا ذہن پرسکون تھا۔ پھر جیسے ہی ہیلی کاپٹر بلڈنگ کے اوپر پہنچا۔ صفدر نے جلدی سے اس کے معلق ہونے کا بٹن دبایا اور سب مشین گن سنبھال لی۔ چھت پر چھ مسلح افراد موجود تھے جو سب اب ہیلی کاپٹر کی طرف متوجہ تھے۔ صفدر نے انتہائی پھرتی سے نال کو کھڑکی کے کونے میں رکھا اور دوسرے لمحے ٹھک ٹھک کی مسلسل آوازوں کے ساتھ ہی چھ کے چھ افراد وہیں چھت پر ہی ڈھیر ہو گئے۔ صفدر کے لئے اچھی بات یہ ہو گئی کہ وہ سب اس وقت

اکٹھے اور چھت کے درمیان کھڑے تھے۔ صفدر نے بجلی کی سی پھرتی
سے ہیلی کاپٹر کا بٹن دبایا اور دوسرے لمحے اس نے ہیلی کاپٹر بلڈنگ
کی چھت کے درمیان اتار دیا۔

ابھی وہ ہیلی کاپٹر سے نیچے اترا ہی تھا کہ اچانک ایک مردہ سپاہی
کی جیب سے ٹوں ٹوں کی تیز آوازیں اسے سنائی دیں۔ وہ جلدی سے
آگے بڑھا اور اس سپاہی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا جدید
ساخت کا ٹرانسمیٹر باہر نکال لیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ تھری ون ۔۔۔ یہ چھت پر ہیلی کاپٹر کیوں رکا
گیا ہے۔ اوور" ۔۔۔ ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"خراب ہو گیا ہے سر! ۔۔۔ پائلٹ ٹھیک کر رہا ہے۔ اوور"
صفدر نے کھانستے ہوئے انداز میں کہا۔

"اسے کہو کہ فوراً یہاں سے ہیلی کاپٹر لے جائے ۔۔۔ ورنہ اسے
تباہ کر دیا جائے گا۔ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے
کا لہجہ بے حد کرخت تھا۔

"یس سر۔ اوور" ۔۔۔ صفدر نے اسی لہجے میں کہا اور پھر بٹن
دبا کر رابطہ ختم کیا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ بجلی کی سی تیزی سے
دوڑتا ہوا سیڑھیوں کے دروازے کی طرف بڑھا۔ سیڑھیوں کا دروازہ
کھلا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔ لیکن جیسے ہی اس
نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ پوری بلڈنگ تیز سائرنوں کی آواز سے
گونج اٹھی۔ اور اس کے ساتھ ہی نیچے سے بھاگ دوڑ اور چیخنے چلانے
کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے رفتار

تیز کر دی اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ نچلی منزل پر پہنچ گیا۔ اسی لمحے
اسے نیچے سیڑھیوں سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز اوپر آتی
سنائی دی تو اس نے اسی منزل کا بند دروازہ لات مار کر ایک دھماکے
سے کھولا اور دوسرے لمحے اچھل کر اندر گھس کر سائیڈ میں کھڑا ہو گیا

دوسرے لمحے چار مسلح سپاہی دوڑتے ہوئے اس پلیٹ فارم پر
نمودار ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ صفدر نے
اپنی مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ ایک بار پھر ٹھک ٹھک کی آوازوں کے
ساتھ ہی وہ چاروں وہیں ڈھیر ہو گئے اور صفدر اچھل کر دوبارہ
دروازے سے نکلا اور پھر ان کی لاشیں پھلانگتا ہوا وہ بجلی کی سی
تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا اس سے نچلی منزل کے پلیٹ فارم
پر پہنچ گیا۔

اسی لمحے اچانک ایک سائیڈ سے فائرنگ ہوئی اور صفدر کے
ہاتھوں میں تھامی ہوئی سب مشین گن اچھل کر ایک طرف جا پڑی
صفدر نے تیزی سے غوطہ لگایا اور اس کے ساتھ ہی عین اس جگہ
جہاں وہ ایک لمحہ پہلے موجود تھا گولیوں کی جیسے بارش سی ہو گئی
صفدر کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور ایک خوفناک دھماکے کے
ساتھ ہی ایک چیخ بلند ہوئی اور پلیٹ فارم کا وہ پورا ٹکڑا خوفناک
گڑگڑاہٹ کے ساتھ ٹوٹ کر نیچے جا گرا۔ اب وہاں خلا سا بن گیا تھا
صفدر نے دوسرا بم اس خلا میں اچھال دیا اور دوسرے لمحے نیچے
ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی صفدر بجلی کی سی تیزی
سے آگے بڑھا اور اس نے اس طرح اس خلا میں نیچے چھلانگ لگا

دی جیسے کوئی آدمی کسی کنوئیں میں کود گیا ہو۔ نیچے کودتے ہی اس نے
قلابازی کھائی اور چند لمحوں بعد اس کے قدم زمین سے ٹکرائے تو وہ تیزی
سے قلابازی کھا کر یکلخت ایک طرف کو جا گرا۔ اب وہ ایک موٹے سے
ستون کی اوٹ میں تھا۔ سامنے برآمدے میں چھ مسلح افراد ہاتھوں میں
مشین گنیں اٹھائے تیزی سے بھاگتے ہوئے آ رہے تھے جب کہ اس
خلا کے نیچے جہاں صفدر گرا تھا تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ صفدر نے
ایک بار پھر جیب سے ہاتھ باہر نکالا اور دوسرے لمحے دوڑتے ہوئے
سپاہیوں کے بالکل سامنے ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور چھ کے چھ افراد
کے جسم اس طرح فضا میں بلند ہوئے جیسے کوئی اولمپک میں ہائی جمپ
کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ اور پھر وہ ٹکڑوں کی صورت میں تبدیل ہو کر گرے
مشین گنوں کے گرنے کی آواز خوفناک دھماکے کی آواز میں دب سی
گئی تھی۔

صفدر بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور اس نے دوڑ کر ایک مشین گن
اٹھائی اور تیزی سے آگے دوڑتا گیا۔ درمیانی راہداری کے قریب پہنچ
کر وہ رکا اور اس نے خود سائیڈ میں رہ کر راہداری کی طرف مشین
گن کی نال کر کے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی
راہداری میں سے دو چیخیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی صفدر
اچھل کر راہداری میں آ گیا۔ راہداری کے اختتام پر دو آدمی فرش پر
پڑے تڑپ رہے تھے۔ صفدر انہیں پھلانگتا ہوا راہداری کے
اختتام میں نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیڑھیوں کے اختتام
پر ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ یہ دروازہ ٹھوس لوہے کا بنا ہوا تھا صفدر

ے سیڑھیاں اترتے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ بیگ میں ڈالا اور
ھ سرے لمحے اس کا ہاتھ قوس کی طرح گھوما اور دروازہ ایک خوفناک
ھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اندر جا گرا۔ اور صفدر ایک لمبی چھلانگ
گا کر اندر جا گرا۔ لیکن نیچے گرتے ہی وہ اس طرح اچھلا جیسے اس
کے جوتوں کے نیچے سپرنگ لگے ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس
نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن سے گولیاں برسانی شروع کر دیں
وہ لٹو کی طرح گھومتا ہوا چاروں طرف مسلسل گولیاں برسائے چلا جا رہا
تھا۔ لیکن جب کوئی چیخ بلند نہ ہوئی تو وہ رک گیا۔ اور اس لمحے
اس نے دیکھا کہ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو بالکل خالی تھا۔ کمرے کی
ایک سائیڈ میں ایک میز اور کرسی موجود تھی جو صفدر کی گولیوں سے
غدار ہو گئی تھیں۔

صفدر دوڑتا ہوا اس میز کی طرف بڑھا۔ میز کی ٹاپ بالکل خالی
تھی لیکن صفدر اس کی مخصوص بناوٹ دیکھتے ہی سمجھ گیا اور اس نے
ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا دستہ پوری قوت سے میز کی ٹاپ پر مارا
ایک سیٹی کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی کمرے کی ایک دیوار
درمیان سے کھلتی چلی گئی۔ اندر ایک طویل راہداری تھی۔ صفدر تیزی
سے اس راہداری میں داخل ہوا۔ لیکن ابھی اس نے چند قدم ہی
اٹھائے ہوں گے کہ سرر کی تیز آواز کے ساتھ ہی اس کے عقب میں
دیوار برابر ہو گئی۔ لیکن صفدر ایک لمحے کے لئے نہ ہی رکا اور نہ اس
نے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت محسوس کی۔ وہ مسلسل دوڑتا ہوا آگے
بڑھتا جا رہا تھا۔ لیکن اچانک اسے رکنا پڑا۔ راہداری کے اختتام پر

ٹھوس دیوار موجود تھی۔ اس نے ایک بار پھر بیگ میں ہاتھ ڈالا اور دو
لمحے پہلے جیسا خوفناک دھماکہ ہوا اور دیوار کے درمیان سے ٹکڑے
ہو کر دوسری طرف جا گرے۔ صفدر چند لمحے ایک سائیڈ پر کھڑا رہ کر
کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ دوڑتا ہوا ٹوٹی ہوئی دیوار کو کراس کر کے دوسری
طرف آ گیا۔

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں ہر طرف سرخ رنگ کی الماریاں
موجود تھیں۔ ہر الماری کے ارد گرد نیلے رنگ کی چمکدار روشنیاں گھوم
رہی تھیں۔ صفدر خاموشی سے ان الماریوں کو دیکھتا رہا اور پھر ایک الماری
کی طرف بڑھ گیا جس کے اوپر ریڈ ٹاک کا سٹکر لگا ہوا تھا صفدر
کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس نے جلدی سے پشت پر موجود
بیگ اتارا اور بیگ میں سے اس نے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس
کی سائیڈ میں لگے ہوئے ایریل کو کھینچ کر لمبا کر دیا۔ جب ایریل پوری
طرح کھل گیا تو صفدر نے ڈبے کی سائیڈ میں لگا ہوا بٹن دبا دیا دوسرے
لمحے ایریل کے باریک سرے سے سرخ روشنی کی تیز دھار سی نکلی اور
پھر جیسے ہی یہ دھار نیلے رنگ کی روشنی سے ٹکرائی۔ ہلکا سا دھماکہ
ہوا اور اس کے ساتھ ہی نیلی روشنیاں یکلخت غائب ہو گئیں اور
الماری کا پٹ خود بخود کھل گیا۔ اندر ایک موٹی سی سرخ رنگ کی
فائل اکیلی پڑی ہوئی تھی۔ صفدر نے جلدی سے ہاتھ اس فائل کو
اٹھانے کے لئے بڑھایا لیکن دوسرے لمحے ایک زوردار گڑگڑاہٹ
ہوئی اور الماری بجلی کی سی تیزی سے زمین میں دھنستی چلی گئی۔
صفدر نے بڑی مشکل سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔ ورنہ لازماً اس کا ہاتھ

کلائی سے کٹ جاتا۔ پلک جھپکنے میں فرش برابر ہو چکا تھا۔ اور اس کے
ساتھ ہی صفدر کو ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف سے بے شمار بھاگتے
ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ صفدر نے تیزی سے جھک کر
فرش پر پڑا ہوا اپنا بیگ اٹھایا اور پھر ایک کونے کی طرف ہٹتا چلا گیا۔
"جو کوئی بھی اندر ہے ——— ہاتھ اٹھا کر باہر آ جائے ——— ورنہ
ایک منٹ بعد اس پورے ہال کو بموں سے اڑا دیا جائے گا"———
ٹوٹی ہوئی دیوار کی دوسری طرف سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی
صفدر نے ہونٹ بھینچ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس بار اس کے
ہاتھ میں ایک چار انچ لمبی پتلی سی پٹی تھی۔ صفدر نے جلدی سے اس
کا ایک کونا موڑا اور پھر اسے اس طرح ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف
اچھال دیا جیسے نیچے تالاب میں پانی کی سطح پر دور تک پھسلنے کے
لئے چپٹے پتھر پھینکتے ہیں۔ پتی ہوا میں تیرتی ہوئی ٹوٹی ہوئی دیوار کی
دوسری طرف غائب ہو گئی۔

اسی لمحے اس طرف ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی اس قدر خوفناک
دھماکہ ہوا کہ صفدر کو ایک لمحے کے لئے یہی محسوس ہوا جیسے پوری بلڈنگ
فضا میں اڑ گئی ہو۔

دھماکہ ہوتے ہی صفدر بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور اس
نے جیب سے اسی طرح کی دوسری لیکن پہلی سے آدھی چھوٹی پتی نکال
کر اسی طرح کونا موڑ کر اسے الماری کے دھنسنے سے ذرا پہلے فرش
پر رکھا اور پھر پیچھے ہٹ کر اس نے مشین گن کی نال کا رخ اس
پتی کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی خوفناک دھماکہ

ہوا اور دوسرے لمحے فائل والی الماری زمین سے اس طرح نکل کر باہر آگری جیسے اسے کسی دیو نے نیچے سے اوپر اچھال دیا ہو۔ نیچے گرتے وقت اس میں موجود فائل نکل کر فرش پر گری اور اس کے کاغذ ادھر ادھر بکھر گئے۔ صفدر بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جلدی سے تمام کاغذ سمیٹ کر انہیں اپنے بیگ میں ٹھونسا اور پھر تیزی سے اس ٹوٹی ہوئی جگہ کی طرف بڑھا جہاں اس نے پہلی پتی پھینکی تھی۔ اس نے ایک سائیڈ پر رک کر باہر جھانکا تو وہ چونک پڑا۔ پوری راہداری کی دیوار پھٹ چکی تھی۔ لیکن چھت اسی طرح قائم تھی۔ البتہ فرش میں جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ اور ان گڑھوں میں پڑی ہوئی فوجیوں کی لاشیں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

صفدر اچھل کر اس راہداری میں آیا اور پھر وہ آگے جانے کی بجائے پھٹی ہوئی دیوار میں موجود بڑے سے کریک میں سے گذر کر دوسری طرف آگیا۔ یہ ایک برآمدہ سا تھا جس کی دوسری طرف کھلی جگہ تھی اور اس کھلی جگہ سے آگے وہ حصہ تھا جس میں ابھی تک کتے بری طرح بھونکتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

عمارت کی چار دیواری کی دوسری طرف صفدر کو ہر طرف پھیلی ہوئی بڑی بڑی جیپیں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ جن میں سے فوجی نکل نکل کر دیوار کے ساتھ ساتھ مورچے بنا رہے تھے۔ صفدر برآمدے کے کونے میں ایک لمحے کے لئے رکا رہا اور پھر وہ تیزی سے آگے کو نکلا اسے اس برآمدے کے کونے سے ایک بڑی سی گٹر لائن باہر کی طرف جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس گٹر لائن کا صرف چھوٹا سا ٹکڑا باہر

سے نظر آ رہا تھا۔ جب کہ باقی گٹر لائن زمین کے اندر تھی۔ یہ حصہ بھی برآمدے کی سائیڈ دیوار کی اینٹیں گرنے کی وجہ سے پڑ جانے والے گڑھے کی وجہ سے نظر آ رہا تھا۔

صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور اچھل کر اس گٹر میں لیٹ گیا اسے یقین تھا کہ جن اینٹوں نے یہاں کی مٹی اکھیڑ دی ہے انہوں نے لازماً اس گٹر لائن میں ہی کہیں نہ کہیں سوراخ کر دیا گیا ہوگا اور اس کا خیال درست نکلا۔ ایک جگہ سے گٹر کا کافی سا حصہ ٹوٹ کر اندر گرا ہوا تھا صفدر رینگتا ہوا آگے بڑھا اور پھر اس نے پہلے اپنا نچلا جسم اس ٹوٹے ہوئے حصے میں نیچے لٹکایا اور پھر ہاتھ چھوڑ دیئے۔ ایک ہلکے سے دھماکے سے وہ دوسرے لمحے گٹر کے اندر کھڑا تھا۔ لیکن گٹر کچھ آگے جا کر خم کھا کر دوبارہ عمارت کی طرف مڑ رہا تھا۔ صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر عین اس جگہ جہاں گٹر موڑ کاٹ رہا تھا۔ صفدر نے جیب سے ایک کیپسول نما بم نکال کر پوری قوت سے پھینک دیا اس بار دھماکہ نہ ہوا۔ البتہ کھٹاک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی گٹر کا وہ حصہ ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرے لمحے صفدر نے طویل سانس لیا کیونکہ اس مڑے ہوئے حصے میں پیدا ہونے والے خلا میں اسے سامنے جاتا ہوا ایک اور گٹر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ گٹر کا یہ موڑ صرف دھوکہ دینے کے لئے بنایا گیا تھا۔ ورنہ اصل گٹر تو سیدھا جا رہا تھا اور یہ پانی یقیناً اس مڑے ہوئے حصے کی جڑ میں موجود انتہائی باریک سوراخوں میں سے اس گٹر میں جاتا ہوگا۔ یہ باریک سوراخ اب نظر آنے لگے تھے۔ صفدر دوڑتا ہوا اس گٹر میں داخل ہوا

اور پھر وہ سیدھا دوڑتا چلا گیا۔ کافی دور آنے کے بعد وہ رک گیا کیونکہ یہاں پہلی بار اسے گٹر کی چھت پر دھانا نظر آیا تھا جس پر لوہے کا ڈھکن تھا۔ اور ساتھ ہی لوہے کی سیڑھی اوپر جاتی دکھائی دے رہی تھی ابھی تک اس گٹر میں اس کے پیچھے کوئی نہ آیا تھا۔ البتہ اوپر چھت پر سے کبھی کبھی ہلکی ہلکی دھمک سی سنائی دے جاتی تھی۔

صفدر سیڑھیاں چڑھتا ہوا ڈھکن تک پہنچا۔ اور پھر اس نے کندھے سے زور لگا کر ایک جھٹکے سے ڈھکن کو اچھالنا چاہا۔ لیکن ڈھکن ذرا سا ہلا تو ضرور، لیکن اپنی جگہ سے علیحدہ نہ ہوا۔ صفدر ایک سیڑھی نیچے ہوا اور پھر اس نے اچھل کر پوری قوت سے ڈھکن پر کاندھے کی ضرب لگائی۔ اس بار ڈھکن تو واقعی اچھل کر دور جا گرا۔ لیکن صفدر کو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے اس کے کاندھے میں کسی نے گرم سلاخ اتار دی ہو۔ درد کی ایک تیز لہر نیچے پاؤں تک تیرتی چلی گئی۔ لیکن ڈھکن ہٹنے سے اندر آنے والی تازہ ہوا نے اس کی تکلیف میں فوراً نمایاں کمی پیدا کر دی اور صفدر ہونٹ بھینچے ذرا سا اوپر ہوا اور اس نے سر باہر نکال کر دیکھا۔ یہ ایک وسیع گراؤنڈ کا کنارہ تھا۔

یہ فٹ بال کا گراؤنڈ تھا اور اس وقت خالی پڑا ہوا تھا۔ خاکستری رنگ کی بلڈنگ دائیں طرف تقریباً پانچ سو گز کے فاصلے پر نظر آ رہی تھی۔ البتہ اس کی چھت کے کونوں میں لگی ہوئی مرکری لائٹیں بند تھیں چھت پر ایک کی بجائے کئی ہیلی کاپٹر کھڑے نظر آ رہے تھے اور عمارت کا احاطہ سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا۔

[illegible]۔۔۔۔ تو ایک آدمی کے لئے یہ پوری فوج چڑھا لائے

بن —— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا
ا چند لمحوں میں گٹر سے باہر آ گیا۔

گراؤنڈ کے کنارے پر سے سیڑھیاں اوپر کو جا رہی تھیں۔ صفدر
کی سی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ اوپر ایک
برآمدہ تھا جس کا اختتام ایک بڑے پھاٹک پر ہوتا تھا جو بند
۔ صفدر تیزی سے بھاگتا ہوا اس پھاٹک کے قریب پہنچا اور پھر
سی بندر کی طرح پھاٹک پر چڑھتا ہوا دوسری طرف کود گیا۔ آگے
روڈ تھی جو سیدھی ریگیس ایونیو کی طرف جاتی تھی۔ اس کی
وں سائیڈوں پر کمرشل بلڈنگیں تھیں۔ چونکہ کمرشل بلڈنگوں میں بلڈنگ
حفاظت کے لئے رات کو دربان رکھے جاتے تھے اس لئے صفدر
روڈ کی طرف جانے کی بجائے عقبی گلیوں میں گھستا ہوا آگے
ھتا گیا۔ اور پھر ریگیس ایونیو میں ایک چار منزلہ ہوٹل کے عقب میں
چ کر وہ رکا اور ادھر ادھر دیکھ کر وہ آگ سے بچاؤ کے لئے بنی
وئی لوہے کی سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا تیسری منزل کے فائر ڈور پر آسانی
ے پہنچ گیا۔ اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا
۔ اندر تیسری منزل کی راہداری سنسان پڑی تھی۔ ہر کمرے کا دروازہ
بند تھا۔ صفدر جانتا تھا کہ اس منزل کے سٹیوارڈ اس وقت راہداری
ے اختتامی موڑ پر نیند میں مدہوش پڑے ہیں۔ اس لئے اس نے مڑ
ر احتیاط سے دروازہ بند کیا۔ وہ جاتے وقت اسے اس طرح بند کر گیا
تھا کہ وہ آسانی سے کھل بھی سکتا تھا۔ اور کھلا ہوا بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔
پھر راہداری میں بچھے ہوئے دبیز قالین پر چڑھتا ہوا وہ کمرہ نمبر چوبیس

کے سامنے رک گیا۔ اس نے جیب سے وہی مڑی ہوئی تار نکالی جس کی
مدد سے اس نے میل کاپٹر کا انجن سٹارٹ کیا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد
وہ اسی تار سے لاک کو باہر سے کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ آہستہ سے
ہینڈل دبا کر اس نے دروازہ کھولا اور اندر جا کر اس نے اسی طرح
آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔ اندر نائٹ بلب جل رہا تھا اور بستر پر چادر
اس طرح رکھی ہوئی تھی جیسے کوئی سو رہا ہو۔

صفدر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی باتھ روم کا رخ کیا باتھ روم
میں گھس کر اس نے دروازہ بند کر کے جلدی سے پشت پر موجود بیگ
اتارا اور اس میں ٹھنسے ہوئے کاغذ نکال کر اس نے انہیں تہہ کیا اور واٹر
ٹینکی کا ڈھکن اٹھا کر اس نے اندر رکھے ہوئے پلاسٹک کے لفافے
کو باہر نکالا اور اس کے منہ پر موجود زپ کھول کر اس نے کاغذ اس
لفافے کے اندر رکھ کر زپ بند کی اور تھیلے کو واپس ٹینکی میں رکھ کر
ڈھکن کو پہلے کی طرح جما دیا۔ پھر اس نے سب سے پہلے ہاتھوں پر
چڑھے ہوئے باریک سے دستانے اتارے۔ اور پھر لباس اتارنے
میں مصروف ہو گیا۔ لباس اتار کر اس نے ایک طرف ڈالا اور باتھ روم
میں موجود وارڈ روب کا دروازہ کھول کر اندر ٹنگا ہوا سلیپنگ سوٹ
نکال کر پہنا۔ اور پھر اس نے فرش پر پڑا ہوا لباس اٹھا کر وارڈ روب
کے سب سے نچلے خانے کے آخر میں اس طرح ڈالا جیسے پرانے
کپڑے رکھے جاتے ہیں۔ دروازہ بند کر کے وہ مڑا اور پھر باتھ روم سے
نکل کر بیڈ کی طرف آ گیا۔ اس نے چادر ہٹا کر بیڈ پر پڑے ہوئے تکیے
ہٹائے اور انہیں سرہانے کی طرف رکھ کر وہ بیڈ پر لیٹا اور چادر اپنے

جسم پر ڈال کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ایک خوفناک ترین مشن کو
انتہائی کامیابی سے پورا کر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لئے اس
کا ذہن خاصا مطمئن تھا۔

صفدر کو معلوم تھا کہ اب وہ لوگ اسے کسی طرح بھی نہ ڈھونڈ سکیں
گے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں نیند بھرتی گئی۔ اور چند لمحوں
بعد وہ گہری نیند سو چکا تھا۔ چونکہ اس مشن میں وہ بری طرح تھک گیا
تھا۔ اس لئے وہ انتہائی گہری نیند سو رہا تھا۔ حالانکہ عام طور پر وہ اتنی
گہری نیند سونے کا عادی نہ تھا۔

پھر نجانے کس وقت اچانک دروازے پر ہونے والے زوردار
دھماکے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ دروازہ اس قدر تیزی سے دھڑدھڑایا
جا رہا تھا کہ صفدر اچھل کر اٹھ بیٹھا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ بیڈ سے
نیچے اترتا۔ دروازہ ایک زوردار دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے
چار مشین گنوں سے مسلح فوجی اچھل کر اندر آ گئے۔

"خبردار۔۔۔ ہاتھ اٹھا دو۔ ورنہ۔۔۔" سب فوجیوں نے
بیک وقت چیختے ہوئے کہا اور صفدر نے دونوں ہاتھ فوراً اپنے
سر پر رکھ لئے کیونکہ فوجیوں کا انداز بتا رہا تھا کہ اگر اس نے ایک
لمحے کے لئے بھی دیر کی تو وہ اس پر فائر کھول دیں گے۔

"کک۔ کک۔ کیا بات ہے۔۔۔ کون ہو تم۔۔۔" صفدر
نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"نیچے کھڑے ہو جاؤ۔۔۔" ایک فوجی نے جو کاندھے پر لگے ہوئے
سٹارز سے میجر لگ رہا تھا۔ انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا اور صفدر اسی طرح

سر پر ہاتھ رکھے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ واقعی اس وقت بُری طرح پھنس گیا تھا
کیونکہ تین مشین گنیں اس کے تینوں اطراف سے اس کا احاطہ کئے
ہوئے تھیں۔

میجر لے آگے بڑھ کر بڑے محتاط انداز میں اس کی تلاشی لی۔ لیکن
ظاہر ہے سلیپنگ سوٹ میں کیا چیز ہو سکتی تھی۔

میجر نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے دونوں بازو پکڑ کر نیچے کئے
اور دوسرے لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی اس کی دونوں کلائیوں
میں کلپ ہتھکڑی پڑ چکی تھی۔ اب صفدر مکمل طور پر بے بس ہو گیا تھا۔

"جلدی کرو ۔۔۔ تلاشی لو اور وہ کاغذات ڈھونڈو" ۔۔۔ میجر نے
اُسے کرسی پر دھکا دیتے ہوئے چیخ کر سپاہیوں سے کہا۔ اور ساتھ
ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال کر صفدر کی طرف کر دیا۔ ایک
سپاہی اسی طرح مشین گن اٹھائے کھڑا رہا۔ جب کہ باقی دو سپاہیوں نے
تیزی سے کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

صفدر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ البتہ اس نے جان بوجھ کر چہرے
پر شدید حیرت اور اُلجھن کے تاثرات نمایاں کر رکھے تھے۔ کیونکہ ایسی
سچویشن میں حیرت ظاہر نہ کرنا بھی اُسے مشکوک کر سکتا تھا۔

"سر! ۔۔۔ کمرے میں کوئی چیز نہیں ہے" ۔۔۔ دونوں سپاہیوں
نے تھوڑی دیر بعد اعلان کیا۔

"اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاؤ ۔۔۔ اور باتھ روم میں دھکیل دو۔
یہ خطرناک آدمی ہے ۔۔۔ ہو سکتا ہے اس نے وہاں کوئی ٹریپ لگا
رکھا ہو" ۔۔۔ میجر لے چیختے ہوئے کہا اور دو سپاہیوں نے صفدر

ت پکڑ کر اٹھایا۔ اور پھر اسے دھکیلتے ہوئے باتھ روم کے
ے کی طرف بڑھ گئے۔

میجر نے لات مار کر باتھ روم کا دروازہ کھولا اور دونوں سپاہیوں نے
ت دھکا دے کر صفدر کو اندر دھکیل دیا۔ صفدر لڑکھڑاتا ہوا باتھ
لے درمیان میں جا کھڑا ہوا۔ جب اُسے اندر داخل ہونے پر کچھ نہ
ہوا تو سپاہی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔

"تی لو ہر چیز کی ۔۔۔ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے" ۔۔۔ میجر نے
ہر دیکھتے ہوئے کہا اور دو سپاہی تو وارڈ روب کی طرف بڑھ
یے۔ جب کہ ایک سپاہی اس ٹینکی کی طرف بڑھا جس کے اندر پلاسٹک
فے میں کاغذات موجود تھے۔ اور صفدر نے ہونٹ بھینچ لیے
غ زلزلے کی زد میں آ گیا تھا۔ جو کاغذات اس نے اپنی
یل کر اور نجانے کتنے فوجیوں کو ہلاک کر کے حاصل کئے
تنی آسانی سے اس کے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے۔

ہی نے ٹینکی کے اندر ہاتھ ڈالا اور صفدر کا سانس رُک گیا۔
رے لمحے سپاہی کا ہاتھ خالی باہر آ گیا اور اس کے ساتھ
ل نے ٹینکی بند کر دی۔ اب وہ ایک طرف کونے میں رکھے ہوئے
کی طرف بڑھ گیا۔ جس میں استعمال شدہ واشنگ پیپر بھرے
تھے۔ لیکن صفدر سپاہی کے خالی ہاتھ باہر آنے پر سخت حیران
ے کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ سپاہی کے ہاتھ میں وہ پلاسٹک کا
یوں نہیں آیا۔ حالانکہ وہ کافی بڑا تھا۔

"سر ۔۔۔ یہاں بھی کچھ نہیں ہے" ۔۔۔ وارڈ روب کی تلاشی

لینے والے سپاہیوں نے بھی ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ اور اب
مزید حیران ہو گیا۔ کیونکہ کھلی وارڈروب میں اُسے اپنا وہ لباس
بیگ دونوں نظر نہ آ رہے تھے جو اس نے مشن کے دوران استع
تھا۔ حالانکہ اس نے ان دونوں کو خود الماری کے نچلے خانے میں رکھ

"اوہ! —— یہ کیسے ممکن ہے —— ٹیلی ڈٹیکٹو نے اس کمر
نشاندہی کی ہے —— ٹھہرو! میں دیکھتا ہوں" —— میجر
کہا اور پھر وہ تیزی سے پہلے وارڈروب کی طرف بڑھا۔ اس
اس میں لٹکے ہوئے لباس نکال نکال کر باہر پھینکنا شروع کر دیئے
یہ عام سے لباس تھے۔ میجر نے ان کی جیبیں بھی ٹٹولیں۔ لیکن صف
نے دانستہ ان میں کوئی ہتھیار نہ رکھا تھا۔ اس کے تمام ہتھیار اسی
میں تھے۔ اور وہ بیگ اور سیاہ چُست لباس دونوں واقعی وارڈر
میں موجود نہ تھے۔

وارڈروب سے مایوس ہو کر میجر ٹینکی کی طرف بڑھا۔ اس نے ڈ
اٹھا کر اندر ہاتھ ڈالا اور کافی دیر تک پانی میں ہاتھ گھماتا رہا۔ پھر اچانک
چونک کر اس نے ہاتھ باہر کھینچا تو صفدر نے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ
کے چونکنے پر ہی سمجھ گیا تھا کہ بیگ اُسے مل گیا ہے۔ لیکن دوسر
لمحے وہ ایک بار پھر حیران ہو گیا جب اس نے میجر کا خالی ہاتھ باہر آ
دیکھا۔ میجر نے ہاتھ باہر نکال کر ٹینکی کا ہینڈل گھما دیا اور گڑگڑاہٹ
ساتھ ٹینکی میں بھرا ہوا پانی کموڈ میں بہنے لگا۔ میجر نے اب خالی ٹینکی
کے اندر جھانک کر دیکھا اور پھر منہ بنا کر اس نے ڈھکن ایک دھماک
سے بند کر دیا۔

سے باہر لے آؤ" —— میجر نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا
تیزی سے باہر نکل آیا۔
سپاہی صفدر کو پکڑے باہر آ گئے۔ لیکن اس بار ان کی گرفت بھی
ستانہ تھی۔ اب میجر کمرے کی تلاشی لینے میں مصروف تھا۔ لیکن
کے چہرے پر اصل حیرت تھی۔ کاغذات بھی غائب تھے اور اس
اور بیگ بھی۔ حالانکہ اس نے خود انہیں وہاں رکھا تھا اور
ن کمرے کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا اور عقبی کھڑکی بھی
تھی۔ پھر یہ چیزیں کہاں چلی گئی تھیں۔
ہوں! —— اس کا مطلب ہے کہ ٹیلی ڈٹیکٹو سے غلطی ہو گئی
—— ٹھیک ہے۔ ہتھکڑی کھول دو" —— میجر نے ہونٹ
ہوئے کہا اور ایک سپاہی نے جلدی سے صفدر کی کلائیوں میں
وئی ہتھکڑی کھول دی۔
کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے یہ ساری کارروائی کس لئے
—— " صفدر نے کلائیوں کو ملتے ہوئے خشک لہجے

تو مسٹر اینڈل! —— میرا نام میجر سوبرز ہے اور میرا تعلق ملٹری
وس سے ہے —— میں نے تمہارے کاغذات ہوٹل
کے ریکارڈ میں چیک کئے ہیں۔ وہ کاغذات درست ہیں لیکن
سے دور ایک عمارت سے انتہائی اہم سرکاری کاغذات چوری
ہیں —— اور ان کاغذات کی تلاش کے لئے اس وقت
شہر میں فوج پھیلی ہوئی ہے —— میرے پاس آرڈر ہیں کہ

ہم ہر مشکوک جگہ کی تلاشی لے سکتے ہیں ۔۔۔ اور ہر مشکوک آدمی
کر سکتے ہیں" ۔۔۔ مینجر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے ۔۔۔ اور میں نے بھی سرکاری کام میں مد
نہیں کی۔ کیونکہ میں ایک عام سا سیلز مین ہوں ۔۔۔ میرا اس چیز
کیا تعلق ہو سکتا ہے ۔۔۔ لیکن آپ نے آخر پورے ہوٹل میں
کمرے کو ہی کیوں مشکوک سمجھا" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"دراصل ان کاغذات پر ایک مخصوص مادہ لگا ہوا ہے ۔
ٹیلی ڈیٹیکٹو کے ذریعے چیک کیا جا سکتا ہے ۔۔۔ اور ٹیلی ڈ
نے ہمیں اس کمرے کی نشاندہی کی تھی کہ کاغذات یہاں موجود ہیں
لیکن اب مجھے خیال آرہا ہے کہ ٹیلی ڈیٹیکٹو سے یقیناً غلطی ہو
گو تمہارا قد و قامت اس آدمی سے بالکل ملتا جلتا ہے جس نے
کاغذات چرائے ہیں ۔۔۔ لیکن نہ ہی یہاں سے وہ لباس م
جو اس شخص نے واردات کے وقت پہنا ہوا تھا اور نہ کاغذات
ہیں ۔۔۔ اس لئے ہم تمہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں ۔۔۔ لیکن ج
تک کاغذات دستیاب نہیں ہو جاتے۔ تمہاری نگرانی کی جائے
مینجر نے کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
سپاہیوں نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ سب باہر چلے گئے تو صف
دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اُسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ آخر کا
کہاں گئے۔

چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھلا اور نائٹ مینجر دو سٹیورڈز کے سا
اندر داخل ہوا۔

"مسٹر اینڈل ! ۔۔۔ ہم مجبور تھے ۔۔۔ یہ تمام کارروائی انتہائی
اعلیٰ سرکاری پیمانے پر ہو رہی ہے" ۔۔۔ مینجر نے معذرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ۔۔۔ شہر میں اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ آپ پلیز
مجھے کچھ وہسکی بھجوا دیں" ۔۔۔ صفدر نے زبردستی مسکراتے ہوئے
کہا اور مینجر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

ان کے جانے کے بعد صفدر اٹھا اور تقریباً دوڑتا ہوا باتھ روم
میں داخل ہو گیا۔ اس نے جلدی سے ٹینکی کا ڈھکن اٹھایا۔ اس
کا انداز ایسا تھا جیسے اب اُسے وہ لفافہ مل جائے گا۔ لیکن خالی
ٹینکی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ ڈھکن واپس رکھ کر وارڈروب
کی طرف مڑا۔ لیکن وہ بھی خالی تھی۔ صفدر سر جھکائے واپس کمرے
میں آیا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ انتہائی دل گرفتہ
اور مایوس ہو گیا ہے۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس
کا دماغ خالی خالی سا ہو گیا ہو۔

ابھی وہ بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور سٹیورڈ
ٹرے میں وہسکی کی بوتل اور برف کی ٹرے کے ساتھ ایک خالی جام
رکھے اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹرے اوپر سے بوتل، برف
کی ٹرے اور جام میز پر رکھا اور ٹرے اٹھا کر باہر جانے لگا اور پھر
رک گیا۔

"سر ایجنٹ اس قدر گہری نیند نہیں سویا کرتے جناب" ۔۔۔
سٹیورڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے

اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔

"عمران ——— عمران صاحب آپ" ——— صفدر بری طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں بول رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹ کر کانوں تک پہنچتے پہنچتے رہ گئی تھیں۔

"ارے بوکھلانے کی کیا ضرورت ہے ——— یہاں ڈکٹا فون موجود ہے ——— لیکن میں نے اس پر فی الحال برف کی ٹرے رکھ دی ہے اور تم جانتے ہو کہ ٹھنڈک کی وجہ سے ڈکٹا فون کام نہیں کرتا ——— ویسے تمہارا پلاسٹک والا لفافہ اور تمہارا لباس سب کچھ تمہارے بیڈ کے نیچے موجود قالین کے نیچے رکھے ہوئے ہیں ——— سٹیوارڈ نے جو عمران تھا نے جلدی سے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر کچھ کہتا وہ دروازہ کھول کر باہر جا چکا تھا۔

صفدر چند لمحے تو حیرت سے "صُم بُکم" بنا بیٹھا رہا۔ پھر وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور بیڈ کے نیچے گھس گیا۔ دبیز قالین پر اس نے ہاتھ مارے۔ لیکن اسے کہیں بھی ابھری ہوئی جگہ نظر نہ آئی۔

اسی لمحے دروازے سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"وہ بالکل درمیان میں ہیں ——— لیکن کاغذات ابھی قالین سے باہر نہ نکالنا۔ ورنہ ٹیلی ڈیٹکٹو دوبارہ اس کی نشاندہی کر دے گا۔ پہلے بالس کاغذ کا تھیلا لے آؤ۔ اس میں انہیں ڈال لینا۔ پھر ٹیلی ڈیٹکٹو بے بس ہو جائے گا" ——— اور اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ اور صفدر کھسکتا ہوا بیڈ کے نیچے سے باہر نکل آیا۔

"اصل سپر ایجنٹ تو عمران ہے ——— ورنہ میں تو سب کچھ کرنے کے باوجود آسانی سے پکڑا جا چکا تھا" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے وہسکی کی بوتل اور جام اٹھایا اور باتھ روم میں جا کر اس نے دو بار جام بھر کر اسے کموڈ میں انڈیل دیا اور پھر آدھی بوتل اور استعمال شدہ جام واپس میز پر رکھ کر وہ اطمینان سے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اب وہ واقعی انتہائی مطمئن نیند سونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ظاہر ہے اب اسے عمران کی وہاں موجودگی سے یقینی تحفظ کا احساس ہو رہا تھا۔

کار خاصی تیز رفتاری سے انتہائی چوڑی سڑک پر اڑی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا جب کہ اس کی ساتھ والی سیٹ پر جولیا اور پچھلی سیٹوں پر کیپٹن شکیل، تنویر اور نعمانی بیٹھے تھے وہ سب مقامی میک اپ میں تھے۔ سڑک پر تیز رفتار گاڑیوں کی خاصی آمد و رفت تھی۔ لیکن سڑک اس قدر چوڑی تھی کہ رش کا یا کسی رکاوٹ کا احساس تک نہ ہو رہا تھا۔

"صفدر نے اس بار واقعی انتہائی دلیری سے کام کیا ہے۔ میں تو اس کی جرأت پر حیران ہو رہی تھی ۔۔۔ ورنہ میرے خیال میں تو یہ عمارت ناقابلِ تسخیر تھی" ۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ سپر ایجنٹ ہے جولیا ۔۔۔ اور تم ذرا اس کی تعریف کم کرو ۔۔۔ ورنہ تنویر کی نظروں میں وہ بھی میرے رینک پر آ جائے گا" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم خوامخواہ مجھے ساتھ گھسیٹ لیتے ہو ۔۔۔ ویسے صفدر کی جگہ اگر میں ہوتا تو میں اس سے بھی زیادہ جرأت کا مظاہرہ کرتا" ۔۔۔ تنویر کی آواز عقب سے سنائی دی۔

"تم کیا پلان بناتے" ۔۔۔ ؟ جولیا نے مڑ کر قدرے خشمگین لہجے میں پوچھا جیسے اُسے تنویر کی یہ بات پسند نہ آئی ہو۔

"میں بم پھینکتا ہوا سیدھا اندر گھس جاتا ۔۔۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ ہیلی کاپٹر اڑاتے ہوئے چھت پر اترا ۔۔۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر پر فضا میں ہی فائر کھول دیتے تو سپر ایجنٹ صاحب کی کٹی پھٹی لاش چھت پر پڑی ہوتی" ۔۔۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اور جس طرح تم اندر جانے کے لئے کہہ رہے ہو۔ اس طرح تمہاری لاش کی ایک بوٹی بھی نہ ملتی ۔۔۔ وہ بلڈ ہاؤنڈز کتے تمہارے لئے کافی تھے" ۔۔۔ جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

"ارے جولیا ۔۔۔ ہم جنسوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا ۔۔۔ تم خوامخواہ کی بات کر رہی ہو" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ایک لمحے تک تو سب خاموش رہے۔ لیکن دوسرے لمحے کار میں یکلخت قہقہوں کا جیسے طوفان سا پھٹ پڑا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ اب اگر بکواس کی تو گردن میں گولی مار دوں گا" ۔۔۔ قہقہوں کے درمیان تنویر کی پھاڑ کھانے والی آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

"یہ بکواس نہیں مسٹر تنویر ۔۔۔ یہ فطری اصول ہے" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ تنویر عمران کی بات کا جواب دیتا اچانک کار کے اندر ٹوں ٹوں کی تیز آوازیں گونج اٹھیں ۔ وہ سب یہ آواز سنتے ہی چونک پڑے اور عمران نے جلدی سے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ بڑھایا تو ٹوں ٹوں کی آواز پر ٹائیگر کی آواز غالب آگئی ۔

"ہیلو ہیلو ۔۔۔ اٹ سٹ سپیکنگ ۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"یس ۔۔۔ گٹ مٹ اٹنڈنگ ۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور اس عجیب و غریب کوڈ پر سب بے اختیار مسکرا دیئے ۔ اس بار تنویر بھی مسکرانے میں شریک تھا ۔

"کرنل ہاورڈ کا پتہ میں نے چلا لیا ہے ۔۔۔ وہ سینڈز بیچ پر چھٹیاں منا رہا ہے ۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سینڈز بیچ پر ۔۔۔ لیکن سینڈز بیچ تو وسیع و عریض علاقہ ہے اوور" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یس سر ۔۔۔ لیکن اس کا کیبن وہاں مخصوص ہے وہیں میں وہیں سے ہی بول رہا ہوں ۔۔۔ اس کے ساتھ چار لڑکیاں بھی ہیں ۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"اکٹھی چار ۔۔۔ کمال ہے ۔ یہاں ایک نہیں مل رہی اور وہ چار چار اڑائے ہوئے ہے ۔۔۔ او کے ۔۔۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ایک بار پھر ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ بڑھا کر [illegible] کھینچ لیا۔

"یہ اٹ سٹ اور گٹ مٹ کیا کوڈ ہے" ۔۔۔ جولیا نے

مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کنواروں کا کوڈ ہے لیکن مردانہ ۔۔۔ عورتوں کا کوڈ اٹی سٹی ہوتا ہے ۔۔۔ اٹی سٹی جاتی ہو کسے کہتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تو یہ لفظ پہلی بار سن رہی ہوں" ۔۔۔ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کا بہتر مطلب تنویر بتا سکتا ہے ۔۔۔ کیوں تنویر ۔۔۔؟" عمران نے کہا اور اس بار تنویر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"ہوں ۔۔۔ تو یہ کوئی واہیات الفاظ ہیں ۔۔۔ اب تم اس حد تک گر گئے ہو" ۔۔۔ جولیا نے خشمگیں لہجے میں کہا۔

"ارے ارے ! یہ تو بڑے معصوم الفاظ ہیں ۔۔۔ اٹی کہتے ہیں کپاس کے دھاگے کی ریل کو ۔ اور سٹی ۔ یہ سٹی نہیں سٹی ہوگا ۔ یعنی شہر ۔ یعنی مطلب ہوا کپاس کے دھاگے کا شہر ۔۔۔ واہ کیا خوبصورت ترجمہ ہے" ۔۔۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور اس بار جولیا بھی ہنس پڑی ۔

"عمران صاحب ! ۔۔۔ یہ کرنل ہاورڈ کون ہے" ۔۔۔ پیچھے بیٹھے کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہ بھی کوڈ ہے ۔۔۔ اصل نام ہے کرنل ٹاڈ ۔۔۔ اور دس نمبر کیبن کا مطلب ہے کیبن نمبر دو سو دس" ۔۔۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"تو یہ ہے گٹ مٹ کوڈ ۔۔۔ لیکن یہ کرنل ٹاڈ در اصل ہے کون" ۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ ایکریمین بلیک ایجنٹ ہے ۔۔۔ اور اب تم پوچھو گی کہ یہ

بلیک ایجنٹ کیا ہوتا ہے ــــــ تو میں پہلے ہی بتا دوں کہ بلیک ایجنٹ کا مطلب ہے ٹاپ سپر ایجنٹ ــــــ اور اب تم ٹاپ کے معنی پوچھو گی ــــــ تو ٹاپ کا معنی ہے اونچا ــــــ اور اونچے کے معنی تو تم نے ــــــ" عمران کی زبان چل پڑی۔

"بس بس ــــــ میں سارے معنی سمجھ گئی ہوں ــــــ تم مزید نہ کھاؤ" ــــــ جولیا نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں عمران صاحب ــــــ ایکریمیا میں بلیک ایجنٹ شاید چار یا پانچ ہی ہوں گے ــــــ یہ براہ راست صدر ایکریمیا کے ماتحت ہوتے ہیں ــــــ اور ان کے پاس بلیک کارڈ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ ایکریمیا میں کسی بھی جگہ چاہے وہ کتنی ہی ٹاپ سیکرٹ کیوں نہ ہو، جا سکتے ہیں" ــــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"گڈ! ــــــ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں سبق یاد ہے ــــــ لیکن کپتان صاحب ــــــ وہ ایک مکتب ہوتا ہے ــــــ مکتب کے معنی سکول ــــــ وہ مرزا غالب والا سکول۔ ذہن جسے خلل ہے دماغ کا کہتے ہیں ــــــ مگر وہ لفظ ــــــ یار ایک تو میری یادداشت بھی عین موقع پر کیمرہ لینز کے شٹر کی طرح یکلخت بند ہو جاتی ہے" ــــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آپ شاید عشق کہنا چاہتے ہیں" ــــــ کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کہنے سے ہی بات بن جاتی تو میں اب تک ایسے ہی کنوارہ نہ بیٹھا رہتا ــــــ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا ــــــ یا جو کرتا ہے وہی بھرتا ہے

مطلب ہے خالی جگہ بھرتی ہے ــــــ اور آجکل یہ بھرتی اتنی مہنگی ہو رہی ہے کہ آدمی کو خواہ مخواہ مکان میں تہہ خانہ بنانا پڑ جاتا ہے۔ اور جب تہہ خانہ بنتا ہے تو ــــــ" کار کی سپیڈ سے زیادہ تیز عمران کی زبان چل رہی تھی۔

"تو تمہارا سر ــــــ اب تم نے بکواس کی تو واقعی میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی" ــــــ جولیا نے بری طرح جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ مرزا غالب سچ کہتے ہیں کہ جب سر پھوڑنا ہی ٹھہرا تو پھر تمہارا ہی سنگ آستاں کیوں ہو" ــــــ عمران نے لہک کر کہا۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے سر جھکا لیا۔ اس کے ساتھ ہی کار اس بری طرح لہرائی کہ جولیا جس نے عمران پر ہاتھ چھوڑ دیا تھا یکلخت گھبرا کر چیخ پڑی۔ کیونکہ کار لہراتے ہی سامنے سے آنے والے میوی لوڈ ٹینکر کی طرف تیزی سے بڑھنے لگی تھی۔

"ارے ارے کمال ہے ــــــ تم تو سیٹی والی گڑیا ہو ــــــ واہ! ہاتھ اٹھایا اور سیٹی بج اٹھی" ــــــ عمران نے جلدی سے کار کو موڑتے ہوئے مسکرا کر کہا اور کار ٹینکر سے ٹکراتے ٹکراتے بچ گئی۔ اور جولیا اس بری طرح چیخنے پر خود ہی شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"نجانے تم کس مٹی کے بنے ہوئے ہو ــــــ خوف تو تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکا" ــــــ جولیا نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"مرزا غالب نے کہا ہے کہ ــــــ" عمران پر آج شعر کہنے کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

"میں کہتی ہوں کہ اب تم نے شعر پڑھا تو ــــــ" جولیا یکلخت

پھٹ پڑی۔

"کمال ہے ——— ابھی سے یہ حالت ہے ——— بعد تو تم چاند کو جا[illegible]
کہنے پر بھی پھٹ پڑو گی ——— کیوں تنویر! ——— سوچ لو" ——— عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے چوک پر سے اتنی تیزی
سے کار موڑی کہ کار دو پہیوں پر اٹھ کر کافی دور تک اسی طرح چلتی
گئی۔ اور جولیا نے تو بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ یہ تو شکر تھا کہ
یہاں کے قانون کے مطابق سب نے بیلٹیں باندھ رکھی تھیں ورنہ جولیا
تو لازماً کھڑکی سے باہر گر چکی ہوتی۔

"اگر اجازت دو تو اس پر میں ایک شعر سنا دوں" ——— عمران نے
کار کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! ——— آپ خوامخواہ مس جولیا کو ڈرانے کی کوشش
کر رہے ہیں ——— یہ آپ سے بھی زیادہ سپیڈ میں کار چلا سکتی ہیں"
کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے کمال ہے ——— تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا ——— میں خوامخوا[ہ]
کار کے ٹائروں کو گھساتا رہا" ——— عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے
اس پر شدید مایوسی طاری ہو گئی ہو۔

"تو آپ کرنل ٹاڈ کی جگہ خود لینا چاہتے ہیں ——— تاکہ ریڈ ٹاک کی
لیبارٹری میں آسانی سے داخل ہو سکیں" ——— کیپٹن شکیل نے
موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ ریڈ ٹاک کی لیبارٹری میں بلیک
ایجنٹ بھی داخل نہیں ہو سکتا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو اس قدر خفیہ رکھی ہوئی ہے لیبارٹری" ——— کیپٹن شکیل
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو پھر تم اس کرنل ٹاڈ کے پیچھے کیوں جا رہے ہو" ——— جولیا
نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے اس سے گر اوچھلنے ہیں جس سے وہ چار چار رکھے ہوئے
ہے" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جولیا تو منہ بنا کر
رہ گئی البتہ باقی سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"عمران صاحب! ——— صفدر اب کیا کرے گا" ——— یکلخت
نعمانی نے سوال کیا۔ وہ اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گا اور کیا کرے گا" ——— عمران نے
منہ بنا کر جواب دیا اور ایک بار پھر قہقہہ کار میں گونج اٹھا۔

"میرا خیال ہے کہ صفدر اب نقشہ حاصل کرنے کے بعد سیدھا
لیبارٹری پر اٹیک کرے گا" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"نہیں ——— وہ ذہین آدمی ہے ——— اس طرح کی حماقت نہیں
کر سکتا ——— یہ تو سراسر خودکشی ہو گی" ——— نعمانی نے کہا۔

"کیوں! ——— اس میں حماقت کی کیا بات ہوئی ——— اس نے
عمارت میں داخل ہو کر کونسی حماقت کی تھی ——— جرات کئے بغیر کچھ
نہیں بنتا" ——— تنویر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ لیبارٹری صحرائے تابتی میں ہے ——— اور یہ صحرا ایسا ہے کہ
یہاں ہر وقت ریت کے طوفان چلتے رہتے ہیں ——— اور کرنل ٹاڈ
اس دنیا میں واحد آدمی ہے جو اس صحرا میں بنے ہوئے خفیہ ریسرچ

کے ایکریمین ادارے میں بغیر کسی پوچھ گچھ کے داخل ہوسکتا ہے"۔۔۔۔
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ تو یہ چکر ہے"۔۔۔۔ جولیا نے ایک طویل سانس
لیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو واقعی بڑی دور کی بات سوچی ہے عمران صاحب آپ نے
کیا کرنل ٹاڈ قابو میں آجائے گا"۔۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے ہنستے
ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو جولیا کو ساتھ لئے جارہا ہوں۔۔۔ ہوسکتا ہے کہ چار
کے بعد پانچویں کا بھی سکوپ بن جائے"۔ عمران نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا۔

"اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے کیا"۔۔۔؟ جولیا نے ہونٹ چباتے
ہوئے پوچھا۔

"بتایا تو ہے گر پوچھنا ہے۔۔۔ میرے ساتھ ساتھ تنویر کے بھی کام
آجائے گا"۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو تم ابھی بتانا نہیں چاہتے۔۔۔ ٹھیک ہے۔ پھر تم خود ہی
بھگتتے رہنا"۔۔۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا اور کھڑکی سے
دوسری طرف دیکھنے لگی۔

عمران نے کار ایک پٹرول پمپ کے ساتھ بنے ہوئے ایک کیفے
کے سامنے روک دی۔

"آؤ کچھ پیٹ پوجا کرلیں۔۔۔ پوجا کئے بغیر کام نہیں چلتا"۔۔۔
عمران نے کار سے اترتے ہوئے کہا اور وہ سب بھی سر ہلاتے ہوئے

کار سے نیچے اتر آئے۔ انہیں بھی واقعی طلب محسوس ہورہی تھی۔
کیفے میں چند ہی گاہک تھے۔ چنانچہ آرڈر دیتے ہی سینڈوچز اور
برگر ان کی میز پر سپلائی کردیئے گئے۔ اور وہ سب اس طرح کھانے
میں مصروف ہوگئے جیسے اتنا لمبا سفر انہوں نے یہی چیزیں کھانے
کے لئے ہی طے کیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہوکر انہوں نے بلیک کافی پی اور پوری طرح
تازہ دم ہوکر دوبارہ کار میں آبیٹھے۔

"کہتے ہیں کہ بھوکے پیٹ عشق بھی نہیں ہوسکتا۔۔۔ میں نے
سوچا کہ چلو عشق ہو نہ ہو۔۔۔ پیٹ بیچارے کو تو کچھ نہ کچھ مل جائے
یہ نہ ہو کہ عشق کرتے کرتے پیٹ سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔۔۔ کیوں
تنویر"۔۔۔ عمران نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے مڑ کر تنویر
سے کہا۔

"فضول بکواس کرنے کی عادت ہوگئی ہے تمہیں"۔۔۔ تنویر
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سن لیا جولیا!۔۔۔ اب یہ صاحب عشق کو فضول بکواس کہہ
رہے ہیں"۔۔۔ عمران نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن
جولیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ منہ پھیرے بیٹھی رہی۔

"بھئی اس قدر ناراضگی اچھی نہیں ہوتی۔۔۔ اب تنخواہ میں گذارہ
نہیں ہوتا تو میں کیا کرسکتا ہوں"۔۔۔ عمران نے جھلاتے ہوئے
شوہر کی طرح کہا اور جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"تم واقعی ڈھیٹ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہو"۔۔۔ جولیا نے

ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ اسی لئے تم اس یونیورسٹی کی اعزازی ڈگریاں بانٹتی پھر رہی ہو ۔۔۔ اچھا سنو! ۔۔۔ اگلے موڑ کے بعد ہم سینڈ بیچ پہنچ جائیں گے ۔۔۔ جولیا! ۔۔۔ تم نے کیبن نمبر دو سو دس میں جانا ہے اور کرنل ٹاڈ کو کسی طرح اس جگہ لے آنا ہے جہاں ہم موجود ہوں گے" ۔۔۔ عمران نے بات کرتے کرتے اچانک سنجیدہ ہو کر کہا جیسے اس نے کبھی مذاق ہی نہ کیا ہو۔

"اوہ! ۔۔۔ تو تم اسے اغوا کرنا چاہتے ہو" ۔۔۔ جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں اس کا حیدر آبادی اچار ڈالوں گا ۔۔۔ سنا ہے کہ بہت لذیذ ہوتا ہے" ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کار کو سائیڈ پر جانے والی سڑک پر ڈال دیا اس سائیڈ روڈ کے کنارے پر سینڈ بیچ کا بہت بڑا بورڈ لگا ہوا تھا اور کافی کاریں ادھر آ جا رہی تھیں۔

"مجھے تفصیل بتاؤ تاکہ میں اس کے مطابق کرنل ٹاڈ کو ڈیل کروں" ۔۔۔ جولیا نے اس بار خشک لہجے میں کہا۔

"کرنل ٹاڈ بلیک ایجنٹ ہے اور کیپٹن شکیل نے تمہیں بلیک ایجنٹ کی تفصیل بتا دی ہے ۔۔۔ یوں سمجھو کہ وہ انتہائی عیار۔ ذہین اور کائیاں آدمی ہے اسے آسانی سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا ۔۔۔ ٹائیگر کیبن نمبر تین سو بارہ میں موجود ہے۔ تم نے کرنل ٹاڈ کو اس طرح ڈیل کرنا ہے کہ وہ تمہیں ٹائیگر تک لے جانے پر رضامند ہو جائے۔ اس دوران نعمانی میرے ساتھ رہے گا جبکہ کیپٹن شکیل اور تنویر اس کے کیبن میں موجود لڑکیوں کو اگر وہ اندر ہوئیں تو باہر لے جائیں گے اور میں کیبن میں داخل ہو کر کرنل ٹاڈ کے سامان کی تلاشی لوں گا ۔۔۔ نعمانی نگرانی کریگا تاکہ کرنل ٹاڈ اچانک واپس نہ آ جائے ۔۔۔ یہ ہے سارا پروگرام ۔۔۔ میں نے اس کارڈ کو ایک نظر دیکھنا ہے جسے بلیک کارڈ کہتے ہیں اور بس" ۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم کارڈ کا فوٹو کھینچو گے ۔۔۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"مس جولیا! ۔۔۔ بلیک کارڈ ایسا کارڈ ہے جس کی نہ نقل کی جا سکتی ہے نہ اس کا فوٹو اتارا جا سکتا ہے اور نہ یہ اڑایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ فوراً کارڈ ہولڈر کی نشاندہی کرنل ٹاڈ کو کر دیتا ہے اس لئے میں نے صرف اسے ایک نظر دیکھنا ہے ۔۔۔ کرنل ٹاڈ اس کارڈ کی حفاظت اس طرح کرتا ہے کہ وہ اسے اپنے پاس رکھنے کی بجائے اپنے مخصوص بریف کیس کے ایک انتہائی خفیہ خانے میں رکھتا ہے اور صرف انتہائی شدید ترین ضرورت کے لئے اسے استعمال کرتا ہے" ۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس بار سب نے واقعی سنجیدگی سے سر ہلا دیئے۔ وہ عمران کی بات سمجھ گئے تھے۔ عمران شاید اسے دیکھ کر ویسا نقلی کارڈ تیار کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے استعمال کر سکے۔

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کرنل ٹاڈ کو ہی اغوا کر لو ۔۔۔ وہ ہم میں سے کسی کی قد و قامت سے تو ملتا جلتا ہو گا" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"اسے چھیڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔۔۔ ہمیں صرف بلیک کارڈ چاہیے اور بس ۔۔۔ اور جب میں اسے دیکھ لوں گا تو پھر وہ آسانی سے بن جائے گا" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں بعد وہ واقعی سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں پارکنگ میں بے شمار کاریں کھڑی تھیں اور ہر طرف ساحل پر رنگین چھتریاں پھیلی ہوئی تھیں۔ جس کے نیچے عورتیں اور مرد اس طرح پڑے تھے جیسے مگرمچھ سمندر سے نکل کر ساحل پر دنوں کے حساب سے بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔

عمران نے کار پارکنگ میں روکنے کی بجائے کیبنوں کی طرف جانے والی پتلی سی سڑک پر ڈال دیا۔ تقریباً چار کلو میٹر آگے جانے کے بعد دور سے ساحل کے کنارے پھیلے ہوئے مختلف رنگوں کے جدید ترین کیبن نظر آرہے تھے۔

عمران نے کار ریت کے ایک ٹیلے کے پیچھے روک دی۔ اور ان سب کو اترنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی نیچے اتر آیا۔

"یہ سن لو کرنل ٹاڈ کو معمولی سا شک بھی پڑ گیا تو پھر یہاں خون کی ہولی بھی کھیلی جا سکتی ہے ——— وہ ایسا ہی آدمی ہے ——— اس لئے سب لوگ انتہائی محتاط رہیں گے" ——— عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیئے۔ ظاہر ہے جس کے متعلق عمران کے یہ خیالات ہوں۔ وہ واقعی کوئی خاص ہی چیز ہو سکتی ہے۔ ورنہ عمران تو بڑوں بڑوں کو گھاس ڈالنے کا عادی نہ تھا۔

صفدر نے بڑے اطمینان سے کاغذات تھیلے میں سے نکالے ... پھر لائٹر جلا کر اس نے ان کو آگ دکھا دی۔ لیکن باوجود کوشش کے ... کاغذات کا ایک کنارہ تک نہ جل سکا۔ ان پر شاید ایسا کیمیکل لگایا گیا ... تاکہ وہ آگ پکڑ ہی نہ رہے تھے۔

صفدر نے ہونٹ بھینچے اور لائٹر بند کر کے جیب میں ڈالا اور پھر ... کاغذات کو واپس تھیلے میں ڈال کر اس نے جلدی سے تھیلا پانی کی ٹینکی ... میں ڈالا اور ڈھکن بند کر کے وہ باتھ روم سے باہر آ گیا۔ باہر میز پر اس ... مخصوص بیگ پڑا ہوا تھا۔ یہ سفری سیلز مینوں جیسا بیگ تھا۔ صفدر ... پہلے ہی چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے اس نے کاغذات جلانے کی ... کوشش کی تھی۔ لیکن جب کاغذات نہ جلے تو اس نے انہیں یہیں ... چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ان کا اچھی طرح مطالعہ کر لیا تھا ... وہ اب اس کے لئے بے کار تھے۔ اور وہ نہ چاہتا تھا کہ کسی جگہ

تلاشی کے دوران وہ اس سے برآمد ہو جائیں۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ
کاغذات کی تلاش ابھی تک مسلسل جاری ہو گی۔ یہ کاغذات اس قدر
تھے کہ ان کی تلاش اتنی آسانی سے ترک نہ کی جا سکتی تھی۔ صفدر کو معلوم
تھا کہ جو جیسے ہی کاغذات وہ خاکی تھیلے سے باہر نکالے گا اسی وقت
وہ ٹیلی ڈیٹیکٹو ان کی نشاندہی کر دے گا۔ اور پھر ملٹری سیکرٹ سروس والے
پاگلوں کی طرح دوڑ پڑیں گے۔ اس لئے اس نے کاغذات کو چلانے
کے لئے اپنے کمرے کے ساتھ والے دو کمرے چھوڑ کر ایک خالی کمرے
کا انتخاب کیا تھا۔ اس کمرے کا مسافر دو روز سے کہیں گیا ہوا تھا
اور بند دروازہ کھولنا صفدر کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ چنانچہ اپنا
کمرہ چھوڑ کر اس نے بیگ اٹھایا اور اپنے کمرے سے نکل کر اس
کمرے میں آگیا تھا۔ اور اب کاغذات اس کمرے کے باتھ روم کی ٹینکی
میں چھوڑ کر وہ جلدی سے کمرے سے باہر آگیا اور اطمینان سے لفٹ
کی طرف بڑھنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ نیچے ہال میں پہنچ گیا اور اسی
لمحے ہال کے مین گیٹ سے چار مسلح فوجی آندھی اور طوفان کی طرح
دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان کا رُخ لفٹ کی طرف تھا
انہوں نے رُکنے یا کسی سے پوچھنے کی تکلیف نہ کی تھی۔

صفدر مسکراتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ اس نے کاؤنٹر پر چابی دی
اپنے کاغذات لئے اور پھر بائی بائی کر کے بیرونی گیٹ کی طرف
بڑھ گیا۔

ہوٹل سے باہر فوج کا سخت ترین پہرہ تھا۔ کسی کو ہوٹل سے باہر
نہ جانے دیا جا رہا تھا۔ اس لئے صفدر کو بھی مجبوراً دوسروں کے ساتھ

ایک سائیڈ پر رکنا پڑا۔

اسی لمحے ایک فوجی جیپ تیزی سے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئی اور
سیدھی مین گیٹ کے سامنے رُک گئی۔ اس میں سے جو آدمی باہر نکلا صفدر
نے دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ یہ میجر سوبرز تھا۔ جو صفدر کے کمرے کی
تلاشی لے چکا تھا۔ میجر سوبرز جیپ سے اترتے ہی بھاگتا ہوا ہوٹل کے
اندر داخل ہو گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ——— کیوں انہوں نے ہمیں روکا ہوا ہے"۔؟
صفدر نے پاس کھڑے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کوئی اہم سرکاری دستاویزات چوری ہو گئی ہیں ——— اور فوج کا
اندازہ ہے کہ یہ دستاویزات اس ہوٹل میں کسی کے پاس موجود ہیں"۔
اس آدمی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور صفدر کندھے اچکا
کر رہ گیا۔

پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد میجر گیٹ سے باہر آیا۔ اس نے ایک نظر
وہاں موجود لوگوں کو دیکھا۔

"ان کو جانے دو" ——— میجر سوبرز نے اونچی آواز سے گیٹ اور
پھاٹک کے گرد کھڑے فوجیوں سے کہا اور وہ سب تیزی سے ایک طرف
ہٹتے گئے اور لوگ اس طرح تیزی سے بیرونی گیٹ کی طرف لپکنے
لگے جیسے انہیں خطرہ ہو کہ میجر دوبارہ نہ انہیں روک لے۔ لیکن صفدر
بجائے بیرونی گیٹ کی طرف جانے کے میجر سوبرز کی طرف بڑھ گیا۔

"سر ——— میں نے ہوٹل چھوڑ دیا ہے ——— اور اب میں ہوسٹل
پہنچنا چاہتا ہوں ——— کیا مجھے اجازت ہے" ——— صفدر نے میجر

سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ تم ـــ ہونہہ ـــ تو تم جا رہے ہو ـــ اور تم نے جیسے ہی کا
چھوڑا۔ ہمیں کاغذات بھی مل گئے ـــ یہ عجیب اتفاق ہے" ـــ
نے غور سے صفدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کاغذات مل گئے ـــ اچھا چلو شکر ہے ـــ کہاں سے
صفدر کی اداکاری واقعی بے حد نیچرل تھی۔

"تمہارے کمرے سے تیسرے کمرے میں موجود تھے ـــ ٹیلی ڈیٹیکٹو
ابھی تھوڑی دیر پہلے اچانک ان کی نشاندہی کی ہے ـــ ویسے تم
ہوسٹن کیوں جا رہے ہو" ـــ میجر نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! ـــ آپ نے میرے کاغذات دیکھے ہیں ـــ میں دوا کمپ
کا ایجنٹ ہوں ـــ میرا تو بزنس ہی سفر کرنا ہے" ـــ صف
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ ہم نے تمہاری دوا ساز کمپنی سے بھی معلومات
تھیں ـــ تم ان کے پرانے آدمی ہو ـــ اوکے! تم جا سکتے ہو۔
اگر ہمیں ضرورت محسوس ہوئی تو ہم خود تمہیں ڈھونڈ لیں گے" ـــ
میجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب! ـــ ویسے آپ جب بھی مجھے یاد کریں گے میں
حاضر ہو جاؤں گا ـــ میں تو ہر وقت خدمت کے لئے تیار ہوں"
صفدر نے بڑے نرم اور عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ ٹھیک ہے" ـــ میجر نے جان چھڑانے
کے سے انداز میں کہا اور خود جلدی سے فوجی جیپ میں سوار ہو گیا دوسرے

لمحے جیپ مڑ کر بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

صفدر اطمینان سے چلتا ہوا بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا اس نے
ابھی ہوسٹن جانا تھا کیونکہ اس کے ذہن میں ایک پلاننگ تھی اور وہ
اب اس پلاننگ پر عمل کرنا چاہتا تھا۔

ہوٹل سے نکل کر اس نے ٹیکسی پکڑی اور سیدھا ایئر پورٹ کی طرف
گیا۔ اس نے ہوسٹن کے لئے ٹکٹ پہلے ہی حاصل کر لی تھی اور فلائٹ
نے میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔

ایئر پورٹ پہنچ کر وہ سیدھا بکنگ کاؤنٹر کی طرف جانے کی بجائے
ایئر پورٹ کیفے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں نے ایک فون کرنا ہے" ـــ صفدر نے کیفے کے کاؤنٹر پر
بڑے با اخلاق لہجے میں کہا۔

"اوہ یس سر! ـــ ضرور کیجئے" ـــ کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے
ٹیلیفون صفدر کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو" ـــ صفدر نے کہا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے
شروع کر دیئے۔

"یس راجر ٹریڈرز" ـــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک
آواز سنائی دی۔

"مسٹر ملٹن سے بات کرائیں ـــ میرا نام اینڈل ہے ـــ میں
ایئر پورٹ سے بول رہا ہوں" ـــ صفدر نے کہا۔

"ہولڈ آن کیجئے" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا اور چند لمحوں بعد
رسیور سے ایک اور آواز ابھری۔

"یس ہلٹن سپیکنگ" ۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ خاصا کرخت تھا۔

"مسٹر ہلٹن ۔۔۔ میں اینڈل بول رہا ہوں ۔۔۔ میں ہوسٹن جا رہا ہوں ۔۔۔ آپ میرا پیکٹ ایئرپورٹ پر بھیج دیں۔ میں یہاں موجود ہوں" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے پہنچ جائے گا مسٹر اینڈل" ۔۔۔ دوسری طرف سے ہلٹن نے کاروباری انداز میں جواب دیا اور صفدر نے تھینک یو کہہ کر رسیور رکھا اور جیب سے ایک چھوٹا نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھا اور پھر واپس مڑ گیا۔

صفدر نے بورڈنگ کارڈ بنوایا اور پھر پسنجر لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے بیگ سے ایک رسالہ نکالا اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد ایک خوبصورت سی لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"مسٹر اینڈل" ۔۔۔ لڑکی نے مسکرا کر صفدر سے کہا۔

"اوہ ہاں" ۔۔۔ صفدر نے چونک کر جواب دیا۔

"میرا نام لوسیا ہے ۔۔۔ اور مجھے مسٹر ہلٹن نے بھیجا ہے" ۔۔۔ لوسیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور صوفے پر صفدر کے قریب بیٹھ گئی۔

"اوہ اچھا اچھا ۔۔۔ لیکن آپ جیسی خوبصورت لڑکی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی ۔۔۔ مجھے تو اپنا سفر بھی ملتوی کرنا پڑے گا" ۔۔۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں میری تعریف کی ہے ۔۔۔ مجھے اگر پہلے پتہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ ہی چل پڑتی ۔۔۔ یہ لیجیے

پیکٹ" ۔۔۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہینڈ بیگ سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر صفدر کی طرف بڑھا دیا۔ صفدر نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لیا اور جیب میں ڈال لیا۔

"اوکے ۔۔۔ مجھے اجازت" ۔۔۔ لوسیا نے اٹھتے ہوئے کہا اور صفدر کے سر ہلانے پر وہ مسکراتی ہوئی واپس مڑ گئی۔ صفدر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

جب وہ لڑکی پسنجر لاؤنج سے باہر نکل گئی تو صفدر بیگ اٹھائے کرسی سے اٹھا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر نے باتھ روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور پھر جیب سے پیکٹ نکال کر اسے کھولنے لگا۔ پیکٹ کے اندر کسی نارمن نامی شخص کے کاغذات تھے۔ گرین کارڈ۔ آئیڈنٹی کارڈ اور دوسرے کاغذات۔ ان کاغذات کے مطابق نارمن ہوسٹن کے محکمہ موسمیات میں اسسٹنٹ منیجر تھا۔ صفدر غور سے نارمن کی تصویر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بیگ کھولا اور اس میں سے میک اپ کا سامان نکالا اور باتھ روم کے آئینے کے سامنے رکھ کر اس نے پہلے اپنا میک اپ صاف کیا اور پھر اپنے چہرے پر نارمن کا میک اپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ مکمل طور پر نارمن کے میک اپ میں آ گیا تھا۔ اس نے بیگ میں سے اپنے اینڈل والے کاغذات نکالے ان کو اس طرح پیکٹ میں پیک کیا جیسے نارمن کے کاغذات والا پیکٹ تھا۔ پھر اس پیکٹ کو جیب میں ڈال کر وہ بیگ اٹھائے اطمینان سے باتھ روم سے نکل کر واپس پسنجر لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا۔ ابھی فلائٹ جانے

میں تقریباً پندرہ منٹ باقی تھے کہ ایک نوجوان اس کے قریب آکر رُکا۔

"مسٹر نارمن! — کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں" — نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں — اچھی طرح — آپ فلیک ہیں" — صفدر نے اُٹھ کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ویری گڈ! — آپ کی یادداشت واقعی غضب کی ہے حا... آپ سے پچھلی ملاقات کو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا ہے۔ میں یہاں اپنے ایک دوست کو سی آف کرنے آیا تھا۔ آپ کو دیکھا تو یہاں آگیا" — نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ فلیک" — صفدر نے کہا اور جیب سے اینڈل والے کاغذات کا بنڈل نکال کر خاموشی سے نوجوان کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لیجئے نارمن کی ٹکٹ — اور وہ اینڈل والا بورڈنگ کارڈ مجھے دے دیجئے" — نوجوان نے جیب سے ٹکٹ نکالتے ہوئے کہا اور صفدر نے سر ہلاتے ہوئے جیب سے بورڈنگ کارڈ نکالا، اور نوجوان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس سے ٹکٹ وہ پہلے ہی لے چکا تھا۔

نوجوان نے بورڈنگ کارڈ جیب میں ڈالا اور صفدر سے مصافحہ کر کے اس طرح ہنستا ہوا واپس مڑ گیا جیسے اُسے صفدر سے مل کر واقعی دلی خوشی ہو رہی ہو۔ اس کے پسنجر لاؤنج سے جانے کے بعد صفدر بھی اٹھا اور پسنجر لاؤنج سے نکل کر واپس بکنگ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ نارمن کے نام کا بورڈنگ کارڈ لئے دوبارہ پسنجر لاؤنج

...پہنچ چکا تھا۔ اب اینڈل تو سرکاری طور پر یہیں رہ گیا تھا اور صفدر ...من کی شکل میں یہاں سے ہوسٹن روانہ ہو رہا تھا۔ اگر تفتیش بھی کی جاتی ...تو یہی پتہ چلتا کہ اینڈل نے اچانک پرواز کا فیصلہ منسوخ کر کے ٹکٹ ...سل کروا دیا تھا۔ اس طرح صفدر اب ہر لحاظ سے محفوظ ہو چکا تھا۔

راجر ٹریڈرز کے دفاتر پورے امریکہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور ...ہر وہ ریڈی میڈ گارمنٹس کا کام کرتی تھی۔ لیکن در پردہ اس کا دھندہ ...بھی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نارمن واقعی کوئی شخص ہوگا جو راجر ٹریڈرز ...مبر ہوگا اور وقتی طور پر غائب ہو جانے پر اسے بھاری معاوضہ مل ...یا ہوگا۔ جس طرح اینڈل واقعی ایک دوا کمپنی کا سیلز مین تھا۔ ...صفدر جتنا وقت یہاں رہا تھا، اینڈل بھاری معاوضہ لے کر انڈر گراؤنڈ ...ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میجر سوبرز کو دوا کمپنی سے یہی اطلاعات ...ملی تھیں کہ اینڈل ان کا پرانا ایجنٹ ہے۔ انہوں نے اس کے فوٹو ...کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ اس طرح ہر قسم کے شک و شبہے سے انسان ...بچ جاتا تھا اور جس مشن پر صفدر تھا وہاں اس قسم کا انتظام انتہائی ...ضروری تھا۔ ورنہ جعلی کاغذات کی بنا پر کسی بھی لمحے وہ گرفت میں ...آ سکتا تھا۔

اس کی فلائٹ کا اعلان ہونے لگا تو وہ اٹھا اور جہاز پر سوار ہونے کے لئے آؤٹ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ تقریباً چار گھنٹوں کی مسلسل ...پرواز کے بعد صفدر ہوسٹن کے ائیرپورٹ کی عظیم الشان عمارت سے ...باہر نکل رہا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے ٹیکسی پکڑی اور ساؤتھ ...ایریا میں فورسٹار اسکوائر کا پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔ نارمن کا فلیٹ فورسٹار اسکوائر

میں ہی تھا۔
تھوڑی دیر بعد وہ اسکوائر کی تیسری منزل میں واقع نارمن کے لگژری فلیٹ میں پہنچ چکا تھا۔ یہ فلیٹ ہر لحاظ سے ایک لگژری فلیٹ تھا صفدر نے بڑے اطمینان سے بیگ الماری میں رکھا اور پھر وہاں موجود میز کی دراز کھولی۔ اس کے اندر ایک چھوٹی سی ڈائری موجود تھی۔ اس نے ڈائری نکالی اور کرسی پر بیٹھ کر اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا اس ڈائری میں نارمن نے اپنے ہاتھ سے اپنے دفتر کے تمام حالات تفصیل سے لکھے ہوئے تھے۔ وہاں موجود دوسرے ساتھیوں کے نام۔ ان کے حلیئے۔ اپنے دفتر تک پہنچنے کا نقشہ۔ اپنے دستخط غرضیکہ اس میں ہر وہ تفصیل موجود تھی جس کی صفدر کو بطور نارمن ضرورت پڑ سکتی تھی۔

صفدر نے اچھی طرح ڈائری کا مطالعہ کیا اور پھر ڈائری واپس دراز میں رکھ کر اس نے اس کے ساتھ رکھی ہوئی ٹیپ اٹھائی اور اسے میز پر رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈ میں لگا کر سننے لگا۔ یہ ٹیپ نارمن کی آواز کی تھی۔ صفدر اس کا لہجہ اور انداز گفتگو سنتا رہا۔ پھر اس نے ٹیپ بند کی اور وارڈروب کھول کر اس میں لٹکی ہوئی یونیفارم نکال کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ باتھ روم سے نکلا تو خوبصورت سی یونیفارم اس کے جسم پر موجود تھی۔ اس نے نارمن کے کاغذات کا پیکٹ کھولا اور اس میں موجود کاغذات جیب میں ڈالے اور پھر فلیٹ سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بس میں بیٹھا نارمن کے دفتر کی طرف

بڑھا جا رہا تھا۔
نارمن کا دفتر ہوسٹن کے شمالی حصے میں ایک عظیم الشان عمارت میں واقع تھا۔ یہ ساؤتھ ایکریمیا میں محکمہ موسمیات کا سنٹرل آفس تھا۔ یہاں ساؤتھ ایکریمیا میں موجود تمام علاقوں کے بارے میں موسمیاتی ریکارڈ کی تفصیلات موجود تھیں۔ اور صفدر کو اسی سنٹر سے صحرائے تاپتی کی موسمیاتی رپورٹ کا ریکارڈ چاہیئے تھا۔ وہ اگر چاہتا تو نارمن کے ذریعے یہ ریکارڈ آسانی سے حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن بحیثیت سپر ایجنٹ وہ اس قسم کی حرکت نہ کر سکتا تھا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسے رپورٹ غلط ملتی یہ راز لیک آؤٹ ہو جاتا۔ اس لئے نارمن کو بھی معلوم نہ تھا کہ ایک روز کے لئے صفدر جب نارمن بن کر اس کی جگہ کام کرے گا تو اس کا مقصد کیا ہوگا۔

اور جب چار بجے صفدر عمارت سے باہر نکل کر فلیٹ میں جانے کے لئے بس میں بیٹھا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات موجود تھے۔ اس نے اس رپورٹ کو وہاں سے اڑایا نہ تھا۔ بلکہ اس نے اس کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کیا تھا۔ اور اب یہ رپورٹ اس کے ذہن میں پوری طرح محفوظ تھی۔

فلیٹ پہنچ کر صفدر نے بڑے اطمینان سے نارمن کے کاغذات بھی کے ساتھ میز کی دراز میں رکھے۔ اس کی یونیفارم اتار کر وارڈروب میں لٹکائی اور پھر ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

یس — راجر سپیکنگ — چند لمحوں بعد ایک کاروباری سی

آواز سنائی دی۔

"مسٹر ہلٹن سے بات کرائیے ـــــ میں نارمن بول رہا ہوں" ـــــ صفدر نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔ لہجہ بالکل نارمن کی طرح کا تھا۔

"یس ـــ ہولڈ کیجئے" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں بعد رسیور پر کرخت آواز سنائی دی۔

"یس ـــ ہلٹن بول رہا ہوں" ـــــ بولنے والے کا لہجہ کرختگی کے ساتھ ساتھ سپاٹ بھی تھا۔

"مسٹر ہلٹن! ـــ میں نارمن بول رہا ہوں ـــــ صحرائے تاپتی میں محکمہ موسمیات کا ایک ریسرچ ادارہ موجود ہے ـــ کیا آپ کا سلسلہ وہاں ہے" ـــــ صفدر نے کہا۔

"صحرائے تاپتی میں ـــ اوہ نو ـــ وہاں آج تک کسی کو کوئی کام ہی نہیں پڑا مسٹر نارمن" ـــــ دوسری طرف سے ہلٹن کی آواز سنائی دی۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــ میں خود ہی بندوبست کر لونگا۔ بہرحال میں ابھی چھٹی پر جا رہا ہوں ـ تھینک یو" ـــــ صفدر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اور خود بیگ اٹھائے باتھ روم میں گھس گیا۔ اس نے بیگ کے خفیہ خانے سے ایک اور بنڈل نکالا، اس میں بھی ایک شخص ٹام کے کاغذات تھے۔ یہ کاغذات بالکل اصل تھے۔ اور ٹام ایکریمیا میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایجنٹ تھا جسے خفیہ طور پر ایکریمیا سے باہر بھیج دیا گیا تھا۔ اور اب اس کیس میں اس کی جگہ صفدر نے مستقل طور پر لینی تھی۔ کاغذات کے مطابق ٹام ایک دولتمند نوجوان تھا جس کی

ایک سرمایہ کاری کمپنی تھی۔ جہاں سے اسے لمبی رقم ہر ماہ مل جاتی تھی اور وہ صرف عیش و عشرت کرنے اور گھومنے پھرنے میں ہی وقت گذار دیتا تھا۔

صفدر نے ان کاغذات کا پوری تفصیل سے مطالعہ کیا اور پھر اس نے بیگ میں سے میک اپ باکس نکال کر اپنے چہرے پر ٹام کا مستقل میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ اسے معلوم تھا کہ اب اس نے مستقل طور پر ٹام کے روپ میں رہنا ہے۔ اور نجانے اس کے میک اپ کو کہاں کہاں چیک کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس بار وہ ایسا میک اپ کر رہا تھا جو مستقل تھا۔ اور عمران کی ہی نکالی ہوئی ترکیب کے مطابق وہ ٹام کا ڈبل میک اپ کر رہا تھا تاکہ اگر کہیں کسی بھی وجہ سے میک اپ ختم بھی ہو جائے تو نیچے سے پھر ٹام ہی کا میک اپ نکلے۔ اس طرح میک اپ واش کرنے والے چکر کھا جاتے تھے وہ یہی سمجھتے تھے کہ میک اپ صاف نہیں ہوا۔

اطمینان سے ڈبل میک اپ کرنے کے بعد اس نے بیگ میں سے نیا لباس نکال کر پہنا۔ اور بیگ میں موجود مخصوص قسم کا اسلحہ اس نے کوٹ کی جیبوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ کاغذات اور ایک جدید طرز کا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر بھی بیگ سے نکال کر جیب میں رکھنے کے بعد اس نے بیگ بند کیا اور آئینے میں ایک نظر اپنے چہرے کو دیکھنے کے بعد وہ بیگ اٹھائے تیزی سے مڑا۔ باتھ روم سے نکل کر وہ کمرے تک آیا اور پھر کمرے کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ آٹومیٹک لاک اس نے لگا دیا تھا۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"یہ چارٹرڈ کمپنی کے دفتر لے چلو" ــــــ صفدر نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایئر چارٹرڈ کمپنی کے دفتر میں تھا۔

"یس سر! ــــ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" ــــ مینجر نے بڑے کاروباری لہجے میں پوچھا۔

"کیا آپ کے پاس کوئی چھوٹا لیکن جدید قسم کا ایئر کرافٹ ہے ــــ؟ ایسا ایئر کرافٹ جو ہوائی اڈے کے ساتھ ساتھ کسی سڑک یا میدان چاہے وہ میدان ریتلا ہی کیوں نہ ہو، آسانی سے اتر سکے" ــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کہاں جانا چاہتے ہیں جناب! ــــ؟" مینجر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"میں سیر و تفریح کے لئے جانا چاہتا ہوں ــــ اور میری عادت ہے کہ جو جگہ مجھے پسند آئے ــــ میں وہاں رک جاتا ہوں ــــ میں وہ ایئر کرافٹ تقریباً ایک ماہ کے لئے کرایہ پر لینا چاہتا ہوں۔ میرے پاس ایئر کرافٹ پائلٹ کا انٹرنیشنل لائسنس ہے" ــــ صفدر نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا! ــــ میں سمجھ گیا ــــ ہمارے پاس ایک ایئر کرافٹ ایسا ہے جو آپ کے مقصد پر پورا اتر سکتا ہے ــــ جونا۔ ٹو ــــ یہ بالکل جدید ٹو سیٹر طیارہ ہے ــــ انتہائی تیز رفتار بھی ہے اس میں موسمیات کی نشاندہی کرنے والے آلات بھی ہیں ــــ اور سب سے جدید

بات یہ ہے کہ بوقت ضرورت آپ اسے بطور ہیلی کاپٹر بھی استعمال کر سکتے ہیں" ــــ مینجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ! ــــ واقعی یہ تو بالکل میرے مطلب کا ہے ــــ کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں" ــــ صفدر نے خوش ہو کر کہا۔

"آیئے" ــــ مینجر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دفتر سے نکل کر پیچھے موجود ایک بڑے گیراج میں آ گئے۔ یہاں ایک سائیڈ پہ جونا۔ ٹو موجود تھا۔

صفدر نے اسے اچھی طرح چیک کیا۔ واقعی وہ ایک انتہائی جدید ترین طیارہ تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر مینجر! ــــ میں اسے ہی ہائر کرنا چاہتا ہوں" ــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو آیئے دفتر میں چلتے ہیں" ــــ مینجر نے کہا اور وہ دوبارہ دفتر میں آ گئے۔

"اپنے کاغذات مجھے دکھایئے" ــــ مینجر نے کہا اور صفدر نے جیب سے کاغذات اور ایئر کرافٹ پائلٹ لائسنس نکال کر مینجر کے حوالے کر دیئے۔

مینجر نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور کسی شخص کو دفتر میں بلایا۔

"معاف کیجئے! ــــ قانوناً یہ کاغذات ہمیں ہوم ڈیپارٹمنٹ اور نیشنل ایئر کرافٹ لائسنس اتھارٹی سے ویری فائی کرانے پڑتے ہیں" ــــ مینجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے" ــــ صفدر نے

مطمئن انداز میں جواب دیا۔

اسی لمحے دفتر کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"یس باس" ___ نوجوان نے منیجر کے قریب آ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ مسٹر تام کے کاغذات ہیں ___ یہ جونا ٹو ہائر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اسے مکمل طور پر ویری فائی کر کے رپورٹ دیں" ___ منیجر نے صفدر کے دیئے ہوئے کاغذات نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یس سر" ___ نوجوان نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"کتنی دیر لگے گی" ___ صفدر نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ سر ___ اس دوران آپ کیا پینا پسند فرمائیں گے" ___ منیجر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں شراب سے الرجک ہوں اس لئے آپ کوک منگوا لیجئے" صفدر نے جواب دیا اور منیجر نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک کوک لانے کے لئے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"کرایہ وغیرہ اور ضمانت کتنی ہے" ___ صفدر نے پوچھا۔

"یہ باتیں کاغذات کی تصدیق کے بعد ہوں گی سر ___ ویسے ہماری کمپنی کے ریٹس سب سے کم ہیں" ___ منیجر نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ پھر کوک آ گئی اور صفدر اطمینان سے کوک پینے میں مصروف ہو گیا۔

اور پھر ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے کہ وہی نوجوان جو کاغذات لے کر گیا تھا واپس آیا اور اس نے ایک فائل منیجر کی طرف بڑھا دی۔

"سر ___ تمام کاغذات مکمل طور پر او کے ہیں" ___ نوجوان نے

ہا اور منیجر کے سر ہلانے پر وہ واپس چلا گیا۔

منیجر نے فائل کھولی۔ اس میں صفدر کے اصل کاغذات کے ساتھ ن کی تصدیق شدہ نقلیں بھی موجود تھیں۔ اور ساتھ ہی ایک ٹائپ شدہ غذ پر رپورٹ تھی جس کے نیچے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ذمہ دار آفیسر کے تخط اور ایئر کرافٹ لائسنسنگ اتھارٹی کے دستخط بھی تھے۔ صفدر واقعی ں میں حیران ہو رہا تھا کہ یہاں کام کتنی جلدی ہو جاتے ہیں۔ اگر یہی یشیا میں کسی کو درپیش ہوتا تو نجانے سینکڑوں چکر دفاتر کے گانے پڑتے اور کام پھر بھی نہ ہوتا۔

"ٹھیک ہے سر ___ اب بات ہو سکتی ہے ___ یہ آپ کے غذات" ___ منیجر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اصل کاغذات فائل ے نکال کر صفدر کی طرف بڑھا دیئے۔ اور پھر میز کی دراز کھولی اور یک ٹائپ شدہ کاغذ نکال کر صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

"ضمانت کے طور پر جونا ٹو کی نصف قیمت ___ اور یہ گھنٹوں نوں۔ ہفتوں اور مہینے کے حساب سے اس کا کرایہ ___ سب کچھ س میں درج ہے ___ پہلی بار پٹرول ٹینک کمپنی کی طرف سے فل کر ے دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کو کمپنی کی طرف سے اتھارٹی ٹر دیا جائے گا کہ آپ کسی بھی ایئرپورٹ پر اتر سکتے ہیں اور پٹرول لے کتے ہیں" ___ منیجر نے کہا اور صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کاغذ کا العہ کرنا شروع کر دیا۔

"ماہانہ کرایہ اور ہفتہ وار کرایہ میں بڑا معمولی فرق ہے ___ اس ئے تو ہفتہ وار زیادہ فائدہ میں رہے گا" ___ صفدر نے منہ

بتاتے ہوئے کہا۔

"دراصل آپ پہلے شخص ہیں جو ماہانہ بنیاد پر کرایہ پر لے رہے ہیں ورنہ یہاں تو زیادہ تر گھنٹے چلتے ہیں یا پھر دن ــــ ہفتے کی تو نوبت کبھی کبھار ہی آتی ہے ــــ بہرحال آپ کو ہم ماہانہ بنیاد پر لینے کی صورت میں دس فیصد خصوصی رعایت دے دیں گے" ــــ منیجر نے جواب دیا۔

"اوکے ــ پھر ٹھیک ہے ــ آپ اسے ایک ماہ کے حساب کر لیں ــ کتنی رقم بنی کل" ــــ صفدر نے کہا اور منیجر نے کاغذ پر حساب کرنے کے بعد ایک لمبی رقم لکھ کر صفدر کی طرف بڑھا دی۔ صفدر کچھ دیر حساب کتاب چیک کرتا رہا۔ پھر اس نے جیب سے ٹام کی چیک بک نکالی۔ ایک چیک پر رقم کا اندراج کیا اور نیچے ٹام کے مخصوص دستخط کرنے کے بعد اس نے چیک منیجر کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ کو کس وقت روانہ ہونا ہے ــــ؟" منیجر نے چیک لیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اسے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے بعد سول ایئرپورٹ پر پہنچا دیں ــــ میں وہیں سے لے لوں گا" ــــ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ یہ وہاں موجود ہوگا ــــ اتھارٹی لیٹر اور رقم کی رسید بھی آپ کو وہیں سے مل جائے گی" ــــ منیجر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے تک وہ ٹیکسی لے کر شہر میں گھومتا پھرتا رہا اس کے بعد وہ ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ جونا۔ ٹو واقعی تیار حالت میں وہاں

موجود تھا۔

تھوڑی دیر بعد صفدر جونا۔ ٹو میں بیٹھا ہوسٹن شہر کے اوپر پرواز کرتا ہوا شمال کی طرف تیز رفتاری سے بڑھا جا رہا تھا اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ جونا۔ ٹو نے اس کی بہت بڑی مشکل حل کر دی تھی۔ اب وہ براہ راست صحرائے تاپیتی میں داخل ہو سکتا تھا۔

صحرائے تاپیتی ہوسٹن سے تقریباً ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور صفدر جانتا تھا کہ اسے راستے میں ایک رات ڈالسن میں قیام کرنا پڑے گا کیونکہ وہاں سے پٹرول لینا ضروری تھا۔

پھر تقریباً چار گھنٹوں کے مسلسل سفر کے بعد وہ ڈالسن کے ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ اس نے وہاں کے حکام کو پٹرول فل کرنے کے ساتھ ساتھ طیارے کی دیکھ بھال کے بھی آرڈر دے دیئے تاکہ کل صبح وہ پرواز کے لئے مکمل طور پر تیار ہو۔ اور خود وہ ڈالسن ایئرپورٹ سے باہر نکل آیا۔ چند لمحوں بعد وہ ٹیکسی پکڑ کر ڈالسن کے سب سے بڑے ہوٹل شیراڈ میں پہنچ چکا تھا۔ کمرہ اسے آسانی سے مل گیا اور اس نے کمرے میں جا کر بیٹھے وہیں کھانا منگوا کر کھایا اور پھر وہ ابھی شہر کی سیر کرنے کا پروگرام بنا ہی رہا تھا کہ دروازے پر تیز قسم کی دستک ہوئی اور صفدر چونک پڑا۔

"یس کم ان" ــــ صفدر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور چار لمبے تڑنگے نوجوان کمرے میں داخل ہوئے۔

"ہمارا تعلق سنٹرل انوسٹی گیشن سے ہے مسٹر ٹام! ــــ یہ میرا کارڈ" ــــ ایک نوجوان نے جیب سے کارڈ نکال کر صفدر کو دکھاتے

ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ فرمایئے! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں" ــــ صفدر نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ صحرائے تاپیتی کی طرف جانا چاہتے ہیں" ــــ اسی نوجوان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں! ــــ ارادہ تو ہے ــــ کیوں کیا بات ہے" ــــ ؟ صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کا مقصد صرف سیر و تفریح ہے" ــــ ؟ نوجوان نے غور سے صفدر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے ــــ اور میں نے وہاں جا کر کوئی خزانہ تو تلاش نہیں کرنا" ــــ اس بار صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہم نے آپ کے کاغذات کی پوری طرح چھان بین کی ہے آپ کے کاغذات بالکل درست ہیں ــــ لیکن آپ صحرائے تاپیتی میں داخل نہیں ہو سکتے ــــ وہ ممنوعہ علاقہ ہے اس لئے آپ اپنا ارادہ بدل دیں" ــــ نوجوان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ممنوعہ علاقہ ہے ــــ وہ کیوں" ــــ ؟ صفدر نے بری طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔

"تفصیلات نہیں بتائی جا سکتیں ــــ یہ ٹاپ سیکرٹ ہے ــــ دیکھیں یہ نوٹیفکیشن" ــــ نوجوان نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر صفدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

صفدر نے نوٹیفکیشن کو غور سے پڑھا اور پھر ایک طویل سانس لیتے

ہوئے واپس کر دیا۔

"آپ کی بات درست ہے جناب! ــــ واقعی یہ ممنوعہ علاقہ ہے ــــ لیکن کیا کوئی خصوصی پرمٹ مل سکتا ہے" ــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوری ــــ ایسا ہونا ناممکن ہے" ــــ نوجوان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوکے ــــ ٹھیک ہے ــــ میں صحرا میں داخل نہیں ہوں گا لیکن کیا تاپیتی شہر تو جا سکتا ہوں" ــــ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ وہاں جا تو سکتے ہیں ــــ لیکن وہاں آپ کی دلچسپی کی کوئی چیز موجود نہیں ہے ــــ وہ تو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ــــ دوسری بات یہ کہ وہاں ہر اجنبی کی مکمل نگرانی کی جاتی ہے ــــ اور اگر آپ سے کوئی غلط حرکت ہوئی تو آپ کو گولی بھی ماری جا سکتی ہے ــــ یہ قانون ہے" ــــ نوجوان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ میں سوچوں گا ــــ بہرحال غلط حرکت میں نے کیا کرنی ہے ــــ میرا مقصد تو بس گھومنا پھرنا ہے" ــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو آگاہ کرنا ہمارا فرض تھا ــــ وہ ہم نے ادا کر دیا ہے ــــ گڈ بائی" ــــ نوجوان نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو واپس چلنے کا اشارہ کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ان کے جانے کے بعد اب صفدر سوچنے لگا کہ وہ کیا کرے۔ اب

تک اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ ایک سیاح کو اس طرح چیک نہ کریں گے لیکن اب اُسے احساس ہو رہا تھا کہ واقعی یہاں کے ادارے بیحد تیز اور مستعد واقع ہوتے ہیں۔ اگر اس کے کاغذات اصلی نہ ہوتے تو یقیناً وہ اب تک گرفتار ہو چکا ہوتا۔ اور اس کا مطلب یہی تھا کہ اب اس کی مکمل نگرانی کی جائے گی۔ نوجوان آفیسر کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ لوگ صفدر کی طرف سے مشکوک ضرور ہیں لیکن کوئی قانونی خلا نہ ہونے کی وجہ سے وہ فی الحال اُسے کچھ کہہ نہیں سکتے۔

"بہرحال جو ہوگا دیکھا جائے گا" ——— صفدر نے چند لمحوں بعد فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اٹھ کر بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس نے اب شہر کی سیر کرنے کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ صحرائے تابیتی میں بہرحال اس نے داخل ہونا ہے اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ ریسٹ کر لینا چاہتا تھا۔

کرنل ٹاڈ کا کیبن باقی کیبنوں کی نسبت زیادہ بڑا اور شاندار تھا اور یک طرف ہٹ کر بنا ہوا تھا۔ کیبن کی کھڑکیوں سے روشنی باہر نکل رہی تھی اور اندر سے مترنم نسوانی قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس کا مطلب تھا کہ کرنل ٹاڈ لڑکیوں کے ساتھ کیبن میں موجود تھا۔

"اب تم اپنی اداکاری شروع کر دو جولیا! ——— اور تم لوگوں نے کرنل ٹاڈ کے جانے کے بعد ان لڑکیوں کو سنبھالنا ہے ——— میں کیبن کی پشت پر ٹھہروں گا" ——— عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیئے۔

جولیا تیز تیز قدم اٹھاتی کیبن کے مین دروازے کی طرف بڑھ گئی جبکہ تنویر، کیپٹن شکیل اور نعمانی ایک دوسرے کیبن کی دیوار کی اوٹ میں رک گئے۔ اور عمران کیبن کی پشت کی طرف بڑھ گیا۔

جولیا دروازے کے باہر پہنچ کر زور سے کراہی اور پھر بند دروازے

کے ساتھ ٹکرا کر اس طرح لہرا کر نیچے بیٹھی جیسے اس کا ذہن چکرا رہا ہو۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ وہ مسلسل کراہ رہی تھی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

"اوہ! ــــ کون ہو تم ــــ" دروازے پر کھڑے ایک لمبے تڑنگے لیکن مضبوط جسم والے نوجوان نے جلدی سے آگے بڑھ کر جولیا کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"مم ــــ مم ــــ پلیز میری مدد کرو ــــ مجھے کیبن نمبر تین سو بارہ تک پہنچا دو ــــ مجھے مرگی کا دورہ پڑنے والا ہے ــــ وہاں میری دوا موجود ہے ــــ پلیز" ــــ جولیا نے اپنے جسم کو اس طرح مروڑتے ہوئے کہا جیسے اس کے جسم میں موجود ہڈیاں مڑ تڑ رہی ہوں۔

"اوہ مرگی! ــــ اوہ اچھا ــــ لیکن یہاں کار تو نہیں ہے۔ اور تین سو بارہ تو کافی دور ہے" ــــ نوجوان نے جو کرنل ٹاڈ تھا پریشان لہجے میں کہا۔

"پپ ــــ پپ ــــ پلیز ــــ میری مدد کرو ــــ ورنہ میں مر جاؤں گی" ــــ جولیا نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ واقعی شدید تکلیف میں ہے۔

"او کے! ــــ واقعی تمہاری حالت بتا رہی ہے کہ تم شدید تکلیف میں ہو ــــ ٹھیک ہے ــــ میں تمہیں اٹھا کر لے جاتا ہوں" ــــ کرنل ٹاڈ نے تیز لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے جولیا کو اس طرح اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا جیسے جولیا گوشت پوست کی بجائے پلاسٹک کی بنی ہوئی بے وزن گڑیا ہو۔ کرنل ٹاڈ کے جسم میں واقعی بے پناہ قوت تھی۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو ــــ میں ابھی آ رہا ہوں ــــ یہ لڑکی واقعی بیحد بیمار ہے" ــــ کرنل ٹاڈ نے مڑ کر دروازے میں کھڑی ہوئی چار نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ان لڑکیوں کے جسم پر انتہائی مختصر سا لباس تھا جب کہ کرنل ٹاڈ نے بھی ایک نیکر اور شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ لڑکیوں کے سر ہلانے پر کرنل ٹاڈ جولیا کو اٹھائے تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کرنل ٹاڈ کے کچھ دور جانے کے بعد تنویر ساتھ والے کیبن کی اوٹ سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کرنل ٹاڈ کے کیبن کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ لڑکیاں ابھی دروازے میں ہی کھڑی باتیں کر رہی تھیں شاید وہ جولیا کے متعلق ہی تبصرہ کر رہی تھیں۔

"پلیز ایک منٹ" ــــ تنویر نے قریب پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یس" ــــ ایک لڑکی نے غور سے تنویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کے پاس ان کیبنز کے لاک کی کوئی فالتو چابی ہے۔؟ یہ ساتھ والا کیبن میرا ہے لیکن میں چابی بھول آیا ہوں" ــــ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ اکیلے ہیں" ــــ لڑکی نے چونک کر پوچھا۔

"فی الحال تو اکیلا ہوں ــــ البتہ میری فرینڈ ایک گھنٹے بعد پہنچ جائے گی ــــ میں لارڈ ٹاسری کا بیٹا جیمز ہوں" ــــ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لارڈ ٹاسری! ــــ اوہ آپ تو بہت بڑی شخصیت ہیں ــــ مارگریٹ! وہ چابیاں لے آنا۔ شاید لاک کھل جائے" ــــ اس لڑکی

نے ۔یب میں ن ڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر آپ میں سے کوئی ایک گھنٹہ میرے ساتھ کمپنی کر سکے تو میں بڑ
فراخ دل ثابت ہوں گا" ——— تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری باس ——— ہم چاروں ہی بکڈ ہیں ——— ایک گھنٹہ تو نہیں
البتہ آدھا گھنٹہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ" ——— اس لڑکی نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا۔

"چلو آدھا گھنٹہ ہی غنیمت ہے ——— ویسے میری فرینڈ خاصی خوبصورت
ہے لیکن اب آپ کو دیکھنے کے بعد میں سوچ رہا ہوں کہ کاش میں
اسے وقت نہ دیتا ——— خوامخواہ ایک لاکھ ڈالر ضائع جائیں گے" ———
تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک لاکھ ڈالر" ——— لڑکیوں کے منہ سے حیرت کے مارے چیخ
سی نکل گئی۔

"ہاں ——— کیوں! ——— میں تو ایسے ہی معاوضہ دیتا ہوں ———
ویسے آپ چاروں کو میں تو چار لاکھ ڈالر بھی دینے کے لئے تیار ہوں
رقم کی مجھے پرواہ ہی نہیں ——— بس کمپنی اچھی چاہیئے" ——— تنویر
نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اگر ہم چاروں آپ کو آدھے گھنٹے کی کمپنی دیں تو آپ کیا معاوضہ
دیں گے ——— ؟" اسی لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے دینے دلانے والی بات چھوڑیں ——— کمپنی کی بات کریں
جو آپ کہیں گی مل جائے گا ——— دس ہزار ڈالر آدھے گھنٹے کے
لئے کافی نہیں ہیں" ——— تنویر نے بڑے عاشقانہ لہجے میں کہا۔

"دس ہزار ڈالر ——— اور صرف آدھے گھنٹے کے لئے ——— اوہ!
ویری گڈ" ——— چاروں لڑکیاں ہی اچھل پڑیں۔ اتنی رقم تو ظاہر ہے
کوئی ایک ماہ کے لئے بھی نہ دے سکتا تھا یہاں تو صرف آدھے گھنٹے
کے لئے اتنی رقم مل رہی تھی۔

"یہ لیجئے ——— پیشگی لے لیجئے ——— بس پسند کی بات ہے۔
اچھی کمپنی چاہیئے" ——— تنویر نے جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک
گڈی نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے جلدی سے نوٹوں کی گڈی لی اور پھر وہ آپس میں کھسر پھسر
کرنے لگیں۔

"ٹھیک ہے لارڈ باس ——— ہم آدھے گھنٹے سے زیادہ کمپنی نہ دے
سکیں گی ——— ہمارا آدمی آدھے گھنٹے میں واپس آجائے گا۔ وہ
بڑا ظالم آدمی ہے" ——— لڑکی نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ——— مجھے منظور ہے ——— میں خود اصول پسند
آدمی ہوں" ——— تنویر نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا اور لڑکیوں
نے خوشی سے ہنستے ہوئے دروازہ بند کیا اور پھر وہ چاروں آگے بڑھ
کر تنویر سے اس طرح لپٹ گئیں جیسے میٹھے پر مکھیاں لپٹتی ہیں۔

"ارے ارے ——— پہلے کیبن تو کھول لیں" ——— تنویر نے
اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اسے معلوم
تھا کہ کیپٹن شکیل، نعمانی اور شاید عمران بھی اسے دیکھ رہا ہوگا۔

"ابھی کھل جاتا ہے ——— ہمارے پاس ماسٹر کی ہے" ———
لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر تنویر انہیں لئے ہوئے اس بند کیبن

کی طرف بڑھ آیا۔ وہ پہلے ہی کیبن کو بند دیکھ چکا تھا۔ اس لئے اس نے یہ بات کی تھی۔ ماسٹر کی سے کیبن واقعی کھل گیا اور وہ سب لوگ اند آ گئے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

"پہلے آپ اپنا تعارف تو کرا دیں" ——— تنویر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تعارف کیا کرانا ہے ——— خوامخواہ وقت ضائع ہوگا" ——— ایک لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ——— وقت تو میرا ضائع ہوگا ——— اچھا ایسا کرتے ہیں کہ ساحل سمندر پر چلتے ہیں ——— کیبن کافی دنوں سے بند پڑا ہے اس لئے یہاں گھٹن ہے" ——— تنویر نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ صرف فلرٹ کرنے تک ہی محدود رہتا تھا ورنہ اس کا کردار بے حد اعلیٰ تھا اور یہاں یہ لڑکیاں تو پاگلوں کی طرح اس کے گلے پڑ رہی تھیں۔

"کیا مطلب ——— کیا تم" ——— لڑکیوں نے اس طرح حیران ہو کر تنویر کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے انہیں شک پڑ رہا ہو کر تنویر کا دماغی توازن درست نہیں ہے۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ——— میں دراصل کمپنی کا شوقین ہوں آیئے" ——— تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لئے ہوئے کیبن سے نکلا اور ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ چاروں لڑکیاں اٹھکیلیاں کرتی ہوئی اس کے آگے پیچھے چلنے لگیں۔ کافی دور آ جانے کے بعد تنویر ریت پر بیٹھ گیا اور لڑکیاں اس پر تقریباً گر سی گئیں۔

"یہ بتاؤ کہ تم کتنے روز کے لئے بک ہو" ——— تنویر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"چار روز کے لئے" ——— لڑکیوں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— یہ تو بڑا لمبا عرصہ ہے ——— میں نے تو کل واپس چلے جانا ہے" ——— تنویر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ پھر نہیں آئیں گے ——— ہوٹل شلٹن سے آپ ہمیں بک کر سکتے ہیں" ——— لڑکیوں نے اس سے چمٹتے ہوئے کہا۔

"دیکھو اطمینان سے بیٹھ جاؤ ——— ہم صرف باتیں کریں گے" ——— تنویر نے اس بار انتہائی خشک لہجے میں کہا۔ وہ واقعی اب ان بازاری سی لڑکیوں کی حرکتوں سے اکتا گیا تھا اور لڑکیاں منہ بناتی ہوئی اس کے گرد بیٹھ گئیں۔

تنویر نے ان سے اپنی ریاست کی باتیں شروع کر دیں۔

"ارے آدھا گھنٹہ ہونے والا ہے ——— وہ جبیر اللہ آنے والا ہوگا ہمیں کیبن میں پہنچ جانا چاہیئے" ——— ایک لڑکی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"او کے ——— ٹھیک ہے ——— ویسے میں اگلے ہفتے ہوٹل شلٹن فون کروں گا ——— پھر ایک ہفتے کے لئے بکنگ ہو جائے گی اس کے بعد تمہاری کمپنی کا صحیح لطف لوں گا" ——— تنویر نے بھی ریت سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور ——— ہم منتظر رہیں گی ——— اب اجازت" ——— لڑکی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر تنویر کی طرف بڑھی۔

"ارے ارے ——— ابھی نہیں" ——— تنویر نے غوطہ لگا کر ایک

طرف ہٹتے ہوئے کہا اور لڑکیاں ہنستی ہوئی واپس اپنے کیبن کی طرف دوڑنے لگیں۔

"خدا کی پناہ ہے۔۔۔ یہ لڑکیاں ہیں یا شہد کی مکھیاں۔۔۔ کم بخت چمٹے ہی چلی جا رہی تھیں"۔۔۔ تنویر نے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا اور تیزی سے اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر ان کی کار موجود تھی۔

"بڑے مزے ہو رہے ہیں تنویر"۔۔۔ کار کے قریب موجود عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مزے ہونے ہیں۔۔۔ وہ تو بالکل ہی بازاری عورتیں تھیں۔ یہ تمہارا کرنل ٹاڈ تو بالکل ہی گھٹیا آدمی لگتا ہے"۔۔۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بس اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے۔۔۔ بہرحال تم نے اور جولیا نے واقعی کام دکھایا ہے۔۔۔ آؤ اب جولیا کے پاس چلیں"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"اصل کام ہو گیا ہے یا نہیں"۔۔۔؟ تنویر نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑی آسانی سے۔۔۔ پریشانی تو ہوئی ہی نہیں"۔۔۔ عمران نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

"عمران صاحب!۔۔۔ جولیا نے مرگی کے دورے کی بات کی تھی وہاں ٹائیگر کو تو اس کا علم ہی نہ ہو گا۔۔۔ کرنل ٹاڈ کہیں مشکوک نہ ہو جائے"۔۔۔ تنویر نے کہا۔

"میں نے کرنل ٹاڈ کے جاتے ہی ٹائیگر کو کال کر کے تفصیل سمجھا دی تھی

کہ اس کے پاس میڈیکل ایمرجنسی باکس موجود ہے اور وہ ڈاکٹر کے روپ میں وہاں موجود ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے جولیا نے اپنے آپ کو بیمار یا ٹائیگر کی مریضہ ہی پوز کرنا تھا۔ اس نے سنبھال لیا ہو گا"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور تنویر نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا اور خاموش ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد عمران نے کار ایک چھوٹے کیبن کی سائیڈ میں روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔

اسی لمحے کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک ایکریمی باہر نکل آیا۔ لیکن اس کا قد و قامت دیکھتے ہی سب سمجھ گئے کہ یہ ٹائیگر ہے۔

"ڈاکٹر جوزف!۔۔۔ تمہاری مریضہ کا کیا حال ہے"۔۔۔؟ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ عمران صاحب آپ!۔۔۔ وہ بالکل ٹھیک ہے"۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ کرنل ٹاڈ مشکوک تو نہیں ہوا"۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ارے نہیں!۔۔۔ میں نے واقعی مرگی والا انجکشن ہی جولیا کو لگایا تھا۔۔۔ وہ غور سے انجکشن کو دیکھتا رہا۔۔۔ پھر اس نے جولیا کے متعلق پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ یہ میری مریضہ ہے اور یہ کیبن میرا ہے۔۔۔ میں نے ہی اسے پیدل چلنے کا مشورہ دیا ہوا تھا۔ ویسے امید نہ تھی کہ اس طرح اچانک اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔۔ اس پر وہ پوری طرح مطمئن ہو کر واپس چلا گیا"۔ ٹائیگر نے کیبن کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ سب لوگ کیبن میں داخل ہو گئے۔ جولیا واقعی ایک

بیڈ پر آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔

"واہ! ـــ تم تو واقعی سیریس مریضہ ہو" ـــ عمران نے ہنستے
ہوئے کہا اور جولیا بھی ہنستی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

"بڑا مشکل رول تھا عمران! ـــ ویسے وہ کرنل ٹاڈ بالکل ہی مطمئن ہو
گیا ہے" ـــ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ تو مطمئن گیا ہے ـــ لیکن تنویر نے جب تمہیں اس کے
کندھے پر لدا ہوا دیکھا تو اس پر تم سے بھی زیادہ سیریس دورہ پڑ گیا۔
اس نے فوراً انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ایک کی بجائے چار کو کندھے
پر اٹھا لیا" ـــ عمران نے ہنستے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر کہا۔

"آپ خوانخواہ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں ـــ میں ان تھرڈ کلاس
بازاری عورتوں کو منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا" ـــ تنویر نے
غصیلے لہجے میں کہا۔ کیونکہ اس نے جولیا کے چہرے پر غصے کے آثار ابھرتے
دیکھ لئے تھے۔

"اچھا یہ الزام ہے ـــ آدھے گھنٹے کے لئے دس ہزار ڈالر الز
غضب خدا کا ـــ اتنی رقم میں تو وہ چاروں لڑکیاں ہمیشہ کے لئے
خریدی جا سکتی تھیں" ـــ عمران نے کہا۔

"اب آپ نے خود ہی اتنی رقم میری جیب میں ڈال دی تھی ـــ
میں وہاں کیا کرتا" ـــ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو جولیا کے سر کا صدقہ سہی ـــ اسے آرام آ گیا یہی بہت
عمران نے کہا اور پھر وہ ٹائیگر سے مخاطب ہو گیا۔

"وہ میرا بیگ لے آؤ ـــ تاکہ اب کرنل ٹاڈ کا کارڈ بھی تیار کر لیا

ان نے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔

"اب پروگرام کیا ہے" ـــ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"صفدر کا تحفظ کرنا ہے ـــ اور کیا پروگرام ہے ـــ ہم یہاں
سے تاپتی جائیں گے ـــ صفدر لازماً وہاں پہنچے گا۔ وہ ایک شخص
کے روپ میں ہوگا اور ظاہر ہے جیسے ہی وہ صحرا میں داخل ہوگا۔
اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتے گی ـــ جبکہ کرنل ٹاڈ اپنے
ساتھیوں سمیت پہلے ہی صحرائے تاپتی میں موجود ریسرچ سنٹر پہنچ چکا
ہوگا ـــ اس کے بعد صفدر کی نگرانی آسان ہو جائے گی" ـــ
عمران نے کہا اور ٹائیگر کا لایا ہوا بیگ کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ اس
نے بیگ میں سے ایک پیکٹ نکالا اور اسے کھول کر اس میں موجود
مختلف رنگوں کے سادہ کارڈ نکال کر ان میں سے ایک سنہرے رنگ
کا کارڈ نکال کر ایک طرف رکھ لیا۔ اس کارڈ کے گرد سرخ رنگ کا باریک
حاشیہ تھا۔ باقی کارڈ واپس پیکٹ میں رکھ کر اس نے پیکٹ
بیگ میں ڈال دیا اور پھر بیگ میں سے ایک باکس نکال کر وہ اٹھا اور
کمرے میں رکھی ہوئی میز کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ اس میز پر ٹیبل لیمپ
موجود تھا۔ عمران نے ٹیبل لیمپ جلایا۔

"آپ لوگ باہر ذرا گھوم پھر آئیں ـــ مجھے تقریباً ایک گھنٹہ لگے
گا ـــ اور میں مکمل توجہ چاہتا ہوں۔ یہ انتہائی نازک ترین کام ہے"۔
عمران نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"ٹھیک ہے" ـــ سب نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وہ سب
مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ بند ہونے کی آواز

سن کر عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا کارڈ پر جھک گیا۔ اس نے باکس کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی ٹیوب نکالی اور پھر کام میں مصروف ہو گیا۔ باکس میں ٹیوبوں کے ساتھ مختلف سائز کے قلم اور برش موجود تھے عمران نے واقعی ایک گھنٹے تک سر بھی نہ اٹھایا اور ایک گھنٹے بعد جب اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے باریک پوائنٹ والا قلم واپس باکس میں رکھا تو سامنے موجود کارڈ پر عجیب قسم کے نقش و نگار ابھر چکے تھے۔ سنہرے رنگ کے کارڈ کی سطح اب گولڈن براؤن ہو چکی تھی۔ اس کے درمیان میں ایک عقاب کی تصویر تھی جس کی چونچ میں ایک چھوٹا سا ہیرا تھا۔ عقاب بالکل اصلی لگ رہا تھا اور ہیرے میں سے بھی مختلف رنگوں کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ عقاب کے پنجوں میں ایک چڑیا پھڑک رہی تھی۔ اور ان کے نیچے عجیب و غریب انداز میں بی اور اے کے حروف لکھے ہوئے تھے۔ بی کے دونوں خالی دائروں میں بھی دو باریک سی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اوپر والے دائرے میں ایک سانپ پھن اٹھائے ہوئے تھا جب کہ نیچے والے دائرے میں ایک آدمی کا چہرہ تھا جس نے کالے رنگ کا نقاب پہنا ہوا تھا آنکھوں میں سرخی نمایاں تھی۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور اس کے ساتھی اندر آ گئے۔

"ہو گیا کام" ـــــ جولیا نے پوچھا۔

"ہاں! ـــ لیکن میرا دماغ شل ہو گیا ہے ـــــ اس قدر پیچیدہ اور مشکل کارڈ بنایا ہوا ہے انہوں نے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور سب ساتھی اشتیاق آمیز انداز میں میز کی طرف بڑھے

"اس کو ہاتھ نہ لگانا ـــ اس پر مخصوص کیمیکل لگا ہوا ہے۔ ابھی اسے خشک ہونے میں چند منٹ ہیں" ـــــ عمران نے کہا اور وہ سب ہاتھ پیچھے کر کے میز پر جھک گئے۔

"کمال ہے ـــــ یہ تم نے بنایا ہے سب کچھ ـــ یہ تو بڑے سے بڑا مصور بھی نہیں بنا سکتا" ـــــ جولیا کے لہجے میں واقعی بے پناہ حیرت نمایاں تھی۔

"بس تمہارا تصور کر لیا ـــــ پھر مصوری چل پڑی ـــ کہتے ہیں کہ مصوروں کو کوئی نہ کوئی تصویر سامنے رکھنی پڑتی ہے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ! ـــ میں اس سے بھی اچھی تصویریں بنا سکتا ہوں ـــ یہ سانپ، عقاب اور چڑیا بنانا کیا مشکل ہے" ـــــ تنویر نے جل کر کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا، اچانک کیبن کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور وہ سب چونک پڑے۔ دروازے میں کرنل ٹاڈ ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سرخی تھی۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے میز سے کارڈ اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

"یہ ہے وہ آدمی جناب" ـــــ اچانک کرنل ٹاڈ کے پیچھے اندر آنے والی ایک لڑکی نے تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس لڑکی کا چہرہ بری طرح سوجھا ہوا تھا۔ چہرے پر نیل پڑے ہوئے تھے جیسے ان پر تشدد کیا گیا ہو۔

"ہونہہ! ــــ تو تم نے میرے ساتھ گیم کھیلی ہے" ــــ کرنل ٹاڈ
کا چہرہ اور زیادہ سرخ ہو گیا۔
"کیسی گیم جناب! ــــ ویسے میں لڈو گیم بڑی اچھی کھیل لیتا ہوں"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"سنو! ــــ تم نے کسی خاص مقصد کے لئے یہ سارا چکر چلایا ہے۔
یہ لڑکی بیمار بن کر آئی ــــ میں اس کی اداکاری سے دھوکہ کھا گیا لیکن
کیبن میں جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے مخصوص بیگ کو کھولا گیا
ہے ــــ اس کا میکنزم ایسا ہے کہ وہ اول تو کسی اور سے کھل نہیں
سکتا۔ اور اگر کھل جائے تو مجھے فوراً پتہ چل جاتا ہے ــــ اس پر
میں نے ان لڑکیوں سے پوچھ گچھ کی۔ اور پھر ان سے دس ہزار ڈالر کی
رقم برآمد ہو گئی ــــ پھر انہوں نے بتایا کہ یہ آدمی لارڈ بن کر انہیں
آدھے گھنٹے کے لئے باہر لے گیا تھا ــــ اس پر مجھے شک گذرا
میں اسے لے کر یہاں آ گیا ــــ اور یہاں اس آدمی کی موجودگی بتا
رہی ہے کہ گیم کھیلی گئی ہے ــــ اب تم مجھے بتاؤ کہ کیا گیم کھیلی گئی
ہے" ــــ کرنل ٹاڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔
"زائچہ بنا کر بتاؤں یا ویسے ہی بتا دوں ــــ ویسے تو اتنا بھی بتا
سکتا ہوں کہ تمہارا نام کرنل ٹاڈ ہے اور تم ایکریمیا کے بلیک ایجنٹ ہو
باقی کچھ پوچھنا ہے تو اس کے لئے زائچہ بنانا پڑے گا" ــــ عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ! ــــ تو تم مجھے جانتے ہو ــــ ٹھیک ہے۔ اب تمہیں
بہت کچھ بتانا ہو گا" ــــ کرنل ٹاڈ کا چہرہ اور زیادہ سخت ہو گیا۔

"پھر فیس لگے گی ــــ میں اب فٹ پاتھوں پر بیٹھنے والا نجومی
نہیں ہوں کرنل ٹاڈ" ــــ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کرسی سے
اٹھتے ہوئے کہا۔
"دیکھو! ــــ میرے مخصوص بیگ میں سے کوئی چیز چوری نہیں کی
گئی ــــ سب کچھ موجود ہے ــــ لیکن تمہاری یہ گیم اور پھر تمہارا
میرے متعلق سب کچھ جاننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم
کسی خاص مقصد کے چکر میں ہو ــــ اور یہ بھی سن لو کہ میرا نشانہ
بے خطا ہے اس لئے میں ایک سیکنڈ میں تم سب کو گولی مار سکتا
ہوں ــــ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم مجھے سچ سچ سب کچھ بتا دو"۔
کرنل ٹاڈ نے کہا۔
"کرنل ٹاڈ! ــــ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں قتل نہیں کیا جا سکتا۔
کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جیسے ہی تمہاری موت واقع ہو گی ــــ تمہارے
جسم میں موجود ڈٹی۔ ٹھتری تمہارے ہیڈ کوارٹر تمہاری موت کی اطلاع دے
گی ــــ اس لئے مجبوراً تمہیں زندہ تو رکھنا ہی ہے۔ میں نے
کوشش کی تھی کہ تمہیں چھیڑے بغیر آگے بڑھ جائیں ــــ لیکن
تم نے خود مصیبت کو دعوت دے ڈالی ہے ــــ اور یہ بھی مجھے
معلوم ہے کہ تم اب بھوت کی طرح ہمارے پیچھے پڑ جاؤ گے۔ لیکن
میں بتا دوں کہ میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے
ہے" ــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"پرنس آف ڈھمپ اور پاکیشیا ــــ بہرحال ہو گا ــــ تم نے وہ
بیگ کھولا تھا؟" ــــ کرنل ٹاڈ نے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ——— میری سیکرٹری تمہیں یہاں لے آئی ——— اور میرا باڈی گارڈ
تمہاری عورتوں کو باہر لے گیا تو میں تمہارے کیبن میں گیا اور میں نے ہی یہ
مخصوص میکنزم استعمال کر کے تمہارے بیگ کی زیارت کی ہے ——— رہا
مقصد، تو تم بلیک ایجنٹ ہو۔ اب اتنا کام تو تم بھی کر لو" ——— عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر باقی لوگ بے کار ہیں" ——— کرنل ٹاڈ نے ہونٹ بھینچتے
ہوئے کہا۔

"سنو! ——— اگر تم نے ان میں سے کسی پر بھی فائر کھولا تو تمہاری موت
یقینی ہو جائے گی ——— تمہارے ہاتھ میں ریوالور ہے اور میری جیب
میں ہے ——— اور میرا نشانہ تم سے زیادہ اچھا ہے ——— اگر تمہیں
بلیک ایجنسی کا زعم ہے تو وہ تم میرے ساتھ چیر پھاڑ کر کے پورا کر سکتے
ہو" ——— عمران نے یکلخت انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"اگر تم بتا دو کہ تمہارا مقصد کیا تھا تو ہو سکتا ہے میں واپس چلا جاؤں
میں خوامخواہ کی قتل و غارت پسند نہیں کرتا" ——— کرنل ٹاڈ نے
ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"بتایا تو ہے کہ میں صرف تمہارے بیگ کی زیارت کرنا چاہتا تھا،
بس" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— مجھے یقین آ گیا ہے اس لئے میں واپس جا رہا
ہوں" ——— کرنل ٹاڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ قدم قدم پیچھے
ہٹتا ہوا یکلخت دروازے کی سائیڈ میں ہو گیا۔

"دیواروں کے ساتھ ہو کر لیٹ جاؤ ——— جلدی" ——— عمران نے

یکلخت تیز لہجے میں کہا لیکن اس کی آواز گھٹی گھٹی سی تھی اور وہ سب
بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر دیواروں کی جڑوں میں لیٹنے لگے۔

اسی لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر پورے کیبن کی چھت ایک
زوردار گڑگڑاہٹ کے ساتھ فرش پر آ گری۔ ہر طرف گرد ہی گرد پھیل گئی
تھی۔ وہ سب چھت گرنے سے صرف ایک لمحہ پہلے دیواروں کی جڑوں
میں پہنچے تھے اور اسی لئے چھت کے مرکزی ملبے میں دبنے سے
بچ گئے تھے۔ لیکن اب بھی انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ٹنوں
بجری اور ریت ان کے جسموں اور منوں کے حساب سے گرد ان کے
پھیپھڑوں میں اتر گئی ہو۔

وہ سب کافی دیر تک اسی طرح پڑے رہے۔ پھر سب سے پہلے
عمران نے اپنے جسم کو حرکت دی اور پھر تھوڑی سی کوشش سے وہ
ملبے کے ڈھیر میں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اندھیرا خاصا گہرا تھا اور
اب لوگوں کے شور و غل کی آوازیں بھی نزدیک آتی سنائی دے رہی تھیں
باقی ساتھی بھی آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے ملبے سے نکل آنے میں کامیاب
ہو گئے تھے۔ لیکن وہ بھوت بن چکے تھے۔ کرنل ٹاڈ وہاں نظر نہ آ رہا
تھا۔ شاید وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ وہ سب کسی صورت بھی مرنے
سے نہ بچ سکے ہوں گے۔

"فوراً چلو یہاں سے جلدی" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ
انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا عقبی ٹیلوں کی طرف بڑھ گیا باقی ساتھیوں
نے بھی اس کی پیروی کی۔ ان کی کار بھی تباہ ہو چکی تھی کیونکہ چھت کا باہر
کی طرف بڑھا ہوا شیڈ کار کے اوپر گرا تھا اور وہ پچک کر رہ گئی تھی۔

ٹیلوں میں سے ہوتے ہوئے وہ تیزی سے کیبن سے دُور ہٹتے گئے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ ابھی پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں وہاں پہنچنا شروع ہو جائیں گی۔

"کرنل ٹاڈ کو جب معلوم ہو گا کہ ملبے سے کوئی لاش نہیں نکلی تو وہ چونک نہ پڑے گا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"وہ بم پھینک کر نہ صرف یہاں سے نکل گیا ہو گا۔۔۔۔ بلکہ اب تک اس نے کیبن بھی چھوڑ دیا ہو گا"۔۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اشارہ نہ کرتے تو میں کرنل ٹاڈ پر چھلانگ لگانے ہی والا تھا"۔۔۔۔ تنویر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"وہ بلیک ایجنٹ ہے۔۔۔۔ مارشل آرٹ کا ماسٹر ہے۔۔۔۔ دوسری بات یہ کہ وہ ریوالور چلانے میں انتہائی مہارت رکھتا ہے جب تک تم اس تک پہنچتے۔۔۔۔ وہ کم از کم تین گولیاں تمہارے سینے میں داخل کر چکا ہوتا۔۔۔۔ اور میں اس سے نہ صرف کافی دُور تھا بلکہ میرے پاس ریوالور بھی نہ تھا۔۔۔۔ اور آخری بات یہ کہ میں اُسے مار بھی نہ سکتا تھا۔۔۔۔ ورنہ میری ساری محنت بے کار چلی جاتی۔ اس کا کارڈ ہی کینسل کر دیا جاتا"۔۔۔۔ عمران نے ٹیلوں کے پیچھے چلتے ہوئے جواب دیا۔

"کارڈ محفوظ ہے"۔۔۔۔ جولیا نے پوچھا۔ وہ ذرا لنگڑا کر دوڑ رہی تھی۔ شاید اس کے پاؤں پر چوٹ لگی تھی۔

"ہاں وہ محفوظ ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر ایک ٹیلے کے پیچھے سے نکلتے ہی انہیں دُور ایک چھوٹا سا کیبن نظر آ گیا۔ جس کے

روشندانوں سے روشنی نکل رہی تھی۔ عمران نے اپنا رُخ ادھر کر لیا کیونکہ اس حلیئے میں وہ پبلک کے سامنے نہ آ سکتے تھے۔ کیبن کا دروازہ بند تھا عمران نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے"۔۔۔۔ اندر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی کسی مرد کی سرگوشی بھی۔ جیسے وہ آہستہ بول رہا ہو۔

"پولیس۔۔۔۔ دروازہ کھولو"۔۔۔۔ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ایک منٹ۔۔۔۔ میں لباس پہن لوں"۔۔۔۔ اندر سے وہی نسوانی آواز سنائی دی اور پھر چند لمحے اندر سے گڑبڑ کی آوازیں آتی رہیں

"شمالی سمت میں ایک دروازہ ہے۔۔۔۔ تم جا کر دیکھو۔ اُدھر سے کوئی آدمی نکل کر بھاگے گا۔۔۔۔ تم نے اُسے روکنا نہیں۔ صرف اتنا دیکھنا ہے کہ وہ کہیں رُک تو نہیں جاتا"۔۔۔۔ عمران نے ٹائیگر سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا شمالی طرف بڑھ گیا۔

اسی لمحے عمران کے کانوں میں دُور سے کار کا انجن چلنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ عمران جلدی سے دروازے پر کھڑی ایک نوجوان اور سمارٹ لڑکی کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ باقی ساتھی بھی اس کے پیچھے ہی اندر آ گئے۔ لڑکی اب ایک طرف کھڑی شدید حیرت سے ان بھوتوں کو دیکھ رہی تھی۔

"تم نے اسے بھگا دیا شمالی سمت کے دروازے سے"۔۔۔۔ عمران نے لڑکی سے مخاطب ہو کر انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ لڑکی منہ کھولتی۔ عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور لڑکی آدھا منہ کھولے لہرا کر فرش پر گری اور بے حس و حرکت ہو گئی۔

اس کی کنپٹی پر پڑنے والا ایک ہی جچا تلا ہاتھ کافی ہو گیا تھا۔
اسی لمحے ٹائیگر بھی اندر آ گیا۔
"وہ دو آدمی تھے —— کار میں بیٹھ کر نکل گئے ہیں" —— ٹائیگر نے اندر آ کر کہا۔
"ٹھیک ہے —— اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنے مطلب کے لباس بھی مل جائیں گے" —— عمران نے کہا اور تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔
"یہاں لباس موجود ہیں —— جولیا! تم جلدی سے نہا کر اس لڑکی کا لباس پہن لو —— جلدی کرو" —— عمران نے باتھ روم سے باہر نکلتے ہوئے کہا اور جولیا سر ہلاتی ہوئی باتھ روم میں داخل ہو گئی۔
عمران ایک سائیڈ پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا اس نے رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
"یس جانی بار" —— دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔
"جانی! —— میں پرنس بول رہا ہوں" —— عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔
"اوہ پرنس آپ! —— آپ کہاں غائب ہو گئے تھے —— آپ کا کہیں پتہ ہی نہ چل رہا تھا" —— دوسری طرف سے جانی نے چونکتے ہوئے کہا۔
"کیوں —— کیا ہوا" —— ؟ عمران نے بھی جانی کے لہجے پر چونکتے ہوئے پوچھا۔
"وہ ہلٹن کی کال آئی تھی —— اس نے بتایا ہے کہ مسٹر اینڈل ہیوٹن

گئے اور پھر وہاں سے نارمن کے میک اپ میں اس کے دفتر گئے۔ پھر پوچھ رہے تھے کہ صحرائے تاپتی میں محکمہ موسمیات کے ریسرچ سنٹر میں کوئی آدمی ہے۔ لیکن ہلٹن کا وہاں کوئی آدمی نہ تھا اس لئے اس نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک چارٹرڈ کمپنی سے جدید ترین ماڈل ہیلی کاپٹر کیا جوناٹو چارٹر کیا اور صحرا کی طرف گئے ہیں —— لیکن ہلٹن نے یہ بھی بتایا ہے کہ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو ان کی نگرانی کر رہا ہے —— ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرانے کی وجہ سے وہ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے ہیں"۔ جانی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"اوہ اچھا —— ٹھیک ہے —— میں دیکھ لونگا —— سنو! یہاں سینڈ بیچ میں تمہارا کوئی سلسلہ ہے۔ مجھے فوری طور پر ایک تیز رفتار کار چاہیئے" —— عمران نے کہا۔
"یس پرنس! —— آپ گھاٹ پر سینڈ بیچ بار میں چلے جائیں۔ وہاں کاؤنٹر پر رنگی موجود ہو گا —— آپ اُسے صرف پرنس کہیں گے۔ وہ آپ کی مرضی کے مطابق سب انتظامات کر دے گا۔ میں ابھی اُسے فون کر دیتا ہوں" —— جانی نے کہا۔
"او۔کے" —— عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
جولیا لباس بدل کر باہر آ چکی تھی اور اب اس کی جگہ کیپٹن شکیل باتھ روم میں تھا۔
"یہ صفدر کے بارے میں کیا بات ہو رہی تھی" —— جولیا نے قریب آتے ہوئے پوچھا۔
"صفدر سے مسلسل حماقتیں ہو رہی ہیں۔ اس نے ایک جہاز کرایہ

پر لیا ہے اور اس جہاز پر بیٹھ کر صحرائے تاپیتی میں داخل ہونا چاہتا ہے اور اب اس کی مسلسل نگرانی کی جا رہی ہے ـــــ اس طرح تو وہ سپر ایجنٹ چھوڑ ـــــ سرے سے زندہ ہی نہ رہ سکے گا" ـــــ عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــــ واقعی صفدر کو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا ـــــ لیکن کیا تم اس سے رابطہ نہیں کر سکتے" ـــــ جولیا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"سنا تو ہے تم نے کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے ـــــ پھر اس سے رابطے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم بھی نظروں میں آ جائیں" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر تمہیں چاہیئے تھا کہ تم اسے کوئی لائحہ عمل بنا کر دیتے ـــــ اب تم نے بھی تو کرنل ٹاڈ کا پتہ لگا ہی لیا تھا" ـــــ جولیا نے کہا۔

"مس جولیانا فٹز واٹر! ـــــ سپر ایجنٹی صرف مار دھاڑ کا ہی نام نہیں ہوتا ـــــ اس میں ذہانت کا بھی دخل ہوتا ہے ـــــ صفدر نے صرف مار دھاڑ کو ہی سپر ایجنٹی سمجھ لیا ہے ـــــ کیا ایکریمیا والے احمق ہیں کہ صفدر جہاز کرایہ پر لے کر صحرائے تاپیتی میں داخل ہو گا اور لیبارٹری والے وہاں دست بستہ قطاریں بنائے اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہوں گے ـــــ اور وہ صفدر کی آمد پر اسے گارڈ آف آنر پیش کرنے کے بعد اسے فارمولے کی فائل تحفے میں دے دیں گے" ـــــ عمران پر مسلسل جھلاہٹ سوار تھی۔

"تو پھر کیا ضرورت تھی صفدر کو اکیلا بھیجنے کی ـــــ کیا یہ کام ٹیم نہ کر سکتی تھی ـــــ پہلے بھی تو ٹیم نے ایسے بے شمار مشنز پر کام کیا ہے۔

جولیا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

"میں نے تو تمہارے اس نقاب پوش کو بہت کہا تھا لیکن وہ صفدر کو سپر ایجنٹ ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا ـــــ اس کا کہنا تھا کہ سارے ممبرز کو بھی شکایت رہتی ہے کہ عمران انہیں کام نہیں کرنے دیتا" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"شکایت تو بہرحال درست ہے ـــــ لیکن اب صفدر کا کیا ہو گا"۔ جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"پلاؤ کھائیں گے ـــــ اور کیا ہو گا" ـــــ عمران نے کہا اور سر جھٹکتا ہوا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا جہاں سے کیپٹن شکیل باہر نکل رہا تھا۔

"اس محترمہ کا بھی خیال رکھنا اور باہر کا بھی ـــــ ایسا نہ ہو کر ہم غسل کرتے رہ جائیں اور یار لوگ تابوت بھی لے آئیں" ـــــ عمران نے باتھ روم میں داخل ہوتے ہوئے مڑ کر کہا اور پھر اندر چلا گیا۔

"میں باہر کا خیال رکھتا ہوں" ـــــ کیپٹن شکیل نے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور جولیا سر ہلاتی ہوئی اس لڑکی کی طرف بڑھ گئی جو بدستور بیہوش پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا ذہن صفدر کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ اس نے عمران پر پہلی بار جھلاہٹ سوار ہوتے دیکھی تھی۔ اور اسی بات سے وہ کھٹک گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ صفدر واقعی شدید خطرے میں ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس وقت سوائے سوچنے کے اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔

اچانک جولیا کو خیال آیا کہ ایکسٹو کا لازماً صفدر سے لنک ہو گا۔ اس نے کیوں نہ ایکسٹو کو کال کر کے صورت حال بتا دی جائے۔ یہ سوچتے ہی

وہ تیزی سے ٹیلیفون کی طرف بڑھی اور اس نے رسیور اٹھایا اور پھر فارن کا
کے مخصوص نمبر ڈائل کر کے اس نے ایکسٹو کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"ایکسٹو" ---- چند لمحوں بعد ہی رسیور سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی
دی اور جولیا کو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ صدیوں سے اس آواز کو سننے
کے لئے ترس گئی تھی۔

"جولیا سپیکنگ سر" ---- جولیا نے جلدی سے کہا۔

"اوہ! ---- کیا بات ہے" ---- ایکسٹو نے بری طرح چونک کر
پوچھا۔

"سر! ---- ہم عمران سمیت اس وقت سینڈ بیچ پر موجود ہیں ----
عمران نے کرنل ٹاڈ کا بلیک کارڈ جعلی طور پر تیار کر لیا ہے۔ وہ اسے
صحرائے تاپتی میں موجود موسمیاتی ریسرچ ادارے میں داخل ہونے کے
لئے استعمال کرنا چاہتا ہے" ---- جولیا نے جلدی جلدی کہنا شروع
کر دیا۔

"پھر فون کرنے کا مقصد" ---- ایکسٹو کا لہجہ یکلخت کرخت ہو گیا

"سر! ---- ابھی ابھی عمران کو فون پر کسی نے رپورٹ دی ہے کہ
صفدر ایک جہاز کرایہ پر لے کر صحرائے تاپتی میں گیا ہے اور اس کی
نگرانی ہو رہی ہے ---- عمران کے خیال کے مطابق وہ اس وقت خطرنا
خطرے میں ہے سر ---- میں نے سوچا کہ آپ کو فون کر کے حالات
بتا دوں تاکہ آپ صفدر کو خطرے سے آگاہ کر دیں" ---- جولیا نے
جواب دیا۔

"عمران کہاں ہے" ---- ؟ ایکسٹو نے اسی طرح کرخت لہجے

ـک پوچھا۔

"وہ باتھ روم میں ہے سر! ---- ہمارے کیبن پر بم پھینکا گیا تھا اور
ت کے ملبے میں دب گئے تھے سر ---- لیکن ہم نہ صرف بچ گئے
میں خراش تک نہ آئی" ---- جولیا نے جواب دیا۔

"کیا عمران کو معلوم ہے کہ تم مجھے فون کر رہی ہو" ---- ایکسٹو کے
جے میں کرختگی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہیں سر! ---- یہ تو میں اپنے طور پر کر رہی ہوں سر" ---- جولیا
بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اور اگر یہ کال کیچ کر لی گئی تو ---- اس کے متعلق تم نے سوچا ---- ؟
کے لہجے میں بے پناہ غراہٹ تھی۔

"کال کیچ ---- اوہ سر! ---- یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں سر ---- میں
----" جولیا اس بار واقعی بری طرح بوکھلا گئی تھی۔

"جولیا! ---- تم اس حد تک حماقت کرو گی ---- میں سوچ بھی نہ سکتا
---- فوراً عمران سے رابطہ کرو اور یہ جگہ چھوڑ دو ---- صفدر تم سے
ذہین ہے اس کی فکر مت کرو" ---- ایکسٹو نے تیز لہجے میں
ور اس کے ساتھ ہی لائن ڈیڈ ہو گئی۔

اسی لمحے عمران باتھ روم سے باہر نکلا۔ اس نے جولیا کو رسیور رکھتے
ا تو وہ چونک پڑا۔

"کیا ہوا ---- کس کی کال تھی" ---- ؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے ایکسٹو کو کال کیا تھا ---- مجھے یہ خیال ہی نہ رہا تھا کہ کال
چ ہو سکتی ہے" ---- جولیا نے ڈھیلے سے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ـــــ ؟" عمران نے یکلخت آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوری عمران" ـــــ جولیا نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"ارے اس میں سوری کی کیا بات ہے ـــــ مجھے کہتیں ـــ تو
ویسے ہی باہر چلا جاتا ـــ آخر میں دو دھڑکتے ہوئے دلوں میں ہڈی بننے
والا کون ہوتا ہوں" ـــــ عمران نے یکلخت مسکراتے ہوئے کہا۔

جولیا حیرت سے عمران کو دیکھنے لگی۔ اس کا شائد خیال تھا کہ عمران اب
اُسے خوب لتاڑے گا۔ لیکن عمران نے اس طرح مذاق شروع کر دیا تھا
جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"یہ بات نہیں ـــ مجھے دراصل صفدر کی طرف سے بڑی تشویش
ہو رہی ہے" ـــــ جولیا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"شکر کرو تنویر باتھ روم میں ہے ـــــ ورنہ بیچارے صفدر کی
شامت آجاتی تھی ـــــ ویسے اب اگر ایکسٹو سے بات کرنے کے بعد
تمہاری تشویش میں کمی آگئی ہو تو پھر جاؤ اور جا کر اس کیبن کی نگرانی
کرو ـــــ مجھے یقین ہے کہ تمہاری کال کی وجہ سے ابھی یہاں ریڈ
جائے گا" ـــــ عمران نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ریڈ ـــ کون کرے گا ریڈ ـــ میں نے جگہ تو نہیں بتائی ایکسٹو کو"
جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"سچ کہتے ہیں کہ خلل دماغ کا ہوتا ہے یہ نامراد عشق ـــــ جو میرا
خیال ہے کہ دماغ نام کی چیز ہی نہیں ہوتی کھوپڑی میں۔ تب ہی عشق
کے جراثیم حرکت میں آتے ہیں ـــ یہ ٹیلیفون نمبر ہی جگہ بتا دے
گا" ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــ اگر ایسی بات ہے تو ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے"
جولیا نے کہا۔

"میں نے تو فون نہیں کیا جو میں نکل جاؤں ـــــ تم نے فون کیا ہے
تم نکل جاؤ" ـــــ عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ملحقہ کمرے
کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جولیا چند لمحے وہاں کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی۔ پھر تیزی سے بیرونی
دروازے کی طرف لپکی۔

اسی لمحے تنویر باتھ روم سے باہر آگیا تو ایک طرف خاموش کھڑا ٹائیگر
تیزی سے باتھ روم میں داخل ہو گیا۔

"یہ سب لوگ کہاں چلے گئے ہیں" ـــــ تنویر نے ادھر اُدھر
دیکھتے ہوئے کہا۔

"تنویر! ـــ یہ دو مشین گنیں یہاں سے ملی ہیں۔ ایک تم لے لو اور ایک
شکیل کو دے دو اور ٹیلوں میں بیٹھ کر نگرانی کرو ـــــ اگر کوئی کار
ادھر آتی دکھائی دے تو مجھے فوراً اطلاع کرنا" ـــــ اسی لمحے ملحقہ کمرے
سے عمران نے نکلتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ تنویر
ہلاتے ہوئے جلدی سے دونوں مشین گنیں لیں اور پھر بغیر کوئی سوال
باہر کی طرف لپک گیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی عمران ٹیلیفون کی طرف
بڑھا۔ رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"یس کلارک سپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کلارک! ـــ کرنل ٹاڈ کہاں ہے" ـــــ؟ عمران نے لہجہ بدل
بات کرتے ہوئے کہا۔

"وہ ہوٹل شیپارڈ میں اپنے کمرے میں ہے سر" ——— دوسری طرف سے اُسے بتایا گیا۔

"اس کی ٹیلیفون کال چیک ہو رہی ہے ——— ؟" عمران نے پوچھا۔

"یس سر ——— لیکن گذشتہ آدھے گھنٹے سے جب سے وہ سینڈ بیچ سے واپس آیا ہے اس کے نام کی کوئی کال نہیں آئی ——— اور سر! آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے اس کی بیرونی کھڑکی کی چوکھٹ کے نیچے ٹرانسمیٹر کال کیچر بھی لگا دیا تھا ——— ٹرانسمیٹر کال بھی نہیں ہوئی" ——— کلارک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— تم نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے ——— اگر اسے کوئی مشکوک کال آئے ٹیلیفون پر یا ٹرانسمیٹر پر ——— تم نے فوری طور پر مجھے ٹرانسمیٹر پر ریڈ کاشن دینا ہے" ——— عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر ——— میں پوری طرح محتاط ہوں سر" ——— کلارک نے کہا۔

"سنو! ——— مجھے اپنی ٹیم کے ساتھ فوری طور پر شہر تاپتی پہنچنا ہے کیا یہاں سے براہ راست کوئی پرواز تاپتی جاتی ہے" ——— عمران نے پوچھا۔

"شہر تاپتی ——— یس سر ——— دن میں ایک پرواز جاتی ہے ——— لیکن اگر آپ طیارے کی بجائے کار پر سفر کریں تو زیادہ جلدی پہنچ سکتے ہیں کیونکہ طیارہ تین ایئر پورٹس پر رک کر جاتا ہے جبکہ سوالی روڈ تاپتی کے لئے بیحد شارٹ کٹ ہے البتہ سفر کے لئے یہ سڑک انتہائی خطرناک ہے۔ پہاڑیوں سے تودے بھی گرتے ہیں اور راستے میں کسی بھی جگہ منشیات کی چیکنگ کے لئے آپ کو روکا بھی جا سکتا ہے" ——— کلارک نے جواب دیا۔

"کیا تم نے یہ راستہ دیکھا ہوا ہے" ——— عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"یس سر ——— نہ صرف دیکھا ہوا ہے بلکہ سمگلروں کے ساتھ میں نے بے شمار بار اس راستے پر سفر بھی کیا ہے" ——— کلارک نے جواب دیا۔

"اوکے ——— پھر تم ایسا کرو کہ کسی اپنے آدمی کی ڈیوٹی کرنل ٹاڈ پر لگا کر فوری طور پر سینڈ بیچ بار کے سامنے پہنچ جاؤ۔ ہم لوگ وہاں پہنچ رہے ہیں" ——— عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر ——— جیسے آپ کا حکم سر ——— کیا کار وغیرہ بھی لے آئیں ——— ؟" کلارک نے پوچھا۔

"نہیں ——— اس کا بندوبست میں کر لوں گا ——— تم خود وہاں پہنچو زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر" ——— عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹائیگر اب باتھ روم سے باہر آ رہا تھا۔

"جلدی آؤ ٹائیگر" ——— عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے کیبن سے باہر آ گئے۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر باقی ممبرز کو آنے کا اشارہ کیا اور مختلف ٹیلوں کی آڑ سے ایک ایک کر کے سارے ممبرز باہر آ گئے۔ عمران انہیں لئے ہوئے گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

کرنل ٹاڈ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی
چھائی ہوئی تھی۔ گو اس نے بم مار کر وہ کیبن تباہ کر دیا تھا جس میں وہ لوگ
موجود تھے لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ اس
لئے یہ اتنی آسانی سے مرنے والے نہیں ہیں۔ اسے سب سے زیادہ
فکر اس پرنس نامی نوجوان کی تھی۔ جو نہ صرف اس کے متعلق پوری تفصیل
جانتا تھا بلکہ یقیناً وہی باقی افراد کا لیڈر بھی تھا۔
کرنل ٹاڈ نے بم اس لئے پھینکا تھا کہ وہ لوگ تعداد میں زیادہ تھے
اور اس پرنس سے باتیں کرتے ہوئے اُسے احساس ہو گیا تھا کہ یہ عام
لوگ نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ وہ ایک آدمی کو نشانہ بنا لیتا۔
اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی الماری کھولی اور اس کے نچلے
خانے میں سے ایک بیگ کو باہر نکال کر اس بیگ میں سے ایک چھوٹا سا
ڈبہ نکال کر وہ اُسے اٹھائے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ باتھ روم کا دروازہ

بند کر کے اس نے شاور کو کھولا اور پھر ڈبے کو شاور کے بالکل قریب رکھ
کر اس نے اس کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن پریس کر دیا۔ ڈبے
میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔
"ہیلو —— سی۔ ٹی کالنگ۔ اوور" —— کرنل ٹاڈ نے کرخت لہجے
میں بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔
"یس سر —— جیکب اٹنڈنگ۔ اوور" —— چند لمحوں بعد ہی دوسری
طرف سے ایک باریک سی آواز سنائی دی۔
"جیکب! —— فوراً سینڈریج پر پہنچو —— وہاں میں نے کیبن نمبر ۳۱۲
پر بم پھینک کر اُسے تباہ کر دیا ہے —— اس کیبن کے اندر ایک عورت
اور پانچ مرد تھے —— تم نے یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کتنے افراد
ہلاک ہوئے ہیں اور کتنے زخمی —— پوری تفصیل معلوم کرو۔ اور یہ
بھی معلوم کرنا ہے کہ زخمیوں کو کس ہسپتال میں بھیجا گیا ہے اور مجھے کال
سپیشل ای۔ ٹو فریکوئنسی پر کرنا —— سب کام انتہائی محتاط انداز میں
ہونا چاہیئے۔ اوور" —— کرنل ٹاڈ کا لہجہ بے حد سخت تھا۔
"یس سر۔ اوور" —— دوسری طرف سے جیکب نے جواب دیتے
ہوئے کہا اور کرنل ٹاڈ نے جلدی سے ڈبے کے اوپر موجود ناب کو گھما
دیا۔ ناب گھومنے سے ٹک ٹک کی آوازیں آنے لگیں۔ کرنل ٹاڈ ان آوازوں
پر غور کرتا ہوا ناب کو گھماتا چلا گیا۔ اور پھر اس نے ہاتھ روک کر ایک بار
پھر بٹن دبا دیا اور ڈبے میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔
"ہیلو —— ہیلو —— بلیک ایجنٹ سی۔ ٹی کالنگ۔ اوور" —— کرنل
ٹاڈ نے دوبارہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

"یس بلیک وَن اٹنڈنگ - اوور" ــــ چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی - یہ بلیک ایجنسی کا سربراہ بلیک وَن تھا۔

"سر! ــــ میں تفریح کے لئے سینڈ بیچ میں اپنے کیبن میں موجود تھا کہ ایک عورت وہاں آئی ــــ اس عورت نے اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا اور میں اُسے اٹھا کر اس کے مطلوبہ کیبن تک پہنچا آیا ــــ" کرنل ٹاڈ نے پوری تفصیل بتانی شروع کر دی۔

"کیا نام بتایا ہے تم نے اس نوجوان کا - اوور" ــــ بلیک وَن کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا۔

"پرنس ــــ وہ اپنا تعلق پاکیشیا سے بتا رہا تھا - اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے جواب دیا۔

"صرف پرنس! ــــ یا پرنس آف ڈھمپ - اوور" ــــ بلیک وان نے پوچھا۔

"صرف پرنس بتایا تھا اس نے سر ــــ اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اور اس نے یہ تسلیم کیا تھا کہ اس نے تمہارا مخصوص بیگ بھی کھولا ہے اور اس مخصوص بیگ میں تمہارا اسپیشل کارڈ بھی موجود ہے - اوور" ــــ بلیک وَن کا لہجہ خاصا غصیلا ہو گیا تھا۔

"یس سر! ــــ لیکن میں نے بتایا ہے کہ کارڈ بھی محفوظ ہے - اور بیگ میں موجود باقی چیزیں بھی ــــ کسی چیز کو چھیڑا تک نہیں گیا - اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اور جب تم اس کیبن میں پہنچے تو وہ پرنس نامی نوجوان ٹیبل لیمپ

ہوئے میز پر کام کر رہا تھا - اوور" ــــ بلیک وَن کے لہجے میں اور زیادہ سختی آگئی۔

"وہ کام نہیں کر رہا تھا ــــ بلکہ بیٹھا باتیں کر رہا تھا باقی لوگ بھی اس میز کے گرد ہی اکٹھے تھے - میں نے یہی بتایا ہے - اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے جواب دیا۔

"اور تم بم مار کر یہ سمجھ کر آ گئے کہ وہ سب لازماً ہلاک ہو جائیں گے وہاں رُکے کیوں نہیں - اوور" ــــ بلیک وَن نے پوچھا۔

"سر! ــــ وہ بم انتہائی طاقتور تھا اس نے کیبن کی چھت کے پرخچے اڑا دیئے تھے اس لئے ان کے زندہ بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــــ اور پھر میں نے تو انہیں صرف سزا دینی تھی کوئی مشن سامنے نہ تھا - اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے حیران ہو کر کہا - اُسے بلیک وَن پر حیرت ہو رہی تھی جو ایک عام سے مسئلے پر اس قدر لمبی جرح کرنے میں مصروف تھا حالانکہ بلیک ون بے حد کم بات کرتا تھا - لیکن آج نجانے اُسے کیا ہو گیا تھا۔

"سنو سی - ٹی! ــــ اگر یہ پرنس علی عمران ہے کیونکہ علی عمران پرنس آف ڈھمپ کے نام سے مشہور ہے تو پھر سمجھ لو کہ کوئی بہت بڑا منصوبہ اس کے ذہن میں ہے ــــ تم اسے نہیں جانتے - لیکن میرے پاس اس کی مکمل فائل موجود ہے ــــ یہ دنیا کا انتہائی خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ ہے ــــ تم ایسا کرو کہ فوری طور پر یہ معلوم کر کے مجھے بتاؤ کہ تمہارے بم پھینکنے کا نتیجہ کیا نکلا ــــ میں اس دوران یہ معلوم کرتا ہوں کہ ایکریمیا میں کوئی اہم واقعہ ایسا تو نہیں ہوا جسے عمران کی

یہاں موجودگی سے لنک کیا جا سکے ـــــ کیونکہ عام طور پر ایسے واقعات کی رپورٹیں مجھ تک نہیں پہنچتیں۔ اور نہ ہی ہماری ایجنسی کا ایسے واقعات سے کوئی تعلق ہوتا ہے ـــــ لیکن عمران کا ایک پلان کے تحت تمہارے بیگ کو چیک کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی لمبا کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔ اوور" ـــــ بلیک ون نے کہا۔

"سر! ـــــ میں نے اپنے آدمی کو ہدایت کر دی ہے ـــــ وہ مجھے ابھی اس بارے میں اطلاعات مہیا کرے گا ـــــ لیکن سر! ـــــ یہ علی عمران آخر ہے کون ـــــ میں نے تو اس کا نام پہلے کبھی نہیں سُنا۔ لیکن آپ اسے اتنی اہمیت دے رہے ہیں جیسے یہ کوئی مافوق الفطرت شے ہو۔ اوور" ـــــ کرنل ٹاڈ نے قدرے ناراض سے لہجے میں کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ ایکریمیا میں تمہارے علاوہ کتنے بلیک ایجنٹ اور ہیں۔ اوور" ـــــ ؟ بلیک ون نے پوچھا۔

"تین یا چار اور ہوں گے سر! ـــــ مجھے بس اندازہ ہی ہے۔ اوور" کرنل ٹاڈ نے جواب دیا۔

"تو اگر یہ واقعی وہی عمران ہے تو پھر یوں سمجھ لو کہ ایکریمیا اور روسیاہ کے تمام بلیک ایجنٹوں کو ملا دو ـــــ تب بھی عمران ان سے دو قدم آگے ہی رہے گا ـــــ بہرحال تم اپنے آدمی کی رپورٹ ملنے کے بعد مجھے دوبارہ کال کرنا ـــــ اوور اینڈ آل" ـــــ بلیک ون نے تیز لہجے میں کہا اور کرنل ٹاڈ نے دانت پیستے ہوئے ڈبے کا بٹن آف کیا اور پھر شاور بند کر کے وہ باتھ رُوم کے دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ ڈبے میں سے ایک بار پھر ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

کرنل ٹاڈ تیزی سے واپس مڑا۔ اس نے شاور دوبارہ کھولا اور بٹن دبا دیا۔ اس جدید ترین ٹرانسمیٹر کی کال کیچ نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن احتیاط ٹاڈ کی زندگی کا ایک جزو بن چکی تھی۔ اس نے شاور کھول کر اس کے نیچے ٹرانسمیٹر رکھا تھا تاکہ پانی کا شور آواز پر غالب رہے۔

"ہیلو ـــــ ہیلو ـــــ جیکب کالنگ۔ اوور" ـــــ بٹن پریس ہوتے ہی ڈبے میں سے جیکب کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ اوور" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر! ـــــ حیرت انگیز رپورٹ ہے ـــــ اس تباہ شدہ کیبن کے ملبے سے نہ کوئی لاش ملی ہے ـــــ اور نہ کوئی زخمی۔ اوور" ـــــ جیکب نے کہا اور کرنل ٹاڈ کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کے ذہن میں بم کا دھماکہ ہو گیا ہو۔

"کیا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ـــــ چھ افراد کیبن کے اندر تھے جب میں نے اُسے بم مار کر تباہ کیا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ نہ کوئی لاش ہے اور نہ کوئی زخمی۔ اوور" ـــــ کرنل ٹاڈ نے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"سر! ـــــ میں درست کہہ رہا ہوں ـــــ میں نے خود جا کر سب چیک کیا ہے ـــــ پولیس اور فائر بریگیڈ نے جب ملبہ ہٹایا۔ وہاں سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا ـــــ حالانکہ وہاں شروع سے اب تک بے شمار لوگ موجود رہے ہیں اور کسی نے وہاں سے کسی کو نکلتے بھی نہ دیکھا ہے۔ اوور" ـــــ جیکب نے جواب دیا۔

"ہونہہ ـــــ اب تم ایسا کرو کہ وہاں گھاٹ پر اور ارد گرد معلومات

کرد کر ایک عورت اور پانچ مردوں کا گروپ تو نہیں دیکھا گیا ـــــ اگر
وہ ملبے سے نکل بھی گئے ہوں گے تو لازماً ان کا لباس اور جسم ریت اور
بجری سے اٹا ہوا ہوگا اور ان کی کہیں نہ کہیں سے نشاندہی بھی ہو جائے
گی ـــــ اوور اینڈ آل" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کہا اور بٹن آف کر دیا۔
جیکب کی رپورٹ کے بعد پہلی بار اسے محسوس ہو رہا تھا کہ بلیک ون
کی تشویش بے جا نہیں ہے۔ حالانکہ اس نے خود بم پھینکا تھا اور اس
لمحے سب لوگ کیبن کے اندر موجود تھے۔ اس کے باوجود ان کا زندہ سلامت
نکل جانا واقعی حیرت انگیز تھا۔
وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ ناب گھما کر بلیک ون
کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور بٹن دبا دیا۔
"ہیلو ـــــ ہیلو ـــــ سی۔ٹی کالنگ۔ اوور" ـــــ اس نے بٹن
دبا کر بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔
"یس ـــــ بلیک ون اٹنڈنگ۔ اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ہی دوسری
طرف سے اس کے پاس بلیک ون کی آواز سنائی دی۔
"سر! ـــــ میرے آدمی نے حیرت انگیز خبر دی ہے ـــــ کیبن
کے ملبے سے نہ کوئی لاش ملی ہے اور نہ کوئی زخمی آدمی برآمد ہوا ہے
حالانکہ میں نے خود اسے بم مار کر تباہ کیا ہے اور اس وقت یہ لوگ کیبن
کے اندر تھے۔ اوور" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کہا۔
"ہونہہ ـــــ اس کا مطلب ہے کہ میرا شک درست تھا ـــــ یہ
پرنس دہی علی عمران ہے ـــــ ایسے کارنامے حیرت انگیز طور پر ہمیشہ
اسی سے منسوب رہے ہیں ـــــ اور سنو! ـــــ میں نے معلومات اکٹھی کی

ں تو یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک اہم دفاعی عمارت پر جس پر ملٹری سیکرٹ
وس کا سخت ترین پہرہ تھا ـــــ وہاں ایک آدمی نے اکیلے ریڈ کیا ہے
وہ وہاں سے ایک نقشہ اور فائل لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ جو کہ
ائے تاپیتی میں واقع ایک خفیہ لیکن انتہائی اہم دفاعی لیبارٹری کا ہے
نقشہ اور فائل بعد ازاں ایک ہوٹل کے کمرے سے برآمد ہو گئے ہیں
ن وہ مجرم نہیں پکڑا جا سکا ـــــ اور ایک اور رپورٹ بھی سنٹرل
جنس سے موصول ہوئی ہے کہ ایک آدمی جس کا نام ٹام ہے نے ہوسٹن
ایک چھوٹا مگر جدید ترین جہاز جونا۔ لڈھا تر کیا ہے اور وہ اس جہاز
ٹھ کر صحرائے تاپیتی کی طرف جانا چاہتا تھا کہ راستے میں انٹیلی جنس
والے نے وہاں جانے سے منع کیا ہے ـــــ لیکن وہ تاپیتی شہر
رف روانہ ہو گیا ہے ـــــ اس کے کاغذات بھی اصل ہیں۔ ان
ات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صحرائے تاپیتی میں واقع اس لیبارٹری
سلسلے میں کوئی خاص گروہ کسی خاص مشن پر کام کر رہا ہے۔ اور
ب تمہاری اطلاع کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سارا چکر
ن اور اس کے ساتھی کھیل رہے ہیں ـــــ میں نے کیس اپنے
ں میں لے لیا ہے ـــــ مزید تفصیلات میں جمع کر رہا ہوں۔ لیکن
وری طور پر حرکت میں آجاؤ ـــــ اب تمہیں اس عمران اور اس کے
تھیوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ فائل تمہارے دفتر میں ایک گھنٹے بعد پہنچ
ئے گی۔ اوور" ـــــ بلیک ون نے تیز لہجے میں کہا۔
"یس سر ـــــ ٹھیک ہے سر ـــــ میں اب دیکھوں گا کہ یہ عمران
نے پانی میں ہے۔ اوور" ـــــ کرنل ٹاڈ نے مسرت بھرے لہجے

میں کہا۔

"او۔ کے ——— پوری طرح محتاط رہنا ——— اوور اینڈ آل" ——— دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ٹاڈ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈبے کا بٹن بند کر دیا۔ اور واپس کمرے میں آ گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر واپس بیگ میں رکھا اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے آنکھیں بند کیں اور اپنی ٹانگیں لمبی کر لیں۔ یہ اس کی مخصوص عادت تھی اس طرح اس کا ذہن تیز سے کام کرتا تھا۔ وہ اپنے ذہن میں ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کن لائحہ عمل طے کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ بلیک ون نے اسے دو متضاد خبریں دی تھیں۔ ایک آدمی لیبارٹری کا نقشہ اڑاتا ہے پھر ایک اور آدمی ہوائی جہاز چارٹر کر کے صحرائے تاپتی میں داخل ہونا چاہتا ہے۔

ادھر عمران اور اس کے ساتھی ایک لمبی پلاننگ کے تحت اس کا مخصوص بیگ کھول کر دیکھتے ہیں۔ یہ سب علیحدہ علیحدہ ٹکڑے تھے جن کا آپس میں بظاہر کوئی رابطہ نہ تھا اور وہ اب ان کے درمیان رابطہ تلاش کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اسے صحرائے تاپتی کے اندر موجود لیبارٹری کے بارے میں اتنا علم ضرور تھا کہ وہاں انتہائی سخت حفاظتی اقدامات بھی موجود ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں طوفانی ہوائیں بھی مسلسل اس طرح چلتی رہتی ہیں کہ وہاں کوئی آدمی صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ جب تک اس کے پاس مخصوص قسم کا ضروری سامان نہ ہو۔ ریسرچ سنٹر میں آنے جانے کے لئے بھی مخصوص قسم کے ہیلی کاپٹر استعمال کئے جاتے تھے۔ اس لئے اسے فوری طور پر اس آدم

ف سے کوئی خطرہ نہ تھا جو اس طرح جہاز لے کر صحرائے تاپتی میں ل ہونا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے ساری توجہ عمران اور اس ساتھیوں پر مرکوز کر دی لیکن وہ لوگ فی الحال غائب تھے۔ اسے ن تھا کہ جیکب انہیں لازماً تلاش کر لے گا کیونکہ وہ جیکب کی تون کو اچھی طرح جانتا تھا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے تک وہ جیکب کی کال کا منتظر رہا لیکن جب ب کی طرف سے کوئی کال نہ آئی تو اس نے اٹھ کر دوبارہ بیگ سے ٹرانسمیٹر نکالنا چاہا۔ اسی لمحے ٹرانسمیٹر میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں یں۔ کرنل ٹاڈ چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور ے چلتا ہوا باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ پہلے کی طرح شاور کھول ک نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

ہیلو ——— ہیلو ——— جیکب کالنگ۔ اوور ——— جیکب کی آواز رت برآمد ہوئی۔

لیں ——— سی۔ ٹی اٹنڈنگ ——— کیا رپورٹ ہے۔ تم نے بہت دیر ۔ اوور" ——— کرنل ٹاڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

سر! ——— میں نے انہیں تلاش کر لیا ہے اور اسی تلاش میں ر تک گئی ہے ——— یہ پورا گروپ سینڈ ٹیج بار کے مالک ے ملا ——— انہوں نے آٹھ سلنڈر والی لیموزین کار اس سے کھے ہے ——— پھر ایک آدمی کلارک بھی ان سے آ کر ملا ہے۔ مقامی آدمی ہے اور سمگلر بھی ہے اور زیر زمین دنیا میں اس کا ۔ د گروپ بھی موجود ہے ——— پھر کلارک سمیت وہ سب

اس کار میں سوار ہو کر سوانی روڈ کے ذریعے تاپتی شہر کی طرف روا ہو گئے ہیں۔ اوور“ ــــــ جیکب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

” تاپتی شہر ــــ اوہ! میں سمجھ گیا ــــ وہ شارٹ کٹ کی غرض۔ اس خطرناک روڈ کے ذریعے گئے ہوں گے ــــــ کتنی دیر ہوئی۔ انہیں روانہ ہوئے۔ اوور“ ــــــ کرنل ٹاڈ نے چونکتے ہوئے پوچھ

” آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے سر۔ اوور“ ــــــ جیکب نے جواب دیا

” لیموزین کار کس ماڈل اور کس رنگ کی ہے۔ اوور“ ــــــ ہ کرنل ٹاڈ نے پوچھا۔

” سیاہ رنگ کی بالکل نئے ماڈل کی کار ہے سر۔ اوور“ ــــــ جیکب نے جواب دیا۔

” او کے! ــــ اب میں ان سے نمٹ لونگا ــــ اوور اینڈ آل“ کرنل ٹاڈ نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے شاور بند کر دیا۔ وہ تیزی سے باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر بیگ میں رکھ ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن جیسے ہی اس نے آخری نمبر ڈائل کیا۔ کلک کی ہلکی سی آواز اس کے کان میں پڑی تو اس نے چونک کر رسیور پرے کیا یہ مخصوص آواز بتاری ہے کہ اس کا ٹیلیفون ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ گو آواز بے حد ہلکی تھی لیکن کرنل ٹاڈ جیسے آدمی نے اسے بخوبی سن لیا تھا۔ دوسری طرف ابھی گھنٹی بج رہی تھی۔ کرنل ٹاڈ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے رسیور واپس رکھ دیا۔

” ہونہہ! ــــ اس کا مطلب ہے کہ میری باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے“ ــــــ کرنل ٹاڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اس

سے وہی بیگ نکالا جس میں اس نے ٹرانسمیٹر رکھا تھا۔ بیگ کے خلیے سے اس نے میک اپ ماسک نکالا اور اسے چہرے اور چڑھا کر ہاتھوں سے اسے تھپتھپانے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی اس بالکل بدل گیا تھا۔ باتھ روم میں جا کر اس نے لباس بدلا اور پھر میں سے ضروری چیزیں نکال کر جیب میں ڈالنے کے بعد وہ بیرونی کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا ی خالی تھی۔ وہ جلدی سے باہر نکلا اور دروازہ بند کر کے بجائے طرف جانے کے وہ فائر ڈور کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ل کی عقبی گلی میں پہنچ چکا تھا۔ عقبی گلی سے ہوتا ہوا وہ سڑک پر پھر سامنے موجود مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مارکیٹ میں ایک پبلک وتھ موجود تھا اس نے سکے ڈال کر نمبر گھمائے۔

یس ــــ سی۔ بی کلب“ ــــــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

سی۔ ڈی بول رہا ہوں ــــــ جارج سے بات کراؤ“ ــــــ کرنل انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

یس باس ــــــ دوسری طرف سے اس بار مودبانہ لہجے میں کہا چند لمحوں بعد ایک اور آواز رسیور پر ابھری۔

یس باس! ــــــ میں جارج بول رہا ہوں“ ــــــ بولنے والے مودبانہ تھا۔

جارج! ــــ میرے ہوٹل کے کمرے کا ٹیلیفون ٹیپ کیا جا رہا ہے معلوم کرو کون ایسا کر رہا ہے ــــــ اور دوسری بات یہ کہ کر کے ریگن کو کہو کہ وہ ہیلی کاپٹر لے کر فوراً نیشنل پارک

پہنچ جاتے ـــــ میں وہاں موجود ہوں گا ـــــ وہ مجھ سے ٹرانسمیٹر
بات کرے گا اور اُسے کہہ دینا کہ ہم نے سوانی روڈ پر ایک کار کو ہٹ
کرنا ہے اس لئے ہیلی کاپٹر فل لوڈڈ ہونا چاہیئے" ـــــ کرنل ٹاڈ نے
کرخت لہجے میں کہا۔

" سر! ـــــ کیا کوئی مشن شروع ہو گیا ہے" ـــــ؟ جارج نے پو
"ہاں! ـــــ ایک اہم مشن ہے ـــــ اور سنو! تاپتی میں جیکر کو
کر کے اُسے کہہ دو کہ وہاں ایک شخص جوزف ٹو طیارے کے ذریعے پہنچ
ہے یا پہنچ چکا ہو گا۔ اس نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے۔ جوز
طیارہ وہ آسانی سے تلاش کرے گا" ـــــ کرنل ٹاڈ نے مزید ہدای
دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے سر" ـــــ جارج نے جواب دیا اور کرنل ٹاڈ نے
رکھا اور فون بوتھ سے باہر نکل کر وہ پیدل ہی نیشنل پارک کی طر
چل پڑا۔ جو وہاں سے قریب ہی تھا۔ اب وہ پوری طرح کام کرنے
موڈ میں آ گیا تھا۔ اور اُسے یقین تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک گھ
کے اندر ہی اس مشن کو نہ صرف مکمل کرے گا بلکہ بلیک ون کو دکھا
دے گا کہ جس ایجنٹ کی وہ اتنی تعریفیں کر رہا تھا وہ کرنل ٹاڈ کے
مقابلے میں معمولی سی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

صفدر نے تاپتی شہر کے چھوٹے سے ایئرپورٹ پر طیارہ ہینگر
تک کھڑا کیا اور پھر وہ اطمینان سے چلتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر
آ گیا۔ اُسے اب اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی باقاعدہ نگرانی کی جا رہی
ہے۔ لیکن چونکہ اس کے کاغذات بالکل اصلی تھے اس لئے اُسے زیادہ
فکر نہ تھی۔ اب اس کا طیارے سمیت صحرائے تاپتی میں داخل ہونے کا
کام تو ظاہر ہے ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ اب یہاں رہ کر ایسی
معلومات اکٹھی کرنا چاہتا تھا جس سے وہ خفیہ طور پر نہ صرف صحرا میں
داخل ہو سکے بلکہ لیبارٹری کے اندر بھی پہنچ جائے۔ وہ چونکہ زندگی میں
پہلی بار یہاں آیا تھا اس لئے ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے
ٹیکسی ڈرائیور کو کسی اچھے سے ہوٹل میں لے جانے کے لئے کہا۔

"سر! ـــــ یہاں سب سے اچھا ہوٹل بلیو برڈ ہے" ـــــ ٹیکسی
ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— وہیں لے چلو" ——— صفدر نے کہا اور سیٹ سے پشت لگا لی۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور سے زیادہ بات نہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ ہو سکتا تھا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور بھی ایجنٹ ہو۔

ہوٹل واقعی خاصا شاندار تھا۔ اُسے بڑی آسانی سے کمرہ مل گیا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا عام سا بیگ جس میں صرف کاغذات اور کپڑے تھے۔ کمرے میں رکھا اور پھر وہ ہوٹل کے ہال میں آ گیا۔ ویٹر کو اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ اور چند لمحوں بعد ویٹر نے میز پر کھانا لگانا شروع کر دیا۔

"سنو! ——— یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جو معلومات فروخت کرنے کا دھندہ کرتا ہو" ——— صفدر نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر خاموشی سے ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یس سر! ——— انکل جام سے مل لیجئے ——— وہ انتہائی باخبر آدمی ہے ——— راکی بار میں بیٹھتا ہے" ——— ویٹر نے جلدی سے نوٹ مٹھی میں دباتے ہوئے اس طرح سرسری لہجے میں کہا جیسے کسی گاہک کی عام سی بات کا جواب دے رہا ہو۔

"اس کی کوئی ٹپ ——— شاید وہ اجنبی پر اعتماد نہ کرے" ——— صفدر نے ایک اور نوٹ نکال کر ——— اس کی مٹھی میں دبا دیا۔

"میرا نام باھٹی ہے ——— آپ اسے کہیں کہ باھٹی نے مجھے بھیجا ہے نشانی کے طور پر یہ کہہ دیجئے گا کہ وہ مجھ سے فون پر بات کرے" ویٹر نے جلدی سے کہا اور واپس مڑ گیا۔

صفدر نے اطمینان سے کھانا کھایا اور پھر اٹھ کر وہ ہوٹل کے بیرونی

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ راکی بار اسے نظر آ گیا تھا لیکن وہ راکی بار میں جانے کی بجائے اس طرح ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا جیسے وہ کھانا کھانے کے بعد ٹہلنے نکلا ہو۔ اس کی تیز نظریں اپنے تعاقب کا اندازہ لگا رہی تھیں۔ لیکن اپنے تعاقب یا نگرانی میں اسے کوئی شخص نظر نہ آ رہا تھا۔ ٹہلتا ٹہلتا وہ مین مارکیٹ میں آ گیا اور پھر وہاں موجود پبلک بوتھ میں داخل ہوا۔ اس نے وہاں موجود ڈائرکٹری سے راکی بار کا نمبر دیکھا اور سکے ڈال کر نمبر ڈائل کر دیئے

"راکی بار" ——— چند لمحوں بعد ایک کاروباری سی آواز سنائی دی۔

"انکل جام موجود ہے" ——— ؟ صفدر نے پوچھا۔

"انکل جام ——— ہاں موجود ہے ——— کون بول رہا ہے" ——— ؟ دوسری طرف سے چونکتے ہوئے پوچھا گیا۔

"میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں ——— کیا آپ اُسے فون پر بلا سکتے ہیں ——— میں ہوسٹن سے فون کر رہا ہوں" ——— صفدر نے کہا۔

"ہوسٹن سے ——— اوہ! اچھا ٹھیک ہے ——— ہولڈ آن کریں" دوسری طرف سے کہا گیا اور صفدر خاموش کھڑا رہا۔

"یس ——— جام بول رہا ہوں" ——— چند لمحوں بعد ایک بوڑھی سی لرزدہ آواز سنائی دی۔

"انکل جام! ——— میں یہاں اجنبی ہوں اور آپ سے میں نے چند معلومات خریدنی ہیں ——— معاوضہ آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا۔ میرا ——— آپ کاؤنٹر والے کو یہ نہ بتائیں کہ میں یہاں سے بول رہا ہوں

یونکہ میری نگرانی ہو رہی ہے ۔۔۔۔ ویسے ٹپ کے طور پر میں ہوٹل بلیو
کے ویٹر باصمی کا نام لے سکتا ہوں ۔۔۔۔ کوئی ایسی جگہ بتائیں جہاں ہم
اطمینان سے بات کر سکیں ۔۔۔۔ میں مین مارکیٹ کے پبلک فون بوتھ
سے بات کر رہا ہوں" ۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔۔ میں پہنچ جاؤں گا مگر آج نہیں کل۔
آج تو میں فارغ ہی نہیں ہوں ۔۔۔ ابھی میں نے ایک ضروری کام
کے لیے مین مارکیٹ جانا ہے" ۔۔۔۔ انکل جام کی آواز سنائی دی اور
اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

صفدر نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ انکل جام واقعی بے حد
ذہین آدمی تھا۔

صفدر فون بوتھ سے نکلا اور اس کے قریب ہی ایک بکسٹال پر کھڑا
ہو گیا۔ اس نے ایک رسالہ خریدا اور اسے اس طرح کھول کر دیکھنے
لگا جیسے وہ سرسری طور پر اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہو۔ لیکن اس کی تیز
نظریں ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اسے ایک
بوڑھا سا آدمی فون بوتھ کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ اس کے کپڑے میلے
ہوتے تھے۔ اور چہرہ شراب نوشی کی کثرت سے خاصا مسخ ہو گیا تھا۔
وہ فون بوتھ کی دیوار سے لگ کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے چلتے چلتے
تھک گیا ہو۔

صفدر نے رسالہ بند کیا اور ٹہلتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ قریب
پہنچ کر وہ رکا اور اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔
"آپ انکل جام ہیں" ۔۔۔۔ صفدر نے پیکٹ کھول کر سگریٹ نکالتے

ہوئے کہا۔

"اوہ تم! ۔۔۔ ریکس سینما کی گیلری کی ٹکٹ لے کر بیٹھ جاؤ ۔۔۔ میں
وہاں پہنچ جاؤں گا" ۔۔۔۔ بوڑھے جام نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر
اسی طرح لاتعلق انداز میں آگے بڑھ گیا جیسے اس کا صفدر سے کوئی
تعلق ہی نہ ہو۔

صفدر نے سگریٹ سلگایا اور پھر اسی طرح ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ یہ
شہر چھوٹا سا تھا اس لیے ادھر ادھر گھومتے پھرتے اسے کسی سے پوچھے
بغیر ہی ریکس سینما نظر آ گیا۔ اس پر کوئی معاشرتی سی فلم لگی ہوئی تھی اور
وہاں کوئی رش نظر نہ آ رہا تھا۔ صفدر بکنگ کی طرف گیا۔ اس نے گیلری کا
ٹکٹ خریدا اور گیلری میں داخل ہو گیا۔ فلم چل رہی تھی لیکن گیلری تقریباً
خالی پڑی ہوئی تھی۔ اکا دکا آدمی کہیں کہیں بیٹھا نظر آ رہا تھا۔

صفدر اطمینان سے بیٹھ کر فلم دیکھنے لگا۔ وہ دروازے کے قریب
ہی بیٹھ گیا تھا تاکہ بوڑھا جام اسے آسانی سے دیکھ لے۔ تقریباً آدھے
گھنٹے بعد بوڑھا جام گیلری میں داخل ہوا اور اطمینان سے چلتا ہوا صفدر
کی ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں! ۔۔۔ اب بتاؤ کہ تم کس قسم کی معلومات چاہتے ہو" ۔۔۔۔؟
بوڑھے جام نے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"مجھے صحرائے تابیتی کے بارے میں معلومات چاہئیں" ۔۔۔۔ صفدر
نے جواب دیا۔

"صحرائے تابیتی! ۔۔۔ کیوں! ۔۔۔ تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ
رہے ہو" ۔۔۔۔؟ انکل جام بری طرح چونک پڑا۔

"اس بات کو چھوڑو ۔۔۔ مطلب کی بات کرو" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کس قسم کی معلومات تمہیں چاہئیں" ۔۔۔؟ بوڑھے جام نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو کہ میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر صحرائے تاپیتی میں داخل ہونا چاہتا ہوں" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے چند بڑے نوٹ نکال کر ہاتھ میں پکڑ لئے۔ اور نوٹ دیکھ کر اندھیرے میں بھی بوڑھے جام کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک صفدر کو صاف نظر آگئی اور وہ مسکرا دیا۔

"تم شاید خفیہ لیبارٹری کے چکر میں ہو ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ مجھے کیا ۔۔۔ جو چاہے کرتے پھرو ۔۔۔ ایک راستہ ہے انتہائی خفیہ۔ لیکن اس میں خطرات بے شمار ہیں" ۔۔۔ جام نے کہا۔

"تم صرف راستہ بتاؤ ۔۔۔ باقی کام مجھ پر چھوڑ دو" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور نوٹ جام کی طرف بڑھا دیئے۔ جام نے بجلی کی سی تیزی سے نوٹ اپنے کوٹ کی جیب میں منتقل کر لئے۔

"سنو اجنبی! ۔۔۔ تاپیتی شہر سے شمال کی طرف ایک قصبہ ہے اس قصبے کا نام آرلین ہے ۔۔۔ آرلین میں ایک بار ہے جس کا نام اس کے مالک ڈیگن کے نام پر ہے ڈیگن بار ۔۔۔ یہ ڈیگن بظاہر تو بار کا مالک ہے لیکن اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ صحرائے تاپیتی میں اس نے منشیات کے لئے ایک خفیہ سٹور بنا رکھا ہے اور اس سٹور تک آنے جانے کے لئے اس کی اپنی بار کے تہہ خانے سے ایک خفیہ

سرنگ اس کے اڈے تک جاتی ہے ۔۔۔ یہ اڈا اور سرنگ دراصل اس نے نہیں بنائی ۔۔۔ بلکہ پرانے زمانے میں جب صحرائے تاپیتی میں طوفانی ہوائیں نہ چلتی تھیں تو وہاں اندر ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو بعد میں تباہ ہو گیا ۔۔۔ اس قصبے میں ایک عمارت کا تہہ خانہ تھا اور یہ سرنگ بھی قدیم زمانے سے بنی ہوئی ہے اور اتفاق سے اس سرنگ کا دھانا اس جگہ تھا جہاں آجکل ڈیگن بار ہے اور ڈیگن کو اس سرنگ کا علم ہو گیا ۔۔۔ چنانچہ اس نے اسے صاف کرایا اور وہاں قدیم تہہ خانے میں اس نے منشیات کا سٹور بنا لیا ۔۔۔ میں پہلے بڑا مشہور سول انجینئر رہا ہوں اور ڈیگن میرا سب سے چھوٹا بھائی ہے اس لئے میں نے ہی اس سرنگ اور تہہ خانے کو صاف کرایا تھا اور اب تم دنیا میں تیسرے آدمی ہو جسے اس سرنگ اور تہہ خانے کا علم ہوا ہے ۔۔۔ اس سے قبل یہ بات میرے اور ڈیگن کے درمیان ہی تھی اور ڈیگن میرا بہت خیال کرتا ہے ۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بے حد لالچی بھی ہے۔ اگر تم اسے اس کی مرضی کی رقم ادا کر سکو تو وہ تمہیں اس سرنگ کے ذریعے صحرا کے اندر پہنچا سکتا ہے ۔۔۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ وہ سخت آدمی بھی ہے ۔۔۔ اگر تمہارا اس سے سودا نہ ہو سکا تو وہ تمہیں فوراً قتل کر دے گا ۔۔۔ اور آخری بات یہ کہ تم نے اسے ہرگز یہ نہیں بتانا کہ تم مجھ سے مل چکے ہو۔ ورنہ پھر میری بھی خیر نہیں ہے" ۔۔۔ بوڑھے جام نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو انکل جام! ۔۔۔ تمہارا نام درمیان میں نہ آئے گا۔ اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اس ملاقات کے بارے میں منہ بند رکھنا۔ ورنہ

دوسری صورت میں مجھے تو کچھ نہیں ہوگا ـــــ البتہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے" ـــــ صفدر نے کہا۔

"میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ـــــ فلم بڑی بور ہے چلیں۔" انکل جام نے کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر نے ایک طویل سانس لیا اور دوبارہ فلم دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن اس کا ذہن اب لائحہ عمل بنانے میں مصروف تھا۔ ڈیتھ سے نپٹنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ مسئلہ تھا صحرائے تاپتی میں داخل ہونے کے بعد لیبارٹری کو ٹریس کرنا اور اس میں داخل ہونا۔ صحرا میں داخل ہونے کا مسئلہ تو انکل جام نے حل کر دیا تھا لیکن اس کے بعد کے مسائل پر پوری طرح وہ غور کر لینا چاہتا تھا۔

انکل جام کے جانے کے تقریباً دو گھنٹے بعد تک وہ بیٹھا فلم دیکھتا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور سینما سے نکل کر اپنے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔ اب وہ اپنا ایک لائحہ عمل طے کر چکا تھا اس لئے ذہنی طور پر وہ مطمئن تھا گو اس لائحہ عمل میں خطرات کا تناسب بے حد زیادہ تھا۔ لیکن ظاہر ہے ایک سپر ایجنٹ کو اس قسم کے خطرات سے تو بہر حال نپٹنا ہی پڑتا ہے۔

ہوٹل پہنچ کر صفدر اپنے کمرے میں آیا اور لباس بدل کر وہ بستر پر لیٹنا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس ـــ کم اِن" ـــــ صفدر نے چونک کر کہا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور وہی ویٹر باھٹی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں اس نے شراب کا جام رکھا ہوا تھا۔

"یہ میری طرف سے جناب" ـــــ ویٹر باھٹی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز پر جام رکھتے ہوئے اس نے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"جام سے بات ہو گئی ہے" ـــــ ؟ اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔

"مجھے اتنی جلدی نہیں ہے ـــــ کسی وقت مل لوں گا" ـــــ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور باھٹی کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی چمک مدھم پڑ گئی۔

"اگر آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو کس قسم کی معلومات چاہئیں تو شاید میں ہی آپ کی مدد کر دوں" ـــــ باھٹی نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"یہاں آج سے پانچ سال پہلے ایک شخص ذراس رہتا تھا ـــ میں نے اس کے متعلق معلومات کرنی ہیں" ـــــ صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ اب باھٹی سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔

"ذراس! ـــ میں نے تو یہ نام کبھی نہیں سنا ـــ ٹھیک ہے سر! آپ انکل جام سے ہی ملیں ـــ شاید وہ جانتا ہو" ـــــ باھٹی نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔ صفدر اس کی مایوسی سمجھ گیا تھا۔ وہ صفدر سے مزید رقم بٹورنا چاہتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے صفدر نے نام ہی ایسا لیا تھا جس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اس لئے باھٹی کا پروگرام ختم ہو گیا۔

صفدر نے جام اٹھایا اور پھر اٹھ کر اسے واش بیسن میں انڈیل دیا۔ لیکن جام خالی ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ کیونکہ جام کی تہہ میں سفید رنگ کے ذرات اسے نظر آ رہے تھے۔

"اوہ! — تو یہ مجھے بیہوش کرنا چاہتا تھا" — صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے نیچے کاؤنٹر سے اس علاقے کا حاصل کیا ہوا نقشہ جیب سے نکالا اور اسے غور سے دیکھنے لگا وہ قصبہ آرلین کا راستہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہتا تھا۔ پھر نقشہ تہہ کر کے وہ اٹھا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ ویٹر باھٹی لازماً اسے چیک کرنے کے لئے آئے گا۔ باھٹی کی نیت خراب ہو گئی تھی اور وہ اب اسے لوٹنے کے چکر میں تھا۔ لیکن اس سے صفدر کا ایک اہم مسئلہ حل ہو گیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ لیکن صفدر خاموش پڑا رہا۔ دوبارہ دستک ہونے کے بعد دروازہ کھلا۔ صفدر نیم باز آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھلنے پر باھٹی کی شکل نظر آئی وہ بڑے محتاط انداز میں کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے آہستہ سے دروازہ کھول دیا۔ اس وقت وہ ویٹر کی یونیفارم کی بجائے عام لباس میں تھا۔ شاید اس کی ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا صفدر کے بیڈ کے پاس آیا اور اس نے جھک کر غور سے صفدر کو دیکھا۔ صفدر نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ باھٹی واپس مڑا اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر نے اس کے مڑنے کی آہٹ سن کر آنکھیں آدھی کھول دیں۔ باھٹی نے الماری کے قریب رک کر ایک بار پھر مڑ کر صفدر کو دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر الماری کے پٹ کھولنے شروع کر دیئے۔ صفدر آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیڈ پر موجود دبیز گدے کی وجہ سے اس کے اٹھنے سے کوئی

آواز نہ نکلی۔ اور پھر صفدر نہ صرف اٹھ کر کھڑا ہو گیا بلکہ وہ باھٹی کی طرف بڑھا۔ باھٹی اس وقت بڑے مطمئن انداز میں صفدر کے کوٹ کی جیبوں کی تلاشی لینے میں مصروف تھا۔

صفدر کا بازو اٹھا اور دوسرے لمحے باھٹی کی کنپٹی پر کھڑی ہتھیلی کی زوردار ضرب لگی اور باھٹی چیختا ہوا اچھل کر نیچے فرش پر گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ کوٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر چکا تھا۔ صفدر نے اطمینان سے آگے بڑھ کر کوٹ اٹھایا اور اسے الماری میں دوبارہ لٹکا کر وہ واپس مڑا اور اس نے جھک کر بیہوش ویٹر کو اٹھایا اور اسے کرسی پر بٹھا کر اس نے اس کی نبض پکڑ کر چیک کی۔ باھٹی کی نبض بتا رہی تھی کہ اسے دو گھنٹے سے پہلے کسی صورت ہوش نہیں آ سکتا۔ صفدر نے اس کی کلائی چھوڑی اور الماری میں موجود اپنا بیگ اٹھایا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ باھٹی ویسے ہی کرسی پر بیہوش پڑا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جب صفدر باتھ روم سے باہر نکلا تو وہ مکمل طور پر ویٹر باھٹی کا روپ دھار چکا تھا۔ البتہ اس نے لباس اپنا ہی پہنا ہوا تھا۔ پھر اس نے بیگ میں سے اپنا باقی سامان نکالا اور اسے اپنی جیبوں میں ڈال کر بیگ اس نے واپس الماری میں پھینکا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا نیچے ہال میں پہنچا اور پھر سائیڈ راہداری سے ہوتا ہوا ہوٹل کے عقبی حصے میں نکل آیا۔ صبح ہال میں بیٹھے ہوئے اس نے ویٹروں کو ادھر سے آتے جاتے دیکھا تھا۔ عقبی گلی سے نکلتا ہوا وہ سڑک پر آیا اور پھر تیزی سے

آرلین قصبے کی طرف جانے والی بسوں کے اڈے پر پہنچ گیا۔ اب یہ اتفاق تھا یا صفدر کی خوش قسمتی کہ وہاں جاتے ہی اُسے ایک بس مل گئی تھی اور وہ ٹکٹ خرید کر اس میں بیٹھ گیا۔

"ارے باھٹی! — تم آرلین جارہے ہو" — اچانک بس میں بیٹھے ہوئے ایک لمبے تڑنگے اور مضبوط جسم کے مالک آدمی نے حیرت بھرے انداز میں کہا اور صفدر مسکراتا ہوا اس کے قریب ہی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ہاں! — آرلین ہی جارہا ہوں" — صفدر نے باھٹی کے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ سوٹ تو بڑا شاندار ہے — کس گاہک کا مارا ہے — تم سے تو شاید ہی کوئی گاہک بچ کر نکلتا ہوگا" — لمبے تڑنگے نوجوان نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا اور صفدر اس طرح ہنس دیا جیسے وہ کوئی جواب نہ دینا چاہتا ہو۔

"تمہارا وہ ڈریگن تو آجکل بڑا اونچا جارہا ہے — لمبے ہاتھ مار رہا ہے" — اچانک اس لمبے تڑنگے نوجوان نے جھک کر سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"اچھا! — وہ کیسے" — ؟ صفدر نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ ویسے اس کی حیرت واقعی اصلی تھی۔ کیونکہ وہ ڈریگن کا نام سن کر چونک پڑا تھا۔

"کمال ہے — تم تو ایسے بات کر رہے ہو جیسے تمہیں علم ہی نہیں ہے — رالسن سے کوئی بات چھپی رہ سکتی ہے — تم خود تو ڈریگن کے شریک کاروبار ہو — اور حیرت یوں ظاہر کر رہے ہو

جیسے تمہیں کچھ معلوم ہی نہ ہو — ویسے ایک بات ہے باھٹی! — تم ہو بہت گہرے — تم نے آج تک ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ڈریگن کے ساتھ تمہارا بھی حصہ ہے — بس ویٹر بنے رہتے ہو۔ لیکن رالسن سے کونسی بات چھپی رہ سکتی ہے — معلومات میں مجھے انکل جام سے بھی دو ہاتھ آگے سمجھا — اوہ ارے ہاں یاد آیا — تمہیں معلوم ہے کہ انکل جام بے چارہ مر گیا ہے" — رالسن نے یکلخت چونکتے ہوئے کہا۔

"مر گیا ہے — وہ کیسے" — ؟ اس بار بھی صفدر کی حیرت واقعی اصلی تھی۔

"ہاں! — مجھے بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے پتہ چلا — نجانے آج اس بوڑھے کو کیا سوجھی فلم دیکھنے ریکس سینما چلا گیا — وہاں سے باہر آرہا تھا کہ سڑک پار کرتے ہوئے اچانک ایک ٹرک سے ٹکرا گیا۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ اُسے کم نظر آتا تھا بس مارا گیا بے چارہ — البتہ ایک بات ہے اس کی جیب سے سنا ہے کہ بڑے بڑے نوٹ کافی تعداد میں نکلے ہیں — نجانے اس نے یہ نوٹ کہاں سے حاصل کر لئے تھے۔ وہ تو ہمیشہ کا پھکڑ آدمی ہے" — رالسن کو شاید زیادہ بولنے کی بیماری تھی۔ وہ مسلسل بولے چلا جارہا تھا۔

"اوہ! — ویری بیڈ — پھر تو ڈریگن کو بھی لازماً اطلاع مل چکی ہوگی وہ فوراً یہاں پہنچے گا" — صفدر نے کہا۔

"ڈریگن کو — مگر کیوں — وہ کیوں پہنچے گا" — اس بار رالسن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو تمہیں نہیں معلوم" — صفدر نے مبہم سے انداز میں جواب

نیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ رالسن کے لہجے سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ جام نے
اسے غلط بتایا تھا کہ وہ ڈریگن کا بڑا بھائی ہے۔

"مجھے کیا نہیں معلوم" ——— رالسن کا لہجہ واقعی مشکوک تھا۔

"اس نے جام سے لمبا قرضہ لینا ہے ——— بڑے نوٹوں کی خبر لے
مل جائے گی ——— اور تم جانتے ہو کہ وہ رقم کے معاملے میں کیسا ہے
صفدر نے بات بناتے ہوئے کہا اور رالسن نے بڑے مطمئن انداز میں یہ
طویل سانس لیا۔

"ارے ہاں! ——— یہ بات ہے ——— واقعی تمہاری بات درست ہے
رالسن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے بس ایک قصبے کی حدود میں داخل ہوئی اور صفدر نے چونک
کر دیکھا تو اسے ایک دوکان کے بورڈ پر آرلین کا نام لکھا ہوا نظر آ گیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں شاونجی جا رہا ہوں ——— میری بہن بیمار ہے" ——— رالسن نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

چند لمحوں بعد ہی ایک سٹاپ پر بس رک گئی اور صفدر، رالسن کا
بائی بائی کہتا ہوا اٹھا اور تیزی سے بس سے نیچے اتر آیا۔

طاقتور انجن اور لمبی چوڑی باڈی کی لیموزین تنگ اور خطرناک سڑک
پر بھی اچھی خاصی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کلارک
تھا اور ساتھ والی سیٹ پر جولیا۔ جب کہ پچھلی سیٹوں پر عمران، کیپٹن شکیل
ر، نعمانی اور ٹائیگر بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر کوئی چھوٹی کار ہوتی تو شاید وہ
ے بھی نہ آتے لیکن لیموزین کار میں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے
ے جیسے پچھلی سیٹ پانچ افراد کے لئے بنائی گئی ہو۔

سڑک واقعی تنگ اور خاصی خطرناک تھی۔ اس میں مسلسل ایسے تنگ
ڑ آ رہے تھے کہ اچھا خاصا ماہر ڈرائیور ہی کار ڈرائیو کر سکتا تھا اور
رک واقعی ایک ماہر ڈرائیور تھا۔

"آپ تاہیتی کیوں جا رہے ہیں پرنس" ——— کلارک نے مسکراتے
ہوئے عمران سے پوچھا۔

"دھوپ تاپنے ——— میرا مطلب ہے سن باتھ کے لئے" ———

عمران نے جواب دیا اور کلارک بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرا یہ مطلب نہ تھا سر ـــ میں نے اس لئے پوچھا تھا کہ میں اس سارے علاقے سے اچھی طرح واقف ہوں ـــ اس لئے ہو سکتا ہے کہ میں وہاں بھی کام آسکوں" ـــ کلارک نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"پہلے وہاں تک پہنچ تو لو ـــ پھر کام بھی ہو جائے گا" ـــ عمران نے خشک لہجے میں کہا اور کلارک خاموش ہو گیا۔

کار خاصی تیز رفتاری سے اونچی نیچی اور تنگ سڑک پر دوڑتے ہوئے جا رہی تھی کہ اچانک ایک موڑ مڑتے ہی عمران چونک پڑا۔ اس نے اس پہاڑی کے اوٹ سے ایک چھوٹے لیکن جدید قسم کے ہیلی کاپٹر کو نکلتے دیکھ لیا تھا اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر سڑک کراس کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لیکن ذرا سا آگے جانے کے بعد وہ واپس مڑا۔ اب عمران کے ساتھی بھی اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر ایک بار پھر سڑک کی طرف آ رہا تھا اور پھر جیسے ہی وہ سڑک کے اوپر سے گذرا۔ اچانک ایک خوفناک دھماکہ اس جگہ ہوا جہاں ایک لمحہ پہلے کار موجود تھی۔ خوفناک دھماکے سے کلارک کا ہاتھ تیزی سے مڑا اور کار تیزی سے دوڑتی ہوئی یکلخت گھوم گئی۔ لیکن اسی لمحے ساتھ بیٹھی جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر سٹیرنگ کو واپس گھما دیا اور کار ایک زوردار ہچکولا لے کر پھر سیدھی ہو گئی۔

اسی لمحے ہیلی کاپٹر ایک بار پھر پہاڑیوں کے اوپر سے سڑک کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"کار روک دو" ـــ عمران نے چیخ کر کہا اور کلارک نے بجلی کی سی تیزی سے بریکیں لگا دیں۔ لیکن اس قدر تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی کار یکلخت بریکیں لگنے کی وجہ سے کلارک کے قابو میں نہ آئی اور بجلی کی سی تیزی سے گھومتی ہوئی سڑک چھوڑ کر گہرائی میں اترتی چلی گئی۔

اسی لمحے سڑک پر کار کے عقب میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔

"کار کو سنبھالو کلارک" ـــ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت مجبور تھا۔ نہ ہی انتہائی تیز رفتاری سے گہرائی میں اترتی ہوئی کار کو روک سکتا تھا اور نہ کلارک کی جگہ لے سکتا تھا۔ کار اس قدر تیز رفتاری سے گہرائی میں اتری جا رہی تھی کہ عمران سمیت سب لوگ دم بخود ہوئے بیٹھے تھے۔ سب کو معلوم تھا کہ ذرا سا جھٹکا لگتے ہی کار نے الٹ جانا ہے اور اس کے بعد ظاہر ہے ان سب کے جسموں کی ہڈی تک نہ ملتی۔ کار کا انجن کلارک نے بند کر دیا تھا۔ لیکن گہرائی میں اترنے کی وجہ سے کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ اور پھر اچانک کار ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی اور اسی لمحے کلارک نے پوری قوت سے بریکیں لگا دیں اور کار ایک اونچی پہاڑی چٹان سے ذرا سا ٹکرا کر رک گئی۔ وہ اب سیدھی کھڑی ہوئی تھی اور سب لوگ اس طرح حیرت بھرے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ جیسے انہیں یقین نہ آ رہا تھا کہ وہ واقعی زندہ بچ گئے ہیں۔

کار گہرائی سے اتر کر نیچے سپاٹ جگہ پر پہنچ چکی تھی۔ دوسرے لمحے سب سے پہلے عمران باہر نکلا اور اس کے بعد باقی افراد نے بھی باہر چھلانگیں لگا دیں۔ اور دوسرے لمحے ان کے ذہن بھک سے اڑ گئے۔ باہر نکل کر انہیں پہلی بار اس بات کا احساس ہوا تھا کہ وہ کس قدر بھیانک ترین

خطرے سے صحیح سلامت نکل آئے ہیں۔ پہاڑی ڈھلوان تقریباً ڈیڑھ سو
فٹ تھی۔ لیکن یہ بالکل سپاٹ تھی۔ اس میں کسی جگہ رخنہ یا ابھری ہوئی
چٹان نہ تھی اور اسی وجہ سے کار اُلٹنے سے بچ گئی تھی۔ جس جگہ کار موجود
تھی وہ جگہ اسی طرح کی دو ڈھلوانوں کا درمیانی تنگ حصہ تھا۔ لیکن سامنے
والی پہاڑی کی ڈھلوان سپاٹ نہ تھی بلکہ اس میں جگہ جگہ چٹانیں ابھری
ہوئی تھیں۔

اسی لمحے انہیں اُوپر سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ اور وہ سب
چونک کر اُوپر دیکھنے لگے۔

"چھپ جاؤ۔۔۔ جلدی" ۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے
اس نے بجلی کی سی تیزی سے کار کے کھلے دروازے سے ڈرائیونگ سیٹ
پر چھلانگ لگا دی۔ اور کار ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی اور پھر تیزی سے
سائیڈ کاٹتی ہوئی اس تنگ سے درے میں دوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔
ذرا سا آگے اگلی پہاڑی میں سے ایک چٹان نے باہر نکل کر دوسری پہاڑی
تک ایک چھجہ سا بنا دیا تھا۔ عمران نے کار اس چھجے کے نیچے روک دی تھا
کار ایک جھٹکے سے بڑھنے کی وجہ سے اس کے سارے دروازے
خود بخود بند ہو گئے تھے اس چھجے کے نیچے کار روک کر عمران باہر آ گیا۔

ہیلی کاپٹر اب اوپر سے گذر گیا تھا۔ اسی لمحے باقی ساتھی بھی مختلف
پتھروں کی اوٹ سے نکل کر اس چھجے کے نیچے آ گئے۔ کیونکہ یہ سب
سے محفوظ جگہ تھی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر
وہ کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کار کی پچھلی سیٹ اٹھا کر اس کے نیچے

سے ایک لمبی نال کی مشین گن نکالی اور سیٹ بند کر دی۔

"آپ سب یہیں ٹھہریں ۔۔۔ میں اوپر جا رہا ہوں" ۔۔۔ عمران
نے مشین گن کاندھے سے لٹکاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے اوپر چڑھنے
لگا۔ لیکن ابھی وہ تھوڑا سا ہی اوپر گیا تھا کہ اچانک ہیلی کاپٹر اس ڈھلوان
کے اوپر معلق ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی خوفناک فائرنگ کی آواز سنائی
دی اور گولیاں عمران کی طرف بارش کی طرح لپکیں۔ عمران نے یکلخت
غوطہ لگایا اور قلابازی کھا کر وہ ایک چٹان کے پیچھے جا دبکا۔ وہ
بال بال ہی بچا تھا۔ ہیلی کاپٹر یکلخت ایک جھٹکے سے آگے
بڑھ گیا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے
چیخ کر پوچھا۔

"صرف ٹھیک ہی نہیں ٹھاک بھی ہوں" ۔۔۔ عمران نے چٹان
کے پیچھے سے ہانک لگاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر وہ چٹان کے
پیچھے سے نکل کر اوپر چڑھنے لگا۔ اس بار ہیلی کاپٹر واپس نہ آیا تھا۔ اس
لئے عمران صحیح سلامت اوپر والی سطح پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن
اسی لمحے اُسے نیچے سے تیز فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی ایک چیخ بھی
سنائی دی اور عمران بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس نے آگے بڑھ کر
نیچے جھانکا۔ اسی لمحے اُسے چھجے کی دوسری طرف سے ہیلی کاپٹر فضا
میں بلند ہوتا دکھائی دیا۔ عمران نے ہونٹ بھینچ لئے اور مشین گن سیدھی
کر کے چٹان کی اوٹ میں رک گیا۔

ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر جا کر تیزی سے پلٹا اور پھر اس میں سے

اچانک میزائل نما کوئی چیز عین اس چھجے کے اوپر پھینکی گئی جس کے نیچے کار اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ ایک خوفناک اور دل ہلا دینے والا دھماکہ ہوا اور چھجے کی طرح نکلی ہوئی چٹان ٹوٹ کر نیچے کار پر جا گری۔ عمران کی آنکھوں میں یکلخت غصے کے چراغ سے جل اٹھے۔ یہ واقعی انتہائی خوفناک حملہ تھا۔ کار بھی تباہ ہو گئی تھی اور یقیناً اس کے ساتھی بھی اس کے خوفناک ملبے کے نیچے دب گئے ہوں گے۔

ہیلی کاپٹر واپس پلٹ گیا تھا اس لئے عمران خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اب اس پوزیشن میں تھا کہ نہ نیچے اتر سکتا تھا اور نہ ہی اوپر جا سکتا تھا اور ہیلی کاپٹر بھی فی الحال اس کی مشین گن کی رینج میں نہ تھا۔ ہیلی کاپٹر تھوڑا دور جا کر واپس پلٹا اور عمران نے ایک بار پھر مشین گن سیدھی کر لی۔ ہیلی کاپٹر اس بار سیدھا آ رہا تھا اور پھر جیسے ہی وہ رینج میں آیا، عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ لیکن دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر نے اچانک غوطہ لگایا۔ نہ صرف وہ عمران کی فائرنگ سے بچ نکلا بلکہ اس کی رینج سے بھی نکل گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر کے پلٹتے ہی عمران یکلخت چٹان کے پیچھے سے نکلا اور پھر وہ انتہائی تیز رفتاری سے اترائی پر دوڑتا ہوا نیچے ٹوٹے ہوئے چھجے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت اس کے دوڑنے کی پوزیشن بھی ویسی ہی تھی جیسے کچھ دیر پہلے کار اترائی سے نیچے اتر رہی تھی۔

چند ہی لمحوں میں وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں ٹوٹی ہوئی چٹان کا ملبہ کار پر گرا ہوا تھا۔

"عمران صاحب" ——— اچانک کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی اور عمران

نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو روکا۔

"کیا ہوا ——— کس کی چیخ تھی ——— اور ملبہ گرنے سے تو کوئی نقصان نہیں ہوا" ——— ؟ عمران نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"وہ کلارک ہٹ ہو گیا تھا" ——— اسی لمحے جولیا کی آواز سنائی دی اور پھر تنویر اور لغاری بھی مختلف پتھروں کی اوٹ سے باہر نکل آئے اور عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔

"ہم لوگ چھجے کی جڑ کی طرف ہونے کی وجہ سے بچ گئے ہیں" ——— جولیا نے کہا۔

"کار تو ختم ہو گئی ہے ——— اب یہاں سے نکلنے کی کرو فوراً۔ ادھر مشرق کی طرف ——— ہیلی کاپٹر کا خیال رکھنا" ——— عمران نے تیز لہجے میں کہا اور مشرق کی طرف دوڑنے لگا۔ اسے اس طرف پہاڑی کے اندر ایک تنگ سا راستہ اوپر جاتا ہوا دکھائی دے گیا تھا۔ یہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ بیک وقت ایک ہی آدمی گذر سکتا تھا۔ لیکن یہ راستہ اوپر سے بالکل محفوظ تھا۔ اس لئے عمران ادھر ہی دوڑا تھا۔ اور پھر وہ اس تنگ راستے میں صحیح سلامت داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ راستہ چکر کاٹ کر اوپر جا رہا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے کہ اچانک عمران دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پیچھے دوڑنے والوں کو بھی روک دیا۔

"تم یہیں ٹھہرو ——— اوپر کچھ لوگ ہیں ——— میں نے باتیں کرنے کی آوازیں سنی ہیں" ——— عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور پھر پنجوں کے بل دوڑتا ہوا اوپر چڑھتا گیا۔ لیکن اب اس کی رفتار خاصی کم تھی

کچھ اوپر جانے کے بعد عمران ایک چٹان کی آڑ میں رک گیا۔ کیونکہ اب وہ تقریباً چوٹی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ باتوں کی آوازیں اب نہ سنائی دے رہی تھیں۔

عمران چند لمحے چٹان کی اوٹ میں چھپا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے آگے بڑھا اور چند قدم اٹھانے کے بعد وہ یکلخت چونک پڑا۔ کیونکہ سامنے ہی ایک چٹان کے اوپر وہ ہیلی کاپٹر کھڑا تھا جس سے ان پر فائرنگ کی گئی تھی۔ عمران جھکے جھکے انداز میں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔ لیکن ہیلی کاپٹر کے اندر یا باہر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اسی لمحے اسے دوسری طرف ڈھلوان سے پتھر گرنے کی آواز سنائی دی تو وہ اُٹھ کر بجلی کی سی تیزی سے ادھر دوڑا اور وہاں پہنچ کر اس نے ایک طویل سانس لیا۔ کیونکہ نیچے گہرائی میں اس نے دو آدمیوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ شاید دوسری طرف سے اتر کر چکر کاٹ کر اس کار والی جگہ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ دونوں ہی دوڑتے ہوئے خاصے محتاط بھی تھے۔ ایک چٹان کے پیچھے سے نکل کر جب ایک آدمی دوڑ کر دوسری چٹان کے پیچھے گیا تو عمران نے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ یہ کرنل ٹاڈ تھا۔ گو اس نے اس کا چہرہ تو نہ دیکھا تھا لیکن قد و قامت، پھرتی اور انداز دیکھ کر ہی اس نے اُسے پہچان لیا تھا۔ وہ یقیناً کرنل ٹاڈ تھا۔ دوسرا آدمی بھی اُسے نظر آگیا تھا۔ لیکن اس میں وہ پھرتی اور تیزی نہ تھی جو کرنل ٹاڈ میں تھی۔ عمران تیزی سے واپس اس تنگ راستے کی طرف دوڑا۔

"آجاؤ — جلدی — فوراً" —— عمران نے اونچی آواز میں کہا اور چند لمحوں بعد اس کے سارے ساتھی اوپر پہنچ گئے۔

"یہ کرنل ٹاڈ ہے —— لیکن اس نے حماقت کی ہے — آؤ ہیلی کاپٹر موجود ہے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ پڑا۔

ہیلی کاپٹر گو چھوٹا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح وہ اس میں سما گئے اور دوسرے لمحے عمران نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند کیا اور پھر رُکے بغیر وہ تیزی سے اُسے تاپتی کی طرف بڑھاتے لیے گیا۔

"اس کرنل ٹاڈ کا خاتمہ کر دیتے تو اچھا تھا" —— جولیا نے کہا۔

"نہیں! — یہاں رُکنا خطرناک ہے —— کرنل ٹاڈ کے پاس لازماً ٹرانسمیٹر ہو گا —— جیسے ہی اُسے ہیلی کاپٹر کے اغوا کا پتہ چلے گا لازماً کہیں نہ کہیں سے مدد حاصل کرے گا —— اور اس سے پہلے کہ اُسے ہیلی کاپٹر کے اغوا کا پتہ چلے — میں یہاں سے زیادہ سے زیادہ دُور نکل جانا چاہتا ہوں" —— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ کرنل ٹاڈ کو ہمارے اس طرح جانے کا علم کیسے ہوا ہو گا —— ؟" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"وہ بلیک ایجنٹ ہے —— کسی نہ کسی طرح پتہ اُسے لگ ہی گیا ہو گا —— اور اب اس سے دو دو ہاتھ کہیں نہ کہیں کرنے ہی پڑیں گے۔ وہ آسانی سے جان چھوڑنے والوں میں سے نہیں" —— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے اچانک ہیلی کاپٹر میں موجود ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں اور عمران نے چونک کر اس کا بٹن دبا دیا۔

"ہیلو — ہیلو — سی۔ ڈی کالنگ چارج — اوور" —— کرنل ٹاڈ کی

تیز آواز سنائی دی اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ ٹرانسیٹر چونکہ مخصوص ٹائپ کا تھا اس لئے اس نے کال کیچ کر لی تھی۔

"یس سر!۔۔۔ جارج اٹنڈنگ۔ اوور"۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے ایک اور آواز ابھری۔

"جارج!۔۔۔ فوراً تاپتی میں بلیک پوائنٹ کو الرٹ کر دو۔۔۔ مجرم میرے ہیلی کاپٹر میں تاپتی کی طرف جا رہے ہیں۔۔۔ انہیں ہٹ کر دیا جائے۔ اوور"۔۔۔۔۔ کرنل ٹاڈ کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ کے ہیلی کاپٹر میں۔۔۔۔ مگر سر!۔۔۔ وہ کیسے۔ اوور"۔۔۔۔ جارج کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"احمق۔۔۔ نانسنس!۔۔۔ میں اب تمہیں پہلے وضاحت کروں۔ اس دوران وہ تاپتی پہنچ بھی جائیں۔۔۔۔۔ فوراً کال کرو۔ اور سنو ایک کار سوانی روڈ کی ٹیکم پہاڑی پر بھیج دو۔۔۔ میں وہیں موجود ہوں اوور اینڈ آل"۔۔۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار اور زیادہ بڑھا دی۔ ہیلی کاپٹر اب پہاڑیوں کے اوپر سے گزرتا ہوا آگے بڑھا جا رہا تھا۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی اور اس کا یہ موڈ دیکھتے ہوئے باقی ساتھی بھی خاموش تھے۔

پہاڑی سلسلہ ختم ہوتے ہی وسیع میدانی علاقہ شروع ہو گیا اور کچھ لمحے عمران کی نظر دور بل کھاتی ہوئی ایک سڑک پر پڑ گئی جس پر ایک لمبی سی بس خاصی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ عمران نے بس کا رخ

دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ موڑ لیا۔ ہیلی کاپٹر اب اسی طرف جا رہا تھا جدھر بس کا رخ تھا۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار چونکہ کافی تیز تھی اس لئے وہ چند لمحوں بعد ہی بس سے کافی دور آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے ہیلی کاپٹر کو ایک بڑے سے ٹیلے کے عقب میں اتار دیا۔

"ہم نے اس بس میں سوار ہونا ہے۔۔۔ جلدی آؤ"۔۔۔۔۔ عمران نے ہیلی کاپٹر کا انجن بند کر کے نیچے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔ اور چند لمحوں بعد وہ سب دوڑتے ہوئے اس طرف جانے لگے جدھر سے بس نے آنا تھا۔ وہ دراصل جان بوجھ کر ہیلی کاپٹر سے کافی فاصلے پر جا کر بس میں سوار ہونا چاہتے تھے۔ ویسے تو ہیلی کاپٹر ٹیلے کی اوٹ میں ہونے کی وجہ سے بس والوں کو نظر نہ آ سکتا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ کرنل ٹاڈ لازماً اس بس کا سراغ لگائے گا

آگے ایک تنگ سا موڑ تھا۔ وہاں جا کر وہ کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد ہی بس دور سے آتی دکھائی دی تو عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ بس کی رفتار آہستہ ہو گئی اور پھر ان کے قریب آ کر رک گئی۔ عمران نے بس پر موجود بورڈ پڑھ لیا۔ بس آرلین جا رہی تھی۔ اور عمران جانتا تھا کہ آرلین تاپتی سے دوسرا قصبہ ہے۔ وہ سب بس میں سوار ہو گئے اور عمران نے آرلین کا ٹکٹ لے لیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد بس آرلین قصبے کے بس سٹاپ پر جا کر رک گئی تمام سواریوں کے ساتھ عمران اور اس کے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ عمران اب تاپتی کی طرف جانے والی بس کو تلاش کر رہا تھا کہ اچانک

ایک کار اس کے قریب سے گذری اور عمران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی کو دیکھ کر بُری طرح چونک پڑا۔ کار آگے جاکر ایک موڑ مڑ گئی تھی۔

"آؤ ادھر" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تیزی سے اس طرف کو چل پڑا جدھر وہ کار گئی تھی۔ موڑ مڑنے کے بعد اُسے وہ کار ایک بار کے سامنے کھڑی نظر آگئی۔ یہ ڈلیسی آرکسٹرا بار تھا۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت جیسے ہی بار کے دروازے پر پہنچا۔ اندر سے میوزک کی آواز سنائی دی اور عمران نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔ اب اُسے بار کے نام کی سمجھ آئی تھی کہ یہاں باقاعدہ آرکسٹرا بھی ساتھ ساتھ بجایا جاتا تھا۔

بار کے ہال میں صرف چند افراد ہی موجود تھے۔ ایک سائیڈ پر بنے ہوئے اونچے سے سٹیج پر آرکسٹرا موجود تھا اور وہ کوئی تیز دھن بجانے میں مصروف تھے۔

کاؤنٹر پر ایک خوبصورت اور نوجوان سی لڑکی تقریباً نیم عریاں لباس پہنے کھڑی تھی۔ عمران کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ڈلیسی تمہارا شوہر ہے یا مالک" ——— ؟ عمران نے کاؤنٹر گرل سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہ شوہر ہے نہ مالک ——— بلکہ میرا عاشق ہے ——— تمہیں کوئی اعتراض ہے" ——— لڑکی نے بڑے بے باکانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بالکل اعتراض ہے ——— قطعی اعتراض ہے۔ ڈلیسی جیسے بدصورت آدمی کو میں اتنا باذوق نہ سمجھتا تھا" ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے

...ہو لڑکی بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"ویسے اگر تمہاری جیب میں ڈالر ہوں تو میں تم پر بھی عاشق ہو سکتی ...ں" ——— لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سوری! ——— میں عاشقوں کا گینگ بنانے سے رہا ——— ویسے ...تم چاہو تو قطار بنا سکتا ہوں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ...لڑکی پہلے تو چند لمحے خاموش رہی جیسے اُسے عمران کے اس ...رے کی سمجھ نہ آئی ہو۔ لیکن پھر وہ یکلخت ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"تم بہت دلچسپ آدمی ہو ——— کیا ہو گئے" ——— ؟ لڑکی نے ...کراتے ہوئے کہا۔

"یہ پینا پلانا تو ڈلیسی کے ساتھ رہے گا ——— تم اس کا دفتر بتا دو ...کہاں ہے" ——— عمران نے مڑ کر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے ...ندہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ جولیا کی آنکھوں سے نکلنے والے شرارے ...س نے دیکھ لئے تھے۔

"اوہ! ——— تو تم سب ڈلیسی سے ملنے آئے ہو ——— وہ اوپر دفتر ...گیا ہے" ——— لڑکی نے کہا اور ایک دوسرے گاہک کی طرف ...وجہ ہو گئی۔

"تم خواہ مخواہ ناراض ہونے لگ جاتی ہو ——— اب دو گھڑی کسی ...ن لڑکی کے ساتھ ہنس بول بھی لینے دیا کرو" ——— عمران نے ...ھیوں کی طرف مڑتے ہوئے جولیا سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے تم اس کی جھولی میں جاکر بیٹھ جاؤ۔ ورانا ان جان ...شروع کر دو ——— مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے" ——— جولیا نے

دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ارے یہ کام تو تنویر تک ہی محدود رہنے دو ۔۔۔ اسی کو زیب دیتا ہے یہ کام ۔۔۔ کیوں تنویر" ۔۔۔ عمران نے تیزی سے مڑ کر پیچھے آتے ہوئے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بکواس مت کرو ۔۔۔ میں بڑی مشکل سے ضبط کر رہا ہوں" ۔۔۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ارے خوامخواہ اپنے آپ پر اتنا جبر کر رہے ہو ۔۔۔ کہہ دو ۔۔۔ جولیا برا نہیں منائے گی ۔۔۔ آخر کوئی تو اسے بھی اماں جان کہنے والا ہو" ۔۔۔ عمران نے جلدی سے کہا اور دوسرے لمحے یکلخت اچھل کر وہ اکٹھی تین سیڑھیاں چڑھ گیا۔ ورنہ تنویر اور جولیا دونوں کے ہاتھ اسی کو سہنے پڑتے ۔ باقی ساتھی مسکرا رہے تھے ۔

سیڑھیوں کے اختتام پر ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے آخر میں ایک دروازہ تھا جس پر پروپرائٹر کی پلیٹ لگی ہوئی تھی ۔

"واہ ۔۔۔ میرا یار ڈلیسی پروپرائٹر ہو گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے اس طرح خوش ہوتے ہوئے کہا جیسے ڈلیسی کی بجائے یہ عہدہ اسے مل گیا ہو۔

"یہ ڈلیسی کون ہے ۔۔۔ اور اس دور دراز مقام پر تمہارا یار کیسے بن آیا" ۔۔۔ جولیا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اللہ تعالیٰ شکر خورے کو شکر دے ہی دیتا ہے ۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ روزہ خور کو روزے کی بجائے صرف خواری ہی ملتی ہے ۔۔۔ چھپ چھپ کر کھاتا پیتا ہے اور روزہ داروں جیسا منہ بنا کر خوار ہوتا

ہے" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے وہ دروازے تک پہنچ چکے تھے ۔ عمران نے دستک دینے کی بجائے یکلخت لات مار کر دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے جیب سے ریوالور نکالے وہ یوں اچھل کر اندر داخل ہوا جیسے وہ کوئی بنک لوٹنے کے لئے داخل ہو رہا ہو ۔ اس کے ساتھی جواب تک یہی سمجھتے آ رہے تھے کہ عمران اپنے کسی دوست سے ملنے جا رہا ہے عمران کے اس انداز پر بوکھلا گئے ۔

"خبردار" ۔۔۔ عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہی غرا کر کہا۔

میز کے پیچھے بیٹھا ہوا خوبصورت جوان آدمی بری طرح بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا ۔

"کک ۔۔۔ کک ۔۔۔ کون ہو تم" ۔۔۔ اس نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تم واقعی بوڑھے ہو گئے ہو ۔۔۔ ورنہ جوان ڈلیسی تو اب تک جوابی فائر بھی کر چکا ہوتا" ۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے ریوالور واپس جیب میں رکھتے ہوئے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"کک ۔۔۔ کک ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ یہ آواز تو علی عمران کی ہے"۔

ڈلیسی عمران کی اصل آواز سنتے ہی اس طرح بوکھلایا کہ کرسی سے ٹکرا کر نیچے فرش پر گرتے گرتے بچا۔

"علی عمران ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ وہ بیچارا تو کنوارہ ہی رہ گیا ۔۔۔ اور یہاں ڈلیسی نے خوبصورت سی لڑکی پال رکھی ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے

حسرت آمیز لہجے میں کہا اور اس طرح کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا
جیسے وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی بازی ہار گیا ہو۔

"تت ۔۔۔ تت ۔۔۔ تم واقعی عمران ہو" ۔۔۔۔ ڈلیسی نے حیرت
کی شدت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی
تیزی سے میز کے پیچھے سے نکلا۔

"ارے ارے ۔۔۔۔ قسم لے لو جو میں نے اس لڑکی کو کچھ کہا ہو ۔۔
ارے پوچھ لو اس سے" ۔۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھنے اور بھا
کی کوشش کی۔ لیکن ڈلیسی نے اس طرح اسے پکڑ کر گلے لگا لیا جیسے کو
صدیوں سے بچھڑے ہوئے سے ملتا ہے۔

"تت ۔۔۔ تم واقعی علی عمران ہو ۔۔۔ اوہ گاڈ ۔۔۔۔ کیا واقعی
علی عمران ہو" ۔۔۔۔ ڈلیسی نے عمران کو زور سے بھینچتے ہوئے کہا۔

"اب تک تو عمران ہی تھا ۔۔۔۔ لیکن اب شائد عمران کا ڈھانچہ بھ
باقی نہ رہے ۔۔۔۔ ارے ارے میری پسلیاں سٹین لیس سٹیل کی نہ
ہیں ۔۔۔ ارے مجھے یقین آگیا کہ تم وہی نوجوان ڈلیسی ہو" ۔۔۔۔ عمر
نے گھگھیاتے ہوئے کہا اور ڈلیسی نے زور سے قہقہہ مارتے ہوئے
اسے چھوڑا اور پھر تیزی سے جولیا کی طرف مڑ گیا۔

"معاف کیجئے گا یہ میرا بہت پرانا دوست ہے ۔۔۔۔ اس
میں جذبات پر قابو نہ رکھ سکا" ۔۔۔۔ ڈلیسی نے معذرت کرتے ہوئے
"یہ مس جولیانا فٹز واٹر ہے ۔۔۔۔ یعنی کولڈ واٹر ۔۔۔۔ وہ جذبات
قابو نہ رکھنے والی نیچے کاؤنٹر پر کھڑی ہے ۔۔۔۔ وہ تو مجھ پر بھی
ہونے کے لئے تیار تھی ۔۔۔۔ لیکن اب کیا کرتا جیب میں ڈالر ہی

تھے" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ! ۔۔۔ تم میری کی بات کر رہے ہو ۔۔۔ وہ بڑی فلرٹ لڑکی
ہے ۔۔۔ سارا آرلین اس کا عاشق ہے اور وہ صرف اور صرف ڈالروں
کی عاشق ہے" ۔۔۔۔ ڈلیسی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یہ کیپٹن شکیل ہیں ۔۔۔ اور یہ جناب حضرت مولانا تنویر مجددی، قادری
نقشبندی۔ نوشاہی بلبل پاکیشیا ۔۔۔ اوہ سوری ! ۔۔۔ بلبل تو مونث
ہوتا ہے کہتے ہیں ۔۔۔ بلبلہ پاکیشیا ۔۔۔۔ ہاں یہ ٹھیک ہے" ۔۔۔
عمران نے مسکراتے ہوئے باقی ساتھیوں کا تعارف کرایا اور تنویر کے
ہونٹ بھنچ گئے جب کہ ڈلیسی قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"آپ پریشان نہ ہوں تنویر صاحب ! ۔۔۔۔ میں اس کی عادت
اچھی طرح جانتا ہوں ۔۔۔۔ آکسفورڈ میں تین سال تک میں اس کا
روم میٹ رہا ہوں" ۔۔۔۔ ڈلیسی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"روم میٹ نہیں ۔۔۔ آملیٹ کہو ۔۔۔۔ روزانہ آملیٹ بنا کر مجھے پیش
کرنا تمہاری ڈیوٹی تھی" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ٹائیگر ہے" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر خود ہی اپنا تعارف
کراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ! ۔۔۔ یہ ٹائیگر ہے ۔۔۔۔ لیکن سرکس نہیں بلکہ قالین
۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ڈلیسی ٹائیگر سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک
پھر ہنس پڑا۔

"یہ آج ادھر آرلین میں تم کیسے آنکلے ۔۔۔۔ ارے ہاں ! پہلے بتاؤ
کیا پینا پسند کرو گے" ۔۔۔۔ ڈلیسی نے دوبارہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھتے

ہوتے کہا۔

"پینے پلانے کی بات چھوڑو ۔۔۔ کھانے وغیرہ کی بات کرو۔ بھوک
سے پیٹ میں چوہے دوڑتے دوڑتے اب اولمپک چیمپئن بن گ
ہیں" ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کھانا ۔۔۔ آؤ پھر گھر چلتے ہیں" ۔۔۔ ڈلیسی نے ایک جھٹکے
اٹھتے ہوئے کہا اور عمران بھی اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے واقعی
شدید بھوک لگی ہوئی ہو۔

باقی ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ویسے وہ عمران کے اس مو
پر حیران ضرور تھے کیونکہ عمران نے پہلے کبھی اس طرح شدت
کھانے کی طلب نہ کی تھی۔

"کوئی عقبی راستہ ہے" ۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہ

"عقبی راستہ! ۔۔۔ اوہ اچھا تو یہ پرابلم ہے ۔۔۔ ٹھیک ہے
ڈلیسی نے چونک کر کہا اور پھر اس نے اپنی پشت پر موجود الماری کھ
اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا۔ کھٹک کی آواز کے ساتھ
قد آدم الماری کے اندر ریک گھوم گئے۔ اب وہاں دروازہ سا بن گیا
اور سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اور پھر ڈلیسی کے
چلتے ہوئے وہ سب سیڑھیاں اتر کر ایک بڑے سے کمرے میں
اور پھر وہاں سے ایک تنگ سی راہداری سے گزرتے ہوئے وہ
گلی میں پہنچ گئے۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو ۔۔۔ میں کار لے آتا ہوں" ۔۔۔ ڈلیسی نے
کہا اور تیزی سے واپس اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

"یہ آکسفورڈ میں پڑھتا تھا" ۔۔۔ ڈلیسی کے جانے کے بعد جولیا نے
ران سے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔ یہ ڈلیسی آکسفورڈ میں میرے ساتھ پڑھتا تھا۔ لیکن یہ
بچارہ ایک بھی امتحان نہ پاس کر سکا ۔۔۔ لیکن لڑائی جھگڑے اور
یٹ میں ہمیشہ سب سے آگے رہتا تھا ۔۔۔ بیشمار کیس ہم دونوں
ل کر بھگتے ۔۔۔ اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ یہ ایکریمیا شفٹ
لیا ہے ۔۔۔ اور یہاں یہ کافی عرصہ تک سی۔ آئی۔ اے کے لئے کام
رہا ۔۔۔ پھر اچانک غائب ہو گیا اور آج اتفاق سے یہاں بس سٹاپ
یں نے اسے کار میں بیٹھے گزرتے دیکھ لیا" ۔۔۔ عمران نے
کراتے ہوئے ڈلیسی کا تفصیلی تعارف کرایا۔

چند لمحوں بعد وہی کار جس پر ڈلیسی عمران کو نظر آیا تھا، گلی کے سرے
لتی نظر آئی اور عمران اپنے ساتھیوں سمیت کار میں سوار ہو گیا۔ ڈلیسی
بٹن دبا کر کار کے شیشے بلائنڈ کر دیئے۔ اب باہر سے اندر نظر نہ
تا تھا جبکہ اندر سے سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"میں نے کاؤنٹر پر کھڑی میری کو سمجھا دیا ہے ۔۔۔ وہ تمہاری
مد کا کسی سے ذکر نہ کرے گی" ۔۔۔ ڈلیسی نے کار کو آگے
ھاتے ہوئے کہا۔

"بشرطیکہ ڈالر اسے نظر آ گئے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور ڈلیسی
س پڑا۔

"ایسی بات نہیں ۔۔۔ اسے ڈالروں سے زیادہ اپنی زندگی سے
ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی کار ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو کر ایک خاصی بڑی کوٹھی کے پھاٹک پر رک گئی۔ ڈلیسی نے ہارن بجایا تو چند لمحوں بعد ہی گیٹ کھل گیا۔ ایک لمبا تڑنگا نوجوان کاندھے سے مشین گن لٹکائے پھاٹک پر نظر آیا۔ لیکن ڈلیسی کی کار دیکھتے ہی وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور ڈلیسی کار اندر لے گیا۔ کوٹھی بڑے جدید ڈیزائن کی اور خاصی وسیع و عریض تھی۔

"ابھی کھانا تیار ہو جاتا ہے ——— میں نے وہیں بار سے ہی فون پر کہہ دیا تھا" ——— ڈرائینگ روم کے آرام دہ صوفوں پر بیٹھتے ہوئے ڈلیسی نے کہا۔

"وہ آملیٹ تو تم خود بناؤ گے نا ——— ویسے یار! مدت ہی ہو گئی ہے تمہارے ہاتھ کا آملیٹ کھائے ہوئے" ——— عمران نے کہا۔

ڈلیسی قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"بالکل بناؤں گا ——— ابھی مجھے وہ ترکیب بھولی نہیں ——— لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم آخر کس چکر میں یہاں آرلین آئے ہو ——— یہ تو ایک معمولی سا قصبہ ہے" ——— ڈلیسی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ سی۔ آئی۔ اے والے اب تمہیں کتنی پنشن دیتے ہیں ویسے تمہاری کوٹھی اور ملازم دیکھ کر تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تمہیں خاصی لمبی چوڑی ہی ملتی ہے" ——— عمران نے کہا۔

"سی۔ آئی۔ اے ——— ارے اسے چھوڑے ہوئے تو مدت ہو گئی ——— وہ ہمارا ایک باس تھا آرننگ ——— پورا حرام زادہ تھا ایک روز اس نے مجھ پر رعب جھاڑنے کی کوشش کی۔ بھلا اب لارڈ کا

اکلوتا بیٹا ان دو ٹکے کے آدمیوں کا رعب تسلیم کرے تو لعنت ہے ایسی لارڈشپ پر ——— میں نے اس کی وہ ٹھکائی کی کہ چھ مہینے ہسپتال میں پٹیاں بندھوائے پڑا رہا ——— مجھے بس اتنی سزا ملی کہ سی آئی۔ اے سے نکال دیا گیا ——— میں نے بھی اس پر لعنت بھیجی اور یہاں آرلین میں اپنی آبائی جائیداد پر آ گیا ——— تمہیں تو معلوم ہی ہے یہ قصبہ اور اس کے ارد گرد کا سارا علاقہ ہماری جاگیر میں شامل تھا ——— اب علاقہ وغیرہ تو رہا نہیں۔ سب بک بکا کر فارغ ہو گیا۔ البتہ آرکسٹرا بار اب چل رہا ہے" ——— ڈلیسی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آرکسٹرا سے ڈالر تو نہیں نکلتے ——— میوزک ہی نکلتا ہو گا۔ لیکن یہ ٹھاٹ باٹ تو ایسے ہیں کہ جیسے آرکسٹرا سے میوزک کی بجائے ڈالر نکلتے ہوں" ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ڈلیسی ہنس پڑا۔

"اب تم سے کیا چھپانا عمران! ——— دراصل جاگیر کی بقایا اراضی بیچ بیچ کر کھائے جا رہا ہوں ——— ظاہر ہے بار سے اتنی آمدنی تو نہیں ہو سکتی ——— بہرحال ابھی یہ زمین میری زندگی تک تو ختم نہیں ہو سکتی۔ مرنے کے بعد میری بلا سے ——— کیا ہوتا ہے کیا نہیں ——— ابھی تو عیش کر لی جائے" ——— ڈلیسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا اچھا ——— یعنی اصلی جاگیردار بن رہے ہو" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے بتایا نہیں کہ تم یہاں آئے کیسے ——— اور پھر میرا پتہ۔ یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا" ——— ڈلیسی نے کہا۔

"بس گھومتے پھرتے یہاں پہنچ گئے ——— اور پھر میں نے تمہیں

کار میں جاتے دیکھا تو پہچان لیا' ۔۔۔ عمران نے ٹالنے کے سے انداز میں کہا۔

"ہوں! ۔۔۔ تو تم اب مجھ سے چھپا رہے ہو ۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پاکیشیا میں سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہو ۔۔۔ اور جب میں سی۔ آئی۔ اے میں تھا تو وہاں تمہارے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم جیسا آدمی صرف گھومنے پھرنے اتنی دور نہیں آسکتا۔ اصل بات بتاؤ" ۔۔۔ ڈلیسی نے میز پر مکہ مارتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یار! ۔۔۔ کھانا تو کھا لینے دو ۔۔۔ تم نے تو ابھی سے مکے مار مار کر ڈرانا شروع کر دیا ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ڈلیسی ایک بار پھر ہنس پڑا۔ اسی لمحے ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"کھانا لگ گیا ہے باس" ۔۔۔ نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا بھئی آؤ ۔۔۔ واقعی پہلے کھانا پھر باتیں" ۔۔۔ ڈلیسی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ آملیٹ" ۔۔۔ عمران نے یوں چونک کر کہا جیسے اگر اسے آملیٹ کھانے کو نہ ملا تو وہ کھانا کھانے سے بھی انکار کر دے گا۔

"تم ڈائننگ ٹیبل پر تو چلو ۔۔۔ آملیٹ بھی بنا لاتا ہوں" ۔۔۔ ڈلیسی نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ ان سب کو لئے ایک اور کمرے میں آگیا۔ یہاں واقعی ایک لمبی چوڑی ڈائننگ ٹیبل موجود تھی جس پر کھانا لگا ہوا تھا۔

"تم بیٹھ کر کھانا کھاؤ ۔۔۔ میں آملیٹ بنا کر لاتا ہوں" ۔۔۔ ڈلیسی نے

اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"سنو! ۔۔۔ مجھے اب بھی شک ہے کہ ڈلیسی کا تعلق سی۔ آئی۔ اے سے ہو سکتا ہے ۔۔۔ اس لئے میں اس سے گول مول سی بات کروں گا ۔۔۔ تم لوگوں نے کوئی مداخلت نہیں کرنی" ۔۔۔ عمران نے ڈلیسی کے جاتے ہی سرگوشیانہ لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا اور سب نے سر ہلا دیئے۔ وہ اب سمجھ گئے تھے کہ عمران آملیٹ کے بہانے ڈلیسی کو وہاں سے بھیجنا چاہتا تھا۔

اور پھر ابھی انہوں نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ڈلیسی واپس اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی ٹرے تھی۔ جس میں کافی بڑا آملیٹ موجود تھا۔

"میں نے علیحدہ علیحدہ بنانے کی بجائے سب کے لئے اکٹھا ہی بنا دیا ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے چھری سے آملیٹ کے ٹکڑے کئے اور سب کے سامنے پلیٹوں میں ایک ایک ٹکڑا رکھ کر وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ڈلیسی! ۔۔۔ کسی بلیک ایجنٹ کو جانتے ہو" ۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"بلیک ایجنٹ! ۔۔۔ اوہ نہیں! ۔۔۔ بلیک ایجنٹ تو بڑے ٹاپ کے آدمی ہوتے ہیں ۔۔۔ میں نے سنا ہوا ہے کہ ایکریمیا میں ایسے لوگ ہیں جنہیں بلیک ایجنٹ کہا جاتا ہے ۔۔۔ اور وہ انتہائی ٹاپ مشنز پر کام کرتے ہیں ۔۔۔ کیوں! ۔۔۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو" ۔۔۔ ڈلیسی نے حیرت بھرے لہجے میں بات کرتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن وہ تو بتا رہا تھا کہ میرا تعلق سی۔آئی۔اے سے ہے اور میں سی۔آئی۔اے کا بلیک ایجنٹ ہوں" ——— عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سی۔آئی۔اے میں بلیک ایجنٹ نام کا کوئی عہدہ اس وقت تک نہیں تھا ——— جب میں سی۔آئی۔اے میں تھا ——— اب بن گیا ہو تو میں کہہ نہیں سکتا" ——— ڈلیسی نے جواب دیا اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ اس کا شک شائد دور ہو گیا تھا کہ ڈلیسی کا تعلق اب بھی سی۔آئی۔اے سے ہے۔ کیونکہ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔

"سنو ڈلیسی! ——— صحرائے تاپتی میں حکومت کی ایک اہم اور خفیہ دفاعی لیبارٹری ہے ——— کیا تمہیں معلوم ہے" ——— عمران نے یکلخت انتہائی سنجیدہ ہو کر کہا۔

"خفیہ لیبارٹری ——— اور صحرائے تاپتی میں ——— پاگل ہو گئے ہو۔ مجھے یہاں رہتے ہوئے دس سال گذر گئے ہیں اور آرلین قصبہ صحرائے تاپتی کے بالکل کنارے پر ہے ——— اس لئے مجھ سے زیادہ اس صحرا کو کون جان سکتا ہے ——— وہاں کسی لیبارٹری کے ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا ——— ہاں البتہ وہاں موسمیاتی ریسرچ سنٹر ضرور ہے ——— لیکن وہاں تک کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ اس قدر خوفناک طوفان مسلسل صحرائے تاپتی میں چلتے رہتے ہیں کہ آدمی ریزہ ریزہ ہو کر رہ جاتا ہے ——— اس سنٹر تک بھی مخصوص ہیلی کاپٹروں کے ذریعے آمد و رفت ہوتی ہے" ——— ڈلیسی نے ہونٹ چباتے

ہوئے جواب دیا۔

"یہ طوفان کب سے شروع ہوتے ہیں" ——— عمران نے پوچھا۔

"کب سے شروع ہوتے ہیں ——— ہاں! ——— ٹھیک ہے مجھے یاد ہے ——— واقعی پہلے یہاں اس قدر طوفانی ہوائیں نہ چلتی تھیں ——— پھر یہ چلنے لگیں ——— میرے خیال میں چودہ پندرہ سال تو ہو ہی گئے ہوں گے ——— لیکن محکمہ موسمیات والوں نے اس تبدیلی کا پتہ معلوم کرنے کے لئے ہی تو یہاں سنٹر بنایا ہے" ——— ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں! ——— اچھا یہ بتاؤ کہ اس سنٹر تک جانے کا کوئی راستہ ہے۔ کسی ذریعہ ——— سوچ کر جواب دینا ——— تمہارے جواب پر سارے کھیل کا دار و مدار ہے" ——— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں ——— البتہ ڈریگن سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک بار میں نے سنا تھا کہ اس نے صحرائے تاپتی میں منشیات ذخیرہ کرنے کا اڈا بنایا ہوا ہے ——— اس وقت تو مجھے یقین نہ آیا تھا اور اس وقت تو کیا ——— یقین تو مجھے اب بھی نہیں ہے۔ لیکن تم کہتے ہو تو پوچھ لیتا ہوں ——— ہو سکتا ہے کوئی چکر ہو" ——— ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ ڈریگن کون ہے" ——— عمران نے چونک کر پوچھا۔

"یہاں کا ایک مشہور غنڈہ اور سمگلر ہے ——— ڈریگن بار کا مالک ہے ——— خاصا بڑا گروپ ہے اس کا ——— لیکن میرے اس سے بڑے اچھے تعلقات ہیں ——— کیونکہ کسی زمانے میں وہ میرے باپ

کے پاس ملازم رہا ہے اور بقول اس کے اس نے مجھے گود میں کھلایا ہوا ہے" ——— ڈلیسی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو پھر تو وہ بوڑھا آدمی ہوگا" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اتنا بوڑھا بھی نہیں ——— بہرحال عمر خاصی ہے۔ لیکن جسمانی ذہنی طور پر بے حد چاق و چوبند آدمی ہے" ——— ڈلیسی نے کہا۔

"کیا تم اُسے یہیں بلوا سکتے ہو ——— مجھے اپنا مہمان بتا دینا۔ میں دراصل بالمشافہ بات کرنا چاہتا ہوں" ——— عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں اُسے یہیں بلوا لیتا ہوں" ——— ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر کھانا ختم کرنے کے بعد عمران کے کہنے پر ڈلیسی نے باقی ممبرز کو آرام کرنے کے لئے بیڈ رومز کھلوا دیئے اور خود وہ عمران کے ساتھ واپس ڈرائینگ روم میں آگیا۔

"اُسے یہاں بلوانے کی بجائے وہیں اس کے دفتر کیوں نہ چلیں" اچانک عمران نے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی ——— لیکن تم نے بتایا نہیں کہ تم دراصل چاہتے کیا ہو" ——— ڈلیسی نے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے۔

"میرے پاس ایک نقشہ ہے خزانے کا ——— اور یہ خزانہ صحرائے تاہیتی میں ہے" ——— عمران نے جواب دیا اور ڈلیسی نے مڑ کر پہلے تو غور سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لے کر

ی پڑا۔

"تم نہیں بتانا چاہتے ——— ٹھیک ہے ——— اگر اس میں تمہارا ہے تو میں اب اصرار نہیں کروں گا ——— مجھے تو صرف تمہاری عزیز ہے" ——— ڈلیسی نے بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو ——— خزانے میں سے تمہیں حصہ ضرور دوں گا اور یہ حصہ ہوگا کہ تم اپنے والد سے بھی بڑے جاگیردار بن جاؤ گے ——— پھر میں میوزک بجا کر شراب نہ بیچنی پڑے گی" ——— عمران نے کہا اور ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

صفدر اس رالنسن کی باتوں سے یہ تو سمجھ گیا تھا کہ انکل جام اور ٹینا
کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے اور انکل جام نے اس سے جھوٹ بولا
تھا کہ ڈریگن اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ اس لحاظ سے تو انکل جام کی بتائی ہوئی
ساری باتیں بھی غلط ہو سکتی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ اس نے بڑے نوٹ
دیکھ کر اپنے طور پر یہ کہانی تیار کر لی ہو۔ لیکن اب آرلین آنے کے بعد
اس نے یہی سوچا کہ وہ ڈریگن سے بات کر ہی لے۔ وہ ویٹر باٹمی کے
میک اپ میں تھا اور رالنسن کے مطابق ڈریگن اور باٹمی میں نہ صرف
دوستانہ تعلقات تھے بلکہ وہ دونوں شریک کار بھی تھے۔ اس لئے
صفدر کے مطابق ڈریگن کو اگر ذرا سا چکر دیا جائے تو وہ آسانی سے [illegible]
بھی سکتا ہے۔

چند لمحوں بعد وہ ڈریگن بار میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ کاؤنٹر کی طرف
بڑھنے لگا۔

"اوہ باٹمی تم ——— خیریت! بغیر اطلاع دیئے" ——— کاؤنٹر پر
کھڑے ایک گنجے سے آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں! ——— ڈریگن سے ایک انتہائی اہم بات کرنی تھی اس لئے
مجھے اچانک آنا پڑا" ——— صفدر نے باٹمی کے لہجے میں جواب دیتے
ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا! ——— باس اوپر دفتر میں ہے ——— میں اسے تمہاری
آمد کی اطلاع دے دیتا ہوں" ——— گنجے کاؤنٹر مین نے کہا اور کاؤنٹر
پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

صفدر اطمینان سے چلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سیڑھیوں کے
اختتام پر بھی ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ صفدر نے اسے ہاتھ سے
دبایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

"آؤ باٹمی! ——— اس طرح اچانک تمہاری آمد کیسے ہوئی" ——— ؟
بڑے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر آدمی نے سنجیدہ لہجے میں
کہا۔ اس کے بالوں کے رنگ سے ہی اس کے ادھیڑ عمر ہونے کا
پتہ چلتا تھا۔ ورنہ صحت کے لحاظ سے تو وہ جوانوں سے بھی زیادہ
صحت مند تھا اس کی تیز نظریں صفدر پر جمی ہوئی تھیں۔

"ایک ضروری اور اہم بات کرنی تھی ڈریگن" ——— صفدر نے
بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور آگے بڑھ کر میز کے سامنے پڑی
ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے ——— آج تم ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پُر اسرار
بن رہے ہو" ——— ڈریگن کا لہجہ خاصا سخت تھا۔

"بات ہی ایسی ہے ___ تمہارے صحرائے تاہیتی والے اڈے کا
حکومت کو علم ہو گیا ہے" ___ صفدر نے اندھیرے میں تیر چلاتے
ہوئے کہا۔

"کیا ___ کیا کہہ رہے ہو ___ کونسے اڈے کا" ___ ؟ ڈریگن اس
طرح بوکھلا کر اچھلا جیسے اس کے پیروں تلے بم پھٹ پڑا ہو۔

"صحرائے تاہیتی والے اڈے کا ___ جہاں تم منشیات سٹور کرتے
ہو ___ اور جس کا خفیہ راستہ یہیں سے جاتا ہے" ___ صفدر نے
اس بار تیز لہجے میں کہا۔ کیونکہ ڈریگن کا ردعمل بتا رہا تھا کہ انکل جام کی
کم از کم یہ بات درست تھی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا ___ مجھے بتاؤ کیسے معلوم ہوا" ___ ؟ ڈریگن
نے چیختے ہوئے کہا اور اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر صفدر کا گریبان
پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔

"ارے تم تو پاگل ہو گئے ہو" ___ صفدر نے ایک جھٹکے سے اپنا
گریبان چھڑاتے ہوئے کہا۔

"پاگل تو ہونا ہی ہے ___ تم اس اڈے کی بات کر رہے ہو جس
کے وجود کو میں نے ہمیشہ اپنے سے بھی چھپایا ہے" ___ ڈریگن
نے اس بری طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا کہ اس کے ہونٹ پر خون
کے قطرے چمکنے لگے۔

"سنو ___ ہوٹل میں ایک آدمی آکر ٹھہرا تھا ___ مجھے اس پر
شک پڑا کہ وہ کوئی خفیہ سرکاری آدمی ہے ___ میں نے سوچا کہ شاید
وہ ہمارے کاروبار کی مخبری کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے

بےہوش کر کے اس کی تلاشی لی تو مجھے اس کی جیب سے ایک ایسا کاغذ
ملا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حکومت نے اسے اس اڈے کے متعلق
تفصیلات معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے جو صحرائے تاہیتی میں ہے
اور جس کا راستہ ڈریگن بار سے جاتا ہے ___ ابھی میں کاغذ دیکھ
ہی رہا تھا کہ وہ آدمی اچانک ہوش میں آکر مجھ پر جھپٹ پڑا ___ مگر
میں نے اس پر قابو پا لیا اور پھر میں نے اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی
مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ اس آدمی کو تاہیتی آنے کی کیا ضرورت
تھی ___ اگر اسے تفصیلات معلوم کرنی تھیں تو یہ آرہین جاتا۔
پھر پوچھ گچھ پر بڑی مشکل سے اس نے بتایا کہ وہ یہاں ہوٹل میں
اس لئے آیا ہے کہ اسے پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک ویٹر ایسا ہے جو
ڈریگن کا شریک کار ہے ___ اور اس آدمی نے یہ پلان بنایا تھا
اس ویٹر کو پکڑ کر اس کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ سرکاری آدمی ڈریگن
کے پاس بھیجا جائے تاکہ ڈریگن سے اس اڈے کا صحیح پتہ چلایا
جاسکے ___ کیونکہ انہیں اطلاع ملی تھی کہ ڈریگن بے حد سخت
...ک ہے اس پر تشدد بے کار ہے ___ اور جب تک ڈریگن
...ے اس سے پتہ معلوم نہیں کیا جا سکتا ___ اور جب تک
...ی پتہ نہ بتائے اس اڈے کو کسی صورت بھی تلاش نہیں کیا
جا سکتا" ___ صفدر نے کہا۔

"پھر وہ آدمی کہاں ہے" ___ ؟ ڈریگن نے ہونٹ چباتے
ہوئے پوچھا۔

"میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی لاش کو خفیہ طور پر ایک

گٹر میں پھینک دیا ہے جہاں سے وہ کبھی برآمد نہیں ہو گی" ـــ صف
نے جواب دیا۔

" اوہ ! ـــ وہ کاغذ جس پر یہ ساری تفصیلات درج تھیں کہاں
ہے ؟ ـــ " ڈریگن نے پوچھا۔

" میں نے اس کے سارے کاغذات جلا دیئے ہیں ـــ ایسا کا
رکھنا خطرناک ہو سکتا تھا ـــ بہرحال وہ سرکاری آدمی تھا ـــ
سی آئی اے کو ذرا بھی شک پڑ گیا تو وہ ہمیں تہس نہس کر دیں گے"
صفدر نے جواب دیا۔

" ہوں ! ـــ اور پھر تم بس پر بیٹھ کر یہاں آ گئے تاکہ مجھے تفصی
بتا سکو" ـــ ڈریگن نے کرخت لہجے میں کہا اور اس کا لہجہ سن کر
صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

" تم تو مجھ پر اس طرح بگڑ رہے ہو ـــ جیسے میں نے یہ سب
کر کے غلطی کی ہے" ـــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اپنے لئے غلطی کی ہے باتھی تم نے ـــ میرے لئے نہیں ـــ
میں اس راز میں کسی دوسرے کی شرکت گوارا نہیں کر سکتا ـــ اور جو
تمہیں اس راز کا علم ہو گیا ہے اس لئے تم بھی چھٹی کرو" ـــ ڈ
نے کہا اور تیزی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

" تمہارا دماغ یقیناً خراب ہو گیا ہے ڈریگن" ـــ صفدر نے انت
تیز لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

لیکن ڈریگن نے کوئی جواب دینے کی بجائے یکلخت ٹریگر دبا
ایک زوردار دھماکے سے گولی چلی۔ لیکن صفدر بجلی کی سی تیزی سے

صرف اچھل کر ایک طرف ہٹا بلکہ اس نے اچھلتے ہوئے یکلخت گھوم
کر زوردار ٹانگ ڈریگن کے اس ہاتھ پر ماری جس میں ریوالور تھا اور
ڈریگن کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔ اب صفدر کے ہاتھ میں
ریوالور تھا۔

" تو تم مجھے ہی قتل کرنے پر تل گئے ـــ ٹھیک ہے۔ پہلا وار تم
نے کیا ہے ـــ اس لئے اب جواب بھی لے لو" ـــ صفدر نے
ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" ٹھہرو ! ـــ رک جاؤ ـــ میں واقعی پاگل ہو گیا تھا ـــ یہ انکشاف
ہی ایسا ہے جس نے مجھے پاگل کر دیا تھا ـــ آئی ایم سوری" ـــ
ڈریگن نے یکلخت دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور صفدر نے مسکراتے
ہوئے ریوالور واپس جیب میں ڈال لیا۔

" تمہارا شکریہ باتھی ! ـــ اب میں یہ اڈا ختم کر دوں گا۔ اس
کے سوا اب اور کوئی صورت نہیں" ـــ ڈریگن نے بڑے مایوسانہ
انداز میں واپس کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" اگر تم مجھے اس مال میں حصہ دار بنا لو تو اس اڈے کے خاتمے کی
ضرورت نہ پڑے گی" ـــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا مطلب ! ـــ کیسے ضرورت نہیں پڑے گی ـــ حکومت کو
جب اس کی اطلاع مل گئی ہے تو پھر اسے ختم ہی ہونا چاہیئے۔ جب
وہ آدمی غائب ہو گا تو وہ لازماً براہ راست ریڈ کریں گے" ـــ ڈریگن
ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" حکومت کو اس کی اطلاع نہیں ہے ڈریگن ! ـــ یہ ساری کہانی

تو میں نے تمہیں صرف اعتراف کرانے کے لئے گھڑی تھی ــــ
خود سوچو کر حکومت کو جب اڈے کی اطلاع مل گئی ـــ راستے
دبانے کا بھی پتہ لگ گیا ــــ تو پھر اُسے کیا ضرورت تھی تفصیل
معلوم کرنے کی ــــ وہ براہِ راست اڈے پر قبضہ کر سکتی تھی ـــ
لیکن مجھے تمہاری عادت کا علم ہے ۔ تم نے کبھی اعتراف نہ کرنا تھا
اس لئے میں نے یہ کہانی گھڑی تھی" ــــ صفدر نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا ۔ اُسے دراصل اپنی ہی کہانی کے کھوکھلا پن کا خود
احساس ہو گیا تھا ۔ کیونکہ واقعی حکومت کو جب اڈے کی اطلاع مل گئی
تو پھر اُسے کیا ضرورت تھی کہ وہ ایجنٹ بھیج کر تفصیلات جمع کرتی ۔ وہ
تو پوری قوت سے ڈریگن بار پر حملہ کر دیتی ۔ اور پھر راستہ اور اڈا دونوں
اس کے سامنے ہوتے ۔ اس لئے اس نے بگڑی ہوئی بات کو سنبھالنے
کی کوشش کرتے ہوئے کہا ۔

"تمہیں اس راز کا کیسے علم ہوا" ـــ ؟ ڈریگن کا لہجہ اب بھی کاٹ
کھانے والا تھا ۔

"انکل جام سے ــــ اور تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ انکل جام
ایک ایکسیڈنٹ میں مر گیا ہے ـــ میں نے اس پر ایک زبردست
احسان کیا ہوا تھا اس لئے اس نے مجھے یہ اطلاع دی ہے" ــــ
صفدر نے جواب دیا ۔

"ہونہہ ! ــــ تو آخر کار جام بول ہی پڑا ــــ مجھے ہمیشہ یہی خدشہ
تھا ـــ لیکن میں اپنے ہاتھوں سے اپنے بڑے بھائی کا خاتمہ
کرنا چاہتا تھا" ـــ ڈریگن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا ۔

"کیا مطلب ! ــــ کیا انکل جام تمہارا بھائی تھا ــــ لیکن تم نے
تو آج تک نہیں بتایا ــــ یہاں کسی کو بھی نہیں معلوم" ــــ صفدر
نے چونکتے ہوئے کہا ۔

"ہاں ! ـــ وہ میرا بڑا بھائی تھا اور اپنے زمانے کا بہترین انجنیئر
تھا ــــ اسے کثرت شراب نوشی اور منشیات لے ڈوبیں اس لئے
میں نے اس سے بظاہر تو تعلق ختم کر دیا تھا ــــ لیکن میں اس کی
امداد کرتا رہتا تھا" ــــ بہرحال اب وہ مر گیا ہے تو اب آئندہ وہ یہ
راز کسی کو نہ بتائے گا ــــ اب یہ راز ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا
ہے" ـــ ڈریگن نے بڑے سرد لہجے میں کہا اور اس کا فقرہ
سنتے ہی صفدر سمجھ گیا کہ وہ اب اسے ختم کرنے کا حتمی فیصلہ کر چکا ہے ۔

"سنو ! ـــ میں تمہیں ایک آفر کرتا ہوں" ـــ صفدر نے کہا اور
بڑی آہستگی سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا ۔

"تم ـــ اور آفر کرو گے" ـــ ڈریگن نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا ۔
ساتھ ہی اس نے تیزی سے ٹریگر پر موجود انگلی کو حرکت دی ایک
زوردار دھماکہ ہوا ۔ لیکن صفدر پہلے سے ہی اس کے لئے تیار تھا ۔ اس
لئے وہ بجلی کی سی تیزی سے نیچے غوطہ کھا گیا اور گولی اس کے سر کے
اوپر سے نکل کر دیوار سے جا ٹکرائی ۔ لیکن غوطہ کھاتے ہی اس نے کسی
مینڈھے کی طرح اچھل کر ڈریگن کے سینے پر زوردار ٹکر ماری اور
ڈریگن جو دوسری گولی چلانے کے لئے ہاتھ کو جھٹکا ہی رہا تھا بری طرح
لڑکھڑاتا ہوا پشت کے بل اپنی کرسی پر گرا اور پھر کرسی سمیت ایک زوردار
دھماکے سے نیچے فرش پر جا گرا ۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر ایک

طرف جا گرا تھا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا، صفدر ریوالور اٹھا چکا تھا۔

"میں نے کوشش کی تھی کہ تمہیں اچھی آفر کروں ڈریگن! ——— لیکن تم نے حماقت کی" ——— صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔ اور ڈریگن جو اب اٹھ کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا حیرت سے آنکھیں پھاڑے صفدر کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے صفدر کے سر پر سینگ اگ آئے ہوں۔

"تت ——— تت ——— تم یاٹمی نہیں ہو سکتے ——— وہ اتنا تیز نہیں تھا" ——— ڈریگن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسی لئے تم نے سوچا کہ آسانی سے وہ تمہاری گولی کا شکار ہو جائے گا ——— بہرحال میں جو بھی ہوں ——— تمہیں اب اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیئے ——— تم مجھے اس اڈے پر لے چلو ——— ورنہ ایک لمحے میں تمہاری کھوپڑی میں کئی روشندان کھول دوں گا" ——— صفدر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"تت ——— تت ——— تم کون ہو ——— پہلے مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو" ڈریگن نے اسی طرح حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو ڈریگن! ——— تمہارا مقصد دولت کمانا ہے ——— اور میں تمہیں آخری بار ایک بڑی آفر کر رہا ہوں ——— ورنہ تمہاری موت کے بعد وہ اڈا خود ہی ڈھونڈ لوں گا ——— لیکن مرنے کے بعد تمہیں نہ تو وہ اڈا فائدہ پہنچا سکے گا ——— اور نہ اس میں موجود مال ——— جبکہ زندہ رہنے کی صورت میں تم سب فائدے اٹھا سکتے ہو" ——— صفدر نے کسی خیال کے تحت کہا۔

"کیسی آفر ——— ؟" ڈریگن نے پوچھا۔

"میرا مقصد تمہارے اڈے سے مال لینا نہیں ہے ——— اور نہ مجھے ال سے کوئی دلچسپی ہے ——— میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میں کسی ح صحرائے تاپتی میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر داخل ہو جاؤں۔ ے اڈے سے لازماً راستہ باہر کو نکلتا ہو گا ——— اس لئے اگر مجھے اس اڈے سے صحرائے تاپتی میں داخل کر دو ——— تو میں تمہیں ن ہزار ڈالر دے سکتا ہوں ——— اور سن لو کہ یہ تمہارے لئے آخری ہے ——— قطعی آخری ——— جواب ہاں یا نہ میں دو" ——— در کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔

"لیکن صحرائے تاپتی میں تو خوفناک طوفان مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ ہ تمہیں ایک لمحے میں ریزہ ریزہ کر دیں گے ——— اور پھر تم وہاں یوں جانا چاہتے ہو" ——— ڈریگن کی آنکھیں اس بار حیرت سے ں تک پھیل گئی تھیں۔

"میں وہاں موجود موسمیاتی ریسرچ سنٹر تک جانا چاہتا ہوں۔ وہاں ے مجھے ایک راز حاصل کرنا ہے" ——— صفدر نے ہونٹ تے ہوئے کہا۔

"موسمیاتی راز ——— ہونہہ! تم مجھے احمق سمجھتے ہو مسٹر ——— ایسی نہیں ——— میں نے یہاں زندگی گذاری ہے۔ مجھے معلوم ہے ہ صحرا میں ایک اہم ترین دفاعی لیبارٹری زیر زمین موجود ہے اً اس لیبارٹری سے کوئی راز حاصل کرنا چاہتے ہو گے۔ یسی بات ہے تو مجھے کھل کر بتاؤ ——— میں تمہیں اس لیبارٹری ندر بھی داخل کرا سکتا ہوں" ——— ڈریگن نے سر ہلاتے ہوئے

جواب دیا۔

"چلو ایسے ہی سمجھ لو" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"تو پھر مجھے کم از کم دس لاکھ ڈالرز کی آفر کرو ۔۔۔ اور نقد ادا کرو۔ میں تمہیں نہ صرف صحرائے تاپیتی میں داخل کر سکتا ہوں ۔۔۔ بلکہ اس لیبارٹری کے دروازے تک پہنچا سکتا ہوں ۔۔۔ آگے تمہاری اپنی قسمت" ۔۔۔ ڈریگن نے کہا۔

"دس لاکھ ڈالر بھی مل سکتے ہیں ۔۔۔ لیکن پہلے میری تسلی کر دو کہ تم واقعی ایسا کر سکتے ہو" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اور دس لاکھ کا سن کر ڈریگن کی آنکھوں میں یکلخت تیز چمک ابھر آئی۔

"ریوالور رکھ دو ۔۔۔ اور میرے ساتھ آؤ ۔۔۔ میں تمہاری تسلی کر دیتا ہوں" ۔۔۔ ڈریگن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے چلو ۔۔۔ لیکن دیکھو اگر میں نے محسوس کیا کہ تم کوئی غلط حرکت کرنا چاہتے ہو تو دوسرا لمحہ تم پر موت بن کر جھپٹ پڑے گا" ۔ صفدر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے ۔۔۔ تم جیسا آدمی جو کہ تن تنہا اس قدر خفیہ لیبارٹری میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو ۔۔۔ کوئی عام مجرم یا آدمی نہیں ہو سکتا۔ تم یقیناً کسی ملک کے ٹاپ ایجنٹ ہو ۔۔۔ اور ایسے آدمیوں کے لئے کسی کو قتل کر دینا کوئی مشکل بات نہیں ۔۔۔ اس لئے تم قطعی بے فکر رہو۔ میں تمہارے ساتھ پورا تعاون کروں گا ۔۔۔ مجھے صرف دولت سے دلچسپی ہے ۔۔۔ کسی لیبارٹری سے کوئی دلچسپی نہیں" ۔ ڈریگن نے کہا اور صفدر نے محسوس کیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے تو اس

نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریوالور جیب میں رکھ لیا۔

ڈریگن اسے ہمراہ لئے ایک خفیہ دروازے سے نیچے تہہ خانے میں لے آیا۔ یہاں ایک میز کی دراز کھول کر اس نے اس کے ایک خفیہ خانے سے ایک چھوٹا سا کاغذ باہر نکالا۔ یہ کاغذ تہہ شدہ تھا۔

"لو اسے پڑھ لو" ۔۔۔ ڈریگن نے کاغذ صفدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور صفدر نے اس کے ہاتھ سے کاغذ لے کر اسے کھولا۔ یہ کوئی بہت پرانا نقشہ تھا صحرائے تاپیتی کا۔

"یہاں وہ موسمیاتی ریسرچ سنٹر ہے انڈر گراؤنڈ ۔۔۔ اور یہاں وہ لیبارٹری ہے ۔۔۔ تمہیں شاید یقین نہ آئے۔ لیکن اس لیبارٹری کا دروازہ اسی موسمیاتی سنٹر میں سے جاتا ہے اور کوئی دروازہ نہیں ہے۔ اور موسمیاتی ریسرچ سنٹر کے قریب ہی یہ میرا خفیہ اڈا ہے ۔۔۔ اگر اڈے سے سرنگ لگائی جائے تو ہم آسانی سے نیچے ہی نیچے ان طوفانی ہواؤں سے بچ کر موسمیاتی سنٹر کے اس حصے میں داخل ہو سکتے ہیں ۔۔۔ جہاں سے لیبارٹری کا راستہ نزدیک ہے ۔۔۔ اور سرنگ کھودنے کا جدید ترین سامان میرے اڈے میں پڑا ہے اس لئے کہ میں نے یہاں جو اپنی رہائش گاہ بنوائی ہے اس میں سے سرنگ اس اڈے تک نکلوانے کے لئے سامان خریدا تھا" ۔۔۔ ڈریگن نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ پہلے مجھے وہ سامان دکھاؤ ۔۔۔ پھر میں تمہیں دس لاکھ ڈالرز کا بینک گارنٹیڈ بیئرر چیک دے دیتا ہوں" ۔۔۔ صفدر نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ گڈ ۔۔۔ ویری گڈ ۔۔۔ آؤ میرے ساتھ" ۔۔۔ ڈریگن نے

مسرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔ دس لاکھ ڈالرز کی بھاری رقم اُسے اپنی
نظر آرہی تھی۔

اور پھر وہ صفدر کو ہمراہ لئے اس تہہ خانے کے عقبی راستے
نکل کر ایک اور کمرے میں آیا۔ یہ سٹور روم تھا۔ اس میں کاٹھ کباڑ بھر
تھا۔ ایک طرف ایک بڑی سی پیٹی پڑی ہوئی تھی۔ ڈریگن نے
کھولا تو اس کے اندر چار فٹ قطر کی سرنگ بنانے کی ایک جدید تر
مشین موجود تھی۔ صفدر مطمئن ہو گیا۔

"لاؤ اب چیک میرے حوالے کرو ——— تاکہ ہم مشین اٹھا کر سو
چلیں اور کام شروع کر دیں" ——— ڈریگن نے کہا۔

"لیکن یہ مشین تو خاصی وزنی ہے ——— اسے یہاں سے سو
کے راستے تک لے جانے میں تو خاصی دشواری پیش آئے گی" ———
صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ارے کیسی دشواری مسٹر! ——— اوہ تمہارا نام کیا ہے ——— تم
نے نام تو اب تک پوچھا ہی نہیں" ——— ڈریگن نے چونک کر کہا۔

"میرا نام ٹام ہے" ——— صفدر نے سپاٹ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو مسٹر ٹام! ——— دشواری کیسی ——— راستہ اسی کمرے سے
ہے اور تم نے دیکھا ہے کہ مشین کے نیچے چھوٹے چھوٹے پہیے لگے
ہوئے ہیں اس لئے دشواری کیسی" ——— ڈریگن نے ہنستے
ہوئے کہا۔

"اچھا! ——— لیکن یہاں تو کوئی راستہ نظر نہیں آرہا" ——— صفدر

نے اس طرح حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے اُسے یقین نہ آرہا ہو کہ
واقعی راستہ اس کاٹھ کباڑ سے بھرے ہوئے کمرے میں سے ہی ہو
سکتا ہے۔

"تمہیں یقین نہیں آیا ——— بس یہی میری کامیابی ہے۔ کسی کو
بھی یقین نہیں آسکتا ——— وہ دیوار دیکھ رہے ہو جس میں پرانی اور
ٹوٹی ہوئی الماری ہے بس یوں سمجھ لو کہ یہی راستہ ہے ——— لیکن
اس کا میکنزم اس قدر پیچیدہ ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی اسے آپریٹ
نہیں کر سکتا ——— چاہے وہ ساری عمر ٹکریں مارتا رہے" ———
ڈریگن نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ٹکریں مارنے کی کیا ضرورت ہے ——— ایک بم ہی کافی ہے۔
اچھا اب تم چھٹی کرو" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ
ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس سے
پہلے کہ ڈریگن اس کے فقرے کا مطلب سمجھتا، کمرے میں دھماکہ ہوا اور
اس کے ساتھ ہی ڈریگن کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی اور وہ الٹ کر
نیچے کاٹھ کباڑ پر گرا۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک لمحہ تڑپنے کے بعد
ساکت ہو گیا۔ گولی ٹھیک اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔

"میں تمہیں پیچھے چھوڑ کر اپنی موت نہیں خرید سکتا تھا ——— تم
مزید دولت کے لالچ میں حکومت کو بھی اطلاع کر سکتے تھے" ———
صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ آگے بڑھا۔ اس نے کوٹ کی
اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا کیپسول نما بم نکالا اور پھر
اس کے ایک سرے کو دانتوں سے چبا کر اس نے اُسے اس دیوار کی

طرف اچھال دیا جس میں وہ پرانی سی الماری موجود تھی۔ بم چھوٹی طاقت کا
اس نے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور کمرہ گرد و غبار سے بھر گیا۔
چند لمحوں بعد جب گرد و غبار چھٹا تو جس جگہ الماری تھی وہاں خا
بڑا سوراخ بن گیا تھا جس کی دوسری طرف ایک بہت چوڑی اور بڑ
قدیم سرنگ جاتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھی۔
صفدر تیزی سے اس پیٹی کی طرف لپکا جس میں سرنگ بنا
والی مشین تھی۔ اس نے پیٹی سے وہ مشین نکالی اور پھر اسے پہیوں کے
سے دھکیلتا ہوا اس سرنگ کی طرف بڑھ گیا۔ سرنگ خاصی طویل تھی
لیکن اس میں تازہ ہوا کے لئے سوراخ بنے ہوئے تھے اس لئے
کو سرنگ میں سے گذرتے ہوئے کوئی پریشانی نہ ہوئی۔
اور پھر سرنگ کے اختتام پر وہ ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچ گیا
یہاں ہر طرف منشیات کے بڑے بڑے ڈرم موجود تھے۔ خاصا بڑا ذخیرہ
تھا منشیات کا۔

صفدر نے جیب سے وہی پرانا نقشہ نکالا اور اسے وہاں زمین
پر پھیلا کر اس نے وہ جگہ تلاش کرنی شروع کر دی جہاں سے وہ سرنگ
لگا کر اس خاص جگہ پہنچ سکتا تھا۔ جہاں سے لیبارٹری کا راستہ تھا
لیبارٹری کا اصل نقشہ اس کے ذہن میں موجود تھا۔ لیکن اس میں یہ نشان
موجود نہ تھی کہ لیبارٹری کا راستہ اس موسیقاتی سنٹر سے جا لگے ہے یہ بات
ڈرگین سے اسے معلوم ہوئی تھی۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی
کا ٹکراؤ ڈرگین سے نہ ہوتا تو پھر وہ صحرا میں چاہے لاکھ ٹکریں مارتا
پھرتا۔ لیبارٹری کے اندر داخل نہ ہو سکتا تھا۔ نقشہ دیکھ کر اس نے

سپاٹ منتخب کیا۔
نقشے کے مطابق اس اڈے سے موسیقاتی سنٹر تقریباً آدھا کلومیٹر بنتا
صفدر نے مشین کا انجن چیک کیا۔ یہ انجن بیٹری کی مدد سے چلتا
صفدر بیٹری پہلے ہی چیک کر چکا تھا وہ مردہ نہ تھی لیکن بیکار پڑے
سے کمزور ضرور ہو چکی تھی۔ صفدر نے انجن سٹارٹ کرنا شروع کر دیا اور
تقریباً پانچ منٹ کی مسلسل کوشش کے بعد انجن سٹارٹ ہو گیا اور
میں خاصا تیز شور برپا ہو گیا تھا۔
صفدر نے مشین کے تیزی سے گھومتے ہوئے بلیڈ ایک دیوار کی
کے ساتھ رکھے اور مشین کو زور دے کر آگے دھکیلنا شروع کیا۔ بلیڈوں
تیزی سے ریت کو کاٹنا شروع کر دیا۔ لیکن صفدر چند ہی لمحوں میں
بن گیا۔ اس نے چشمہ لگایا ہوا تھا اس لئے اس کی آنکھیں گرد
ہی ہوئی تھیں۔ لیکن ظاہر ہے وہ چہرے اور باقی جسم کو ریت سے
سکتا تھا۔ لیکن یہاں ریت کی تہہ بے حد موٹی تھی۔ اس لئے سرنگ
بن رہی تھی۔ ورنہ تو ظاہر ہے نرم ریت میں تو سرنگ بن ہی نہ سکتی
صفدر مشین سمیت سرنگ لگاتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا لیکن
اس نے آدھی ہی سرنگ کھودی تھی کہ یکلخت انجن بند ہو گیا اور
وہ بری طرح چونک پڑا۔ اس نے تیزی سے چشمہ اتارا اور آنکھیں
انجن کے اوپر لگے ہوئے فیول ڈائل کو دیکھنے لگا۔ فیول والی
خالی کے نشان پر پہنچ چکی تھی اور صفدر نے ایک طویل سانس
اس سے واقعی حماقت ہو گئی تھی۔ اس سے یہ بات چیک نہ کی تھی
میں پٹرول کتنا ہے۔ اب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ

واپس جاتے اور پھر پٹرول حاصل کر کے واپس آتے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ پٹرول حاصل کرنے کے لئے کیا کرے
کہ اچانک سرنگ کے دہانے سے اُسے دھمک کی آواز سنائی دی یوں لگا
تھا جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہو اور دوسرے لمحے زوردار دھماکے سے
سرنگ کی چھت یکلخت بیٹھ گئی۔ ریت کی تہہ اس دھماکے کو سہہ نہ سکی
اور صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے اوپر ٹنوں کے حساب سے
ریت آپڑی ہو۔ وہ منہ کے بل نیچے گرا تھا۔ اس کا سانس بند ہونے لگا
لیکن اس نے پوری کوشش کر کے اپنے جسم کو حرکت دینی شروع
کر دی۔ جیسے جیسے وہ کوشش کرتا گیا ریت اس کے جسم سے پھسلتی
گئی۔ وہ ریت میں دفن ہو جانے کے بعد نکلنے کا مخصوص فن جانتا تھا
اس لئے وہ تیزی سے اپنے جسم کو دائیں بائیں حرکت دے رہا تھا
اس طرح ریت تیزی سے سائیڈوں میں گرتی جا رہی تھی اور اس کا جسم
خود بخود اونچا ہوتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد وہ یکلخت اچھل کر ریت کی سطح
پر آ گیا۔ اور اس نے رکا ہوا سانس لیا۔ لیکن اوپر پہنچ کر بھی اُسے کچھ نظر
نہ آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ریت کے ایک بہت بڑے سمندر
کی تہہ میں موجود ہو۔ جہاں تک اُسے نظر آ رہا تھا ہر طرف ریت ہی ریت
تھی۔ اس کے ساتھ ہی بے پناہ شور بھی تھا۔ چیختی چنگھاڑتی آوازیں
سنائی دے رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے لاکھوں کروڑوں بدروحیں
مل کر چیخ رہی ہوں۔

صفدر چند لمحے خاموش ریت کے ڈھیر پر پڑا رہا۔ پھر اس نے آہستہ
سے حرکت کی اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پورے جسم کو حرکت کرتے

دں کر کے اُسے بے حد مسرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ
صحرائے تابیتی کے اندر اس کی سطح پر پہنچ گیا ہے کیونکہ یہ آوازیں
ن طوفانی ہواؤں کی تھیں جن کے متعلق وہ سنتا آ رہا تھا۔ لیکن چونکہ
ا کی عینک وہیں سرنگ کے اندر ہی رہ گئی تھی اس لئے اُسے آنکھیں
ولنا دشوار ہو رہا تھا ـــــ وہ بس چندھی چندھی آنکھوں سے دیکھ
ہا تھا۔ اور اب تو چندھی آنکھوں میں بھی جیسے کسی نے انگارے سے
رکھ دیئے ہوں۔ ریت نے شاید انہیں زخمی کر دیا تھا۔ اس کی آنکھوں
سے پانی بہنے لگا تھا۔ لیکن اب وہ کر بھی کچھ نہ سکتا تھا۔ اُسے معلوم تھا
جیسے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گا ہوائیں اُسے اٹھا کر پھینک دیں گی اس لئے
اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ ریت کے اوپر ہی گھسٹتا ہوا آگے بڑھے۔
ریت کے ساتھ چمٹے رہنے کی وجہ سے ہواؤں کا پورا زور اس کے
اوپر نہ پڑ رہا تھا۔

ذرا سی حرکت کرنے کے بعد اس نے اپنے جسم کو واقعی سنبھال لیا۔
اب وہ ریت کے ساتھ چمٹا ہوا تھا اور کہنیوں کے بل آگے کی طرف
کھسک رہا تھا کیونکہ ایک بار وہ ذرا سا اوپر اٹھا تو اُسے یوں محسوس
ہوا تھا جیسے ہوا اُسے فضا میں اٹھا لے گی۔ اس کا جسم ایک جھٹکے
سے اوپر کو اٹھنے لگا تھا لیکن اس نے پوری قوت لگا کر اپنے جسم
کو دوبارہ ریت سے چمٹا لیا تھا۔ اور اس طرح وہ فضا میں بلند ہونے
سے بچ گیا تھا۔

ریت سے چمٹے ہوئے اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور ذہن
میں ہی اس پرانے نقشے کو لا کر وہ موسیقی سنٹر کا محل وقوع چیک

کرنے لگا۔ تاکہ ریت پر رینگتا ہوا وہ اس تک پہنچ جائے۔

اور پھر ذہنی طور پر آئیڈیا لگا کر اس نے تیزی سے ایک طرف کو رینگنا شروع کر دیا۔ لیکن ہوا کے مسلسل اور زبردست دباؤ سے اپنے آپ کو بچانے کے ساتھ ساتھ مسلسل رینگنے کی وجہ سے اس کے اعصابی دباؤ پر زبردست بوجھ پڑ رہا تھا اس لئے اس کی رفتار بے حد آہستہ تھی۔ اور وہ اب ہانپنے لگا تھا لیکن اس نے اپنا منہ سختی سے بند کر رکھا تھا تاکہ وہ ریت سے نہ بھر جائے۔

صفدر نے اپنا چہرہ نیچے کی طرف رکھا ہوا تھا اس لئے ناک میں کم ریت جا رہی تھی۔ لیکن جا ضرور رہی تھی اور اسی وجہ سے اسے اب ناک میں ہلکی ہلکی خارش سی محسوس ہونے لگی تھی۔ اور پھر اچانک اسے ایک زوردار چھینک آئی اور اس طرح اچانک چھینک آنے کی وجہ سے وہ بے اختیار اوپر کو اچھلا۔ اور پھر اس کا جسم باوجود اس کے زبردست کوشش کے نیچے نہ آ سکا۔ اور وہ بری طرح ہاتھ پیر مارتا ہوا فضا میں اس طرح بلند ہوتا چلا گیا جیسے پانی کے اندر ڈوبتا ہوا آدمی الٹے سیدھے ہاتھ مارتا ہے۔

اس نے قلابازی کھا کر اپنے آپ کو سر کے بل نیچے پھینکنا چاہا۔ لیکن خوفناک اور تیز طوفانی ہوائیں اسے فضا میں اس طرح اٹھائے پھر رہی تھیں جیسے طوفان میں کوئی تنکا اڑتا پھر رہا ہو۔ صفدر کو چکر آنے لگے اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن پر بھی ریت کی تہہ جمتی جا رہی ہو۔ اور چند لمحوں بعد اس کے تمام احساسات جیسے منجمد سے ہو گئے۔ بس ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم ٹکڑوں میں

تبدیل ہو چکا ہو۔ اور ہر ٹکڑا کٹی ہوئی پتنگ کی طرح طوفانی ہواؤں میں ڈولتا پھر رہا ہو۔

اور چند لمحوں تک یہ احساس رہنے کے بعد یکلخت اس کے ذہن پر تاریکی چھا گئی۔ ظاہر ہے یہ موت کی تاریکی تھی۔ کیونکہ صحرائے تاپتی میں مسلسل چلنے والی اس قدر خوفناک طوفانی ہواؤں میں قلابازیاں کھاتا ہوا جسم کب تک سلامت رہ سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جانا اس کا مقدر بن چکا تھا۔

ختم شد

کرنل ٹاڈ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے انداز میں میز پر پڑے ہوئے بڑے سے ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس کر دیا اور ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

"ہیلو ـــ ہیلو ـــ سی۔ ٹی کالنگ چیف باس۔ اوور" ـــ کرنل ٹاڈ نے بھاری آواز میں بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

"یس ـــ بلیک ون اٹنڈنگ۔ اوور" ـــ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے بلیک ون کی آواز سنائی دی۔

"باس! ـــ میں نے آپ کو رپورٹ دینا تھی۔ اوور" ـــ کرنل ٹاڈ نے کہا۔

"ہاں! ـــ کیا ہوا تمہارے اس مشن کا ـــ کچھ پتہ چلا کہ وہ لوگ کون تھے۔ اوور" ـــ دوسری طرف سے بلیک ون نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ عمران اور اس کے ساتھی ہی تھے باس! ــــ وہ ایک کار کے ذریعے سوائی روڈ سے شارٹ کٹ کرتے ہوئے تاپتی شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے ــــ میں نے ان کا خاتمہ کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر پر ان کا تعاقب کیا اور پھر ان میں سے ایک آدمی اور کار تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ــــ وہ لوگ کار سمیت ایک خوفناک گہرائی میں گر گئے تھے۔ میں نے یہی سمجھا کہ اس قدر خوفناک گہرائی میں کار سمیت گرنے سے وہ صحیح سلامت نہ بچ سکے ہوں گے ــــ اس لئے میں ان کے متعلق تسلی کرنے کے لئے نیچے اترا تو وہ لوگ حیرت انگیز طور پر کسی خفیہ راستے سے زندہ سلامت اوپر پہنچ گئے ــــ صرف ایک لاش مجھے تباہ شدہ کار کے ساتھ ملی ــــ اور پھر وہ لوگ میرا ہی ہیلی کاپٹر لے اڑے ــــ میں نے تاپتی میں احکامات دے دیئے ہیں کہ ہیلی کاپٹر کو ہٹ کر دیا جائے ــــ لیکن اب اطلاع ملی ہے کہ ہیلی کاپٹر تاپتی سے دور سڑک کے کنارے ایک ٹیلے کے پیچھے صحیح سلامت کھڑا ہے ــــ وہ لوگ یقیناً کسی بس میں سوار ہو کر نکل گئے ہیں ــــ لیکن نہ ہی آبادی میں ان کی موجودگی کا پتہ چل رہا ہے ــــ اور نہ ہی تاپتی میں وہ گئے ہیں ــــ ادھر وہ آدمی جو جوانا طیارے کے ذریعے تاپتی پہنچا تھا اچانک ہوٹل سے غائب ہو گیا ہے ــــ میرے آدمی اس کی نگرانی کر رہے تھے اور وہ ہوٹل کے اندر تھا لیکن پھر وہ اس طرح غائب ہو گیا جیسے اس کا کہیں وجود ہی نہ ہو ــــ میرے آدمی اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ــــ تو اس کا مطلب ہے کہ تم جیسا بلیک ایجنٹ پہلے ہی قدم میں ناکام ہو گیا ہے۔ اوور" ــــ بلیک ون کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔

"بظاہر تو ایسا ہی ہے باس! ــــ لیکن یہ سب کچھ ابتدائی اقدامات تھے ــــ مجھے کوئی پلاننگ بنانے کا موقع نہ ملا تھا ــــ اب میں نے پلاننگ کر لی ہے ــــ اب یہ لوگ مجھ سے کسی صورت بھی بچ کر نہیں جا سکتے۔ اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"کیا پلاننگ بنائی ہے۔ اوور" ــــ بلیک ون نے پوچھا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ یہ لوگ صحرائے تاپتی میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے ــــ گو وہاں سائنسی حفاظتی انتظامات ہیں لیکن ایسے لوگ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتے ہیں ــــ اس لئے اب میں نے سوچا ہے کہ میں خود وہاں پہنچ کر ان کا انتظار کروں۔ اگر یہ لوگ میرے سامنے آ گئے تو پھر بچ کر نہیں جا سکتے۔ اوور" ــــ کرنل ٹاڈ نے کہا۔

"گڈ! ــــ تم نے اچھا پلان بنایا ہے ــــ میں بھی ابھی تمہیں کال کرنے والا تھا۔ لیکن تمہاری کال آ گئی ــــ میں نے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں ــــ یہ گروپ یقیناً فضائی [illegible] ریڈار [illegible] کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں ــــ [illegible] ایک ایسا فضائی ہتھیار تیار کیا جا رہا [illegible] ــــ [illegible] تیار ہوا ہے ــــ نہ روسیاہ میں ــــ [illegible] علم تھا ــــ لیکن پھر اکیمیا کے ایک ایجنٹ نے اطلاع دی کہ

ایسا ہتھیار کسی خفیہ لیبارٹری میں تیار ہو رہا ہے اور اس کے لئے انہیں ریڈ ٹاک چاہیئے ـــــ لیکن باوجود کوشش کے وہ لیبارٹری ٹریس نہ ہو رہی تھی ـــــ لیکن پھر اچانک وہ لیبارٹری ٹریس کر لی گئی اور ہمارے ایک ٹاپ ایجنٹ نے فوری طور پر ایکشن میں آتے ہوئے اس ہتھیار کا فارمولا حاصل کر لیا اور وہ اسے لے کر ایک چارٹرڈ طیارے میں ایک سپاٹ پر پہنچا تو روسیاہ کا سپر ایجنٹ اسے لے اڑا ـــــ اس طرح وہ فارمولا پاکیشیا سے تو نکل آیا ـــــ لیکن اب اس کے حصول کے لئے روسیاہ اور ایکریمیا کے ایجنٹوں میں خوفناک کشمکش شروع ہو گئی ـ آخر کار روسیاہی ایجنٹ مارا گیا اور فارمولا یہاں ایکریمیا پہنچ گیا ـ لیکن یہاں جب اسے چیک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ فارمولا ناقص ہے ـ نتیجتاً وہ ہتھیار تیار نہیں ہو سکتا ـــــ ادھر روسیاہ اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کر رہا تھا اس لئے ہم نے یہ ناقص فارمولا ان کے پاس جانے دیا ـــــ اور پھر ہمیں خفیہ رپورٹ مل گئی کہ وہاں کے سائنسدانوں نے بھی اسے ناقص قرار دے دیا ہے ـــــ آئیڈیا تو ٹھیک تھا لیکن رزلٹ صحیح مرتب نہ ہوتا تھا ـــــ چنانچہ دونوں ملک خاموش ہو گئے ـــــ لیکن اس دوران صحرائے تاپیتی کی طرف جاتے ہوئے اس آدمی کا پتہ چلا ـــــ اس سے پہلے اس عمارت پر حملہ ہوا جس میں صحرائے تاپیتی کے اندر خفیہ لیبارٹری کا محل وقوع اور نقشہ موجود تھا ـــــ اس کے بعد عمران اور اس کے ساتھی ٹریس ہوئے اس سارے ہنگامے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایکریمیا اور روسیاہ دونوں کو ایک منصوبے کے تحت احمق بنایا گیا ہے ـــــ انہیں ناقص فارمولا

دے دیا گیا ہے تاکہ دونوں حکومتیں مطمئن ہو جائیں ـــــ اور خود وہ ریڈ ٹاک کے حصول کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں ـــــ اگر ان کا فارمولا واقعی ناقص ہے تو انہیں ریڈ ٹاک حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ـــــ کیا سمجھے ـ اور " ـــــ بلیک ورن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا

یس سر ـــــ اب میں ساری صورت حال سمجھ گیا ہوں ـ " دوسری طرف سے کرنل ٹاڈ نے جواب دیا ـ

" میں تمہیں کال کر کے یہی کہنا چاہتا تھا کہ تم نے اب ریڈ ٹاک کو ان لوگوں سے بچانا ہے ـــــ لیبارٹری کی حفاظت کے لئے جہاں سائنسی اقدامات کئے گئے ہیں وہاں ایک اور اہم اقدام بھی کیا گیا ہے موسمیاتی سنٹر کے نیچے تہہ خانوں میں ایسی مشینیں نصب کی گئی ہیں جن کے دھانے پورے صحرا میں پھیلا دیئے گئے ہیں ـــــ ان مشینوں کی مدد سے پورے صحرا میں ہر وقت خوفناک آندھیاں چلائی جاتی ہیں تاکہ اگر کوئی وہاں داخل ہو بھی جائے تو ان طوفانی ہواؤں کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائے ـــــ لیکن جس کا نام علی عمران ہے وہ شاید ان طوفانی ہواؤں سے بھی بچ نکلے ـــــ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم اس وقت تک جب تک عمران اور اس کے ساتھی حقیقت میں لاشوں میں تبدیل نہیں ہو جاتے ـ وہیں موسمیاتی سنٹر میں رہو گے کیونکہ لیبارٹری کا دروازہ بھی اسی سنٹر [illegible] ـــــ [illegible] ایسی مشینیں لگی ہوئی [illegible] پورے [illegible] چیک کیا جا سکتا ہے ـــــ [illegible] لاکھ کوشش کرنے کے باوجود روسیاہی ایجنٹ ریڈ ٹاک حاصل نہیں کر سکے ـ اور

ان کے ریڈ ٹاک حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ خلائی دوڑ میں اور خلائی دفاع میں ایکریمیا سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں ——— اس لئے اب ریڈ ٹاک کی حفاظت بے حد ضروری ہو گئی ہے۔ ورنہ اگر یہ کافارمولا پاکیشیا کے ہاتھ لگ گیا تو پھر روسیاہ لازماً اسے لے اڑے گا۔ اوور" ——— بلیک وَن نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں باس! ——— یہ فارمولا اب محفوظ ہی رہے گا۔ اوور" ——— کرنل ٹاڈ نے کہا۔

"او کے ——— تم ایسا کرو کہ فوراً دارالحکومت پہنچ جاؤ ——— اور الیون سکس پوائنٹ پر رپورٹ کرو ——— جہاں سے ایک مخصوص ہیلی تمہیں اس خفیہ اڈے پر پہنچا دے گا جہاں موسمیاتی سنٹر میں جانے والے مخصوص ہیلی کاپٹر موجود ہیں ——— ایسے ہیلی کاپٹر ہر اس خوفناک طوفانی ہواؤں میں بھی آسانی سے سنٹر میں داخل ہو جاتے ہیں ——— سنٹر اور لیبارٹری میں تمہاری آمد کی اطلاع دے دی جائے گی۔ اور یہ بھی سن لو کہ تمہارے بلیک ایجنٹ والے کارڈ کو فی الحال ان دونوں سپاٹس کے لئے معطل کر دیا گیا ہے ——— تمہیں اب نیا سپیشل کارڈ دیا جائے گا ——— کیونکہ مجھے یقین ہے کہ عمران نے ساری پلاننگ تمہارے کارڈ کو چیک کرنے کے لئے کی تھی ——— اور اس نے یقیناً اس جیسا کوئی جعلی کارڈ تیار کر لیا ہو گا۔ اوور" ——— بلیک وَن نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! لیکن باس! ——— اس جیسا کارڈ تیار کرنا تو ناممکن ہے۔ اوور" ——— کرنل ٹاڈ کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے ——— بہرحال اب جب تک عمران کا خاتمہ نہیں ہو جاتا ——— اس وقت تک یہ کارڈ معطل رہے گا۔ اوور" ——— بلیک وَن نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ——— اوور" ——— کرنل ٹاڈ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"الیون سکس پوائنٹ پر تمہیں پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خصوصاً عمران کے متعلق فائل بھی مل جائے گی ——— تم نے اس کا تفصیلی مطالعہ کرنا ہے تاکہ ان لوگوں سے نمٹنے میں تمہیں آسانی رہے ——— اوور اینڈ آل" ——— بلیک وَن نے کہا اور کرنل ٹاڈ نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"میں اس عمران کا وہ حشر کروں گا کہ اس کی روح بھی صدیوں تک ریٹے تاپچی کی ہواؤں کے ساتھ مل کر چیختی رہے گی" ——— کرنل ٹاڈ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے دانت پیس کر کہا اور پھر وہ کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تاکہ دارالحکومت پہنچ کر آگے جا سکے۔

اور پھر تقریباً تین گھنٹوں بعد وہ خصوصی طیارے میں بیٹھا اس خفیہ اڈے کی طرف بڑھا جا رہا تھا جہاں سے خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسے صحرائے تاپچی کے موسمیاتی سنٹر میں پہنچنا تھا۔ ان گھنٹوں میں فائل مل گئی ہوئی تھی اور وہ اس کے مطالعے میں مسلسل مصروف تھا۔

"بڈون ہے ——— اس فائل کے مطابق تو یہ لوگ واقعی انتہائی خطرناک ہیں ——— بہرحال یہ مجھ سے زیادہ خطرناک نہیں ہو سکتے" ——— کرنل ٹاڈ

نے سر ہلاتے ہوئے بیلٹ کا بکل کسنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد طیارہ ایک ویران سے ہوائی اڈے پر جو ایک گھنے جنگل کے درمیان میں واقع تھا آسانی سے اتر گیا۔

طیارہ رکتے ہی کرنل ٹاڈ اچھل کر نیچے اترا تو سامنے ایک فوجی جیپ موجود تھی جس کے باہر چار مسلح فوجی موجود تھے۔ ان میں سے ایک کرنل تھا۔ اس نے کرنل ٹاڈ کو فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ کرنل ٹاڈ نے بھی فوجی انداز میں جواب دیا۔ اور پھر جیب سے وہ خصوصی کارڈ نکال کر کرنل کی طرف بڑھا دیا۔

"او۔کے سر —— آیئے" —— کرنل نے کارڈ واپس کرتے ہوئے کہا اور خود اچھل کر جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کرنل ٹاڈ اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا جب کہ باقی تین فوجی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور جیپ تیزی سے ائیرپورٹ کی عمارت سے نکل کر گھنے جنگل میں دوڑنے لگی۔

جیپ جنگل میں تقریباً آدھا گھنٹہ مسلسل دوڑنے کے بعد ایک پرانے سے درخت کے قریب رک گئی جس کا تنا بہت پھیلا ہوا تھا۔ جیپ چلانے والا کرنل نیچے اترا اور پھر تیزی سے اس درخت پر چڑھتا گیا۔ کرنل ٹاڈ باقی فوجیوں کے ساتھ نیچے کھڑا رہ گیا۔ جیپ چلانے والا کرنل تھوڑی دیر بعد ہی واپس اتر آیا۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر تنے کے ایک مخصوص حصے پر تین بار اس طرح دستک دی جیسے کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے۔ دوسرے لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی اس تنے کے درمیان واقعی ایک دروازے جتنا خلا پیدا

ہو گیا۔

"آیئے سر" —— جیپ چلانے والے کرنل نے کرنل ٹاڈ سے کہا اور اس خلا میں داخل ہو گیا۔

یہاں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک بند دروازہ تھا جس پر پھر مخصوص انداز میں دستک دی گئی اور دروازہ کھل گیا۔ دوسری طرف ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر دو عجیب و غریب ساخت کے ہیلی کاپٹر کھڑے تھے۔ بالکل میزائلوں کی طرح ان کی ساخت تھی۔ لیکن ان کی چوٹی کے اوپر ایک چھوٹا سا پنکھا لگا ہوا تھا جو کسی نیلے رنگ کی دھات کا بنا ہوا تھا۔

"یہ وہ مخصوص ہیلی کاپٹر ہیں کرنل! —— جو موسمیاتی سنٹر میں داخل ہو سکتے ہیں" —— جیپ چلانے والے کرنل نے کہا۔

اسی لمحے ایک ہیلی کاپٹر کے نیچے دروازہ کھلا اور ایک فوجی پائلٹ باہر آ گیا۔ اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔

"جایئے سر" —— جیپ چلانے والے کرنل نے کہا اور کرنل ٹاڈ سر ہلاتا ہوا اس میزائل نما ہیلی کاپٹر کے کھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اندر واقعی ایسی نشستیں تھیں جیسے خلائی جہاز میں ہوتی ہیں پائلٹ نے کرنل ٹاڈ کو ایک سیٹ پر ایڈجسٹ کیا اور پھر خود ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ان کے جسم مختلف قسم کی بیلٹوں میں جکڑے ہوئے تھے اور سر اور چہرے پر واقعی ایسے ہیلمٹ تھے جیسے خلائی جہاز میں جانے والے پہنتے ہیں۔ سامنے ایک بڑی سکرین تھی۔ پائلٹ نے ایک بٹن دبایا تو سکرین روشن ہو گئی۔ اب سکرین پر وہ ہال کمرہ نظر آ رہا تھا جس میں

ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کی چھت درمیان سے کھل گئی۔ اسی لمحے ایک زوردار جھٹکے سے وہ میزائل بجلی کی سی تیزی سے اوپر کو اٹھ۔ اس کی رفتار واقعی بے پناہ تیز تھی۔

چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر آسمان کی بلندیوں پر افقی صورت میں پہنچ گیا۔ پھر اس کا رخ بدلا اور وہ کسی طیارے کی طرح آگے بڑھنے لگا۔

"بڑا عجیب و غریب ہیلی کاپٹر ہے ——— بالکل میزائل کی طرح۔" کرنل ٹاؤ نے منہ کے سامنے لگے ہوئے چھوٹے سے مائیک میں کہا۔

"یس سر! ——— خوفناک طوفانی ہواؤں میں سفر کرنے کے لئے اسے خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے" ——— پائلٹ کی آواز کرنل ٹاؤ کے کانوں میں پڑی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد سکرین پر صحرائے تابیتی نظر آنے لگا۔ نیچے ریت ہی ریت تھی۔ اور طوفانی ہوائیں اس قدر تیز رفتاری سے چل رہی تھیں کہ کرنل ٹاؤ سکرین پر دیکھ کر ہی حیران ہو گیا۔

صحرائے تابیتی کے اوپر پرواز کرتا ہوا ہیلی کاپٹر آگے بڑھنے لگا۔ اس کی بلندی اس قدر تھی کہ طوفانی ہوائیں اس سے کافی گہرائی میں تھیں۔ پھر ایک مخصوص سپاٹ پر پہنچتے ہی پائلٹ نے یکلخت ہیلی کاپٹر کو غوطہ دیا اور ہیلی کاپٹر کا اوپر کو اٹھا ہوا حصہ تیزی سے نیچے ہوا اور پلک جھپکنے میں وہ بالکل الٹا ہو کر نیچے تیزی سے گرنے لگا۔

کرنل ٹاؤ اب سیٹ پر بندھا بالکل الٹا ہو رہا تھا۔ اس کا نچلا جسم اوپر تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آنتیں حلق سے باہر آ نکل آئی ہوں۔ سکرین پر جو نیچے اس کی آنکھوں کے سامنے تھی، طوفانی

ہوائیں تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر ان ہواؤں میں داخل ہو گیا۔ اور وہ اس خوفناک انداز میں ہلنے لگا جیسے کسی خوفناک زلزلے میں پھنس گیا ہو۔ مگر وہ اسی تیز رفتاری سے نیچے گرتا جا رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد ایک خوفناک دھچکے کے ساتھ یکلخت الٹا ہی ساکت ہو گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی نوک ریت میں دھنس گئی ہو۔ لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔ کرنل ٹاؤ نے دیکھا کہ سکرین پر ریت کی تہہ اوپر کو اٹھتی آ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہیلی کاپٹر الٹا ہو کر ریت کی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو۔

ابھی آدھا ہیلی کاپٹر دھنسا تھا کہ یکلخت ایک جھٹکے سے وہ نیچے جاتا رک گیا اور پائلٹ نے تیزی سے ایک ہینڈل کو زور زور سے اپنی طرف کھینچا۔ لیکن ہیلی کاپٹر نے حرکت نہ کی۔

"اوہ! ——— اس کے انجن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے ——— میں پھنس گیا ہوں" ——— پائلٹ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور کرنل ٹاؤ نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ شاید اپنی زندگی میں پہلے اس قدر خوفناک سچوایشن میں کبھی نہ پھنسا تھا۔ پائلٹ کی سیٹ اپنی جگہ سے نکل کر ریلنگ کے ذریعے اوپر کو اٹھتی چلی گئی۔ اور پھر چار پانچ منٹ بعد ایک زوردار کھٹاک سے واپس اپنی جگہ پر آئی تو کرنل ٹاؤ بری طرح چیخ پڑا۔ کیونکہ پائلٹ کے گھٹنوں پر ایک انسانی لاش پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی جس کے پورے جسم سے خون رس رہا تھا۔ چہرہ بری طرح مسخ ہو چکا تھا جیسے کسی نے ریگمال سے اسے مسلسل رگڑا ہو۔ ہیلی کاپٹر ایک بار پھر نیچے دھنسنا شروع ہو گیا تھا۔

"یہ کون ہے ——— ؟" کرنل ٹاڈ نے چیخ کر پوچھا۔
"سر! ——— یہ انسانی جسم انجن میں پھنسا ہوا تھا ——— اگر میں اسے
اندر نہ لے آتا تو انجن نہ چل سکتا تھا اور میں اسے باہر نہ دھکیل سکتا تھا
کیونکہ پھر مجھے بھی باہر جانا پڑتا ——— انجن کی بیرونی جالی ٹوٹی ہوئی تھی
اس آدمی کی لاش اس جالی سے ٹکرائی۔ جالی ٹوٹ گئی اور یہ اندر انجن
میں پھنس گیا" ——— پائلٹ نے کہا۔
"یہ مردہ ہے" ——— کرنل ٹاڈ نے کہا۔
"بالکل جناب! ——— اس قدر طوفانی ہواؤں میں پھنس کر کون زندہ
رہ سکتا ہے" ——— پائلٹ نے کہا اور کرنل ٹاڈ نے سر ہلا دیا۔ ویسے ت
کا ذہن تیزی سے اس اُدھیڑ بُن میں مصروف تھا کہ آخر یہ شخص کون ہو
سکتا ہے۔ کیا یہ وہی آدمی ہے جو جونا۔ ٹو طیارے سے تاہیتی آیا اور پھر
ہوٹل سے غائب ہو گیا۔ اگر یہ وہی ہے تو پھر یہ صحرا سے تاہیتی میں
داخل ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر اب تیزی سے ریت میں دھنستا جا رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر
بعد ایک زوردار جھٹکے سے وہ سیدھا ہوا اور افقی حالت میں رک گیا
کرنل ٹاڈ نے دیکھا کہ یہ ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس کی چھت کسی نیلے
رنگ کی دھات سے بنائی گئی تھی۔ باہر چار مسلح افراد کھڑے تھے۔ کرنل
ٹاڈ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اپنے سر پر موجود ہیلمٹ کے
سٹریپ کھولنے شروع کر دیئے۔

ڈلیسی نے کار ڈرگن بار کے سامنے روکی اور پھر عمران کو اپنے
تھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ کار سے نیچے اتر آیا۔
عمران نے نیا مقامی میک اپ کیا ہوا تھا۔ کیونکہ اُسے خطرہ تھا کہ
ل ٹاڈ کے آدمی اُسے پہچان نہ لیں۔ کیونکہ کرنل ٹاڈ کا ہیلی کاپٹر جس
ح کار کے تعاقب میں پہنچا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے ان
متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں اور ظاہر ہے ان معلومات میں ان
یپ بھی شامل ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے بالکل مختلف اور نیا میک اپ
لینا ضروری سمجھا تھا۔
ڈرگن بار میں ڈلیسی جیسے ہی داخل ہوا۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا آدمی
رف بُری طرح چونکا بلکہ وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر بھاگتا ہوا ڈلیسی
طرف بڑھا۔
"جناب آپ ——— اور یہاں" ——— کاؤنٹرمین نے حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔ لیکن اس کا انداز مؤدبانہ تھا۔

"کیوں! ۔۔۔ میں نے یہاں آکر کوئی جرم کیا ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ سر! ۔۔۔ یہ بات نہیں سر! ۔۔۔ ہمیں بلوالیا ہوتا" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ ڈریگن کہاں ہے ۔۔۔ میرا ایک مہمان اس سے ملنا چاہتا ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ باس اوپر دفتر میں ہیں جناب! ۔۔۔ تاپتی کا باعتماد وہیں ہے ۔۔۔ تقریباً آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے باٹھی کو اوپر گئے ہوئے ابھی اس کی واپسی نہیں ہوئی ۔۔۔ میں باس کو آپ کی آمد کی اطلاع کروں" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں! ۔۔۔ اطلاع کی ضرورت نہیں ۔۔۔ ڈریگن کا کوئی راز مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ڈریگن کے دفتر کا دروازہ بند تھا۔ ڈلیسی نے اُسے دبایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"ارے یہ تو دفتر خالی ہے ۔۔۔ جبکہ وہ کہہ رہا تھا کہ ڈریگن باٹھی کے ساتھ اوپر موجود ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے حیرت بھری نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ باٹھی کون ہے" ۔۔۔ ؟ عمران نے پہلی بار زبان کھولی۔

"تاپتی کے ایک ہوٹل کا دیٹر ہے ۔۔۔ انتہائی چالاک اور عیار تھا

ہے ۔۔۔ ڈریگن کے بزنس میں شریک کار ہے ۔۔۔ لیکن یہ لوگ گئے کہاں" ۔۔۔ ؟ ڈلیسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کوئی تہہ خانہ تو یہاں نہیں ہے" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"اوہ ہاں ۔۔۔ آؤ" ۔۔۔ ڈلیسی نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر عقبی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ سیڑھیاں اُتر کر ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچ گئے۔ لیکن یہ بھی خالی پڑا ہوا تھا۔

"وہ تو یہاں بھی نہیں ہیں" ۔۔۔ ڈلیسی نے کہا۔

"یہ دروازہ کھلا ہوا ہے" ۔۔۔ عمران نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ڈلیسی سر ہلاتا ہوا اس دروازے سے گھومتا ہوا ایک تنگ راستے سے گذر کر ایک اور کمرے میں آ گیا یہ سٹور گودام تھا جس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ اور وہاں داخل ہوتے ہی انہیں ایک لاش پڑی ہوئی صاف دکھائی دینے لگی۔

"ارے یہ تو ڈریگن ہے ۔۔۔ اسے گولی ماری گئی ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں لاش کی طرف دوڑتے ہوئے کہا اور عمران نے ہونٹ بھینچ لئے۔ اور پھر اس کی نظریں سامنے پرانی الماری والی دیوار کے اس حصے پر پڑیں۔ جہاں ایک بہت چوڑی سرنگ کا دہانا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے کو دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہاں کم طاقت کا بم مارا گیا ہے۔

اسی لمحے عمران کی تیز نظریں سرنگ کے گرد اٹے ہوئے فرش پر پڑیں اور وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ وہاں اُسے پہیوں کے نشانات اس سرنگ کے اندر جاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

"اسے کس نے گولی ماری ہوگی ۔۔۔ کیا باھٹی نے ایسا کیا ہے ۔ لیکن وہ تو اس قسم کا آدمی نہیں ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ پہیے کس مشین کے ہیں ۔۔۔ اور اسے ایک آدمی پیدل ... کر سرنگ میں گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"سرنگ! ۔۔۔ ارے ہاں! ۔۔۔ واقعی یہ تو سرنگ ہے ۔ لیکن مجھے اس کے متعلق تو ڈریگن نے کبھی نہیں بتایا" ۔۔۔ ڈلیسی نے حیرت بھرے انداز میں سرنگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں یہ اسی اڈے کے اندر جانے والی سرنگ ہے جو صحرائے تاپیتی کے اندر ہے ۔۔۔ اور جس کا ذکر تم نے سنا تھا آؤ جلدی کرو" ۔۔۔ عمران نے کہا اور تیزی سے اس سرنگ میں داخل ہوگیا۔ ڈلیسی بھی سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔ سرنگ خاصی طویل تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سرنگ کے اختتام پر موجود ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچ گئے جو انتہائی قدیم زمانے کا بنا ہوا تھا۔ لیکن وہ اب بھی خاصا مضبوط تھا۔ یہاں منشیات کے مخصوص ڈرم ہر جگہ پڑے ہوئے نظر آرہے تھے۔

"اوہ! ۔۔۔ تو یہ ہے وہ اڈہ ۔۔۔ واقعی یہ تو صحرائے تاپیتی کے اندر ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے اندر داخل ہوتے ہوئے تیز لہجے میں ... وہ حیرت بھرے انداز میں اڈے میں موجود منشیات کے مخصوص ڈرموں کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ عمران کی نظریں ایک دیوار کے اس حصے پر جمی ہوئی تھیں

میں جس میں فرش کے ساتھ چار فٹ قطر کا گول سوراخ اس طرح کٹا ہوا تھا جیسے اسے کسی مشین کے ذریعے کاٹا گیا ہو۔ مخصوص پہیوں کے نشانات اس سوراخ کے ساتھ فرش پر نظر آرہے تھے اس سوراخ کے اندر ریت بھری ہوئی تھی۔ لیکن نشانات اندر جانے کے تھے اور واپسی کے نہ تھے۔

"یہاں سرنگ کاٹی گئی ہے ۔۔۔ لیکن ریت کی وجہ سے سرنگ دب گئی ہے" ۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے ہاں! ۔۔۔ مجھے یاد آیا ۔۔۔ ڈریگن نے بتایا تھا کہ اس نے سرنگ کھودنے کی انتہائی جدید مشین خریدی ہے ۔۔۔ مگر یہ تو کافی عرصہ پہلے کی بات ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے کہا۔

"آؤ ڈلیسی ۔۔۔ یہاں سے ریت نکالیں ۔۔۔ میرے خیال میں سرنگ کھودنے والا اندر ہی دب چکا ہے ۔۔۔ ورنہ وہ مشین یہاں موجود ہوتی یا واپس آتی ہوئی اپنے نشانات چھوڑ دیتی" ۔۔۔ عمران نے کہا اور تیزی سے اس ریت کی طرف بڑھ گیا۔ جو ڈھلانے میں جمع تھی۔ چونکہ وہاں کوئی ایسا سامان نہ تھا جس سے ریت نکالتے۔ اس لئے عمران نے ہاتھ استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ ڈلیسی بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ وہ ریت نکال نکال کر کمرے میں ڈالتے جا رہے تھے۔ لیکن چند لمحوں بعد ہی عمران نے ہاتھ روک دیئے۔

"فضول ہے ۔۔۔ اوپر تو ریت کا سمندر ہے ۔۔۔ جتنی ریت نکالتے ہیں اتنی اوپر سے اور آجاتی ہے" ۔۔۔ عمران نے پیچھے ہٹ کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ سب کچھ کیا کس نے ہے ۔۔۔ کیا باٹی نے ۔۔۔ یہ وہ نہیں ہو سکتا ۔۔۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں ۔۔۔ وہ اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا۔ وہ تو معمولی سا چور اچکا ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ باٹی نہیں ہے ۔۔۔ یہ یقیناً میرا ساتھی صفدر ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تاپتی سے باٹی کے روپ میں یہاں پہنچا ہو ۔۔۔ ڈلیسی! تم فوراً کچھ لوگ منگواؤ ۔۔۔ تاکہ ہم جلدی سے ریت نکال سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ صفدر ریت میں ابھی تک دبا ہوا ہو" ۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"ابھی لے آتا ہوں" ۔۔۔ ڈلیسی نے کہا اور تیزی سے واپس سرنگ کی طرف بھاگ پڑا۔

عمران ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔ اگر یہ واقعی صفدر تھا تو پھر صفدر نے یقیناً موت کو گلے لگا لیا تھا۔ نجانے وہ کتنی دیر سے ریت میں دبا ہوا تھا اور اگر وہ نکل بھی گیا تھا تو اب تک یقیناً طوفانی ہواؤں کی زد میں آ کر ہلاک ہو چکا تھا۔ ریت میں سرنگ کھودنا ہی حماقت کی انتہا تھی۔

پھر تقریباً دس بارہ منٹ بعد سرنگ میں سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور ڈلیسی تقریباً چھ افراد کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ان سب کے ہاتھوں میں بیلچے تھے۔ اور ساتھ ہی انہوں نے بڑے بڑے لوہے کے خالی باکس اٹھائے ہوئے تھے جو درمیان سے خالی تھے۔

پھر انہوں نے ریت نکال نکال کر وہ باکس اندر رکھنے شروع کر دیئے

طرح اوپر سے مزید ریت آنا بند ہو گئی تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد وہ ریت میں دبی ہوئی مشین نکال لینے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ واقعی سرنگ کھودنے والی جدید ترین مشین تھی۔ اس کے بعد بھی کافی آگے تک وہ سرنگ کھودتے رہے۔ لیکن انہیں کہیں کوئی آدمی یا اس کی لاش نہ مل سکی۔

"آدمی تو کوئی ملا نہیں" ۔۔۔ ڈلیسی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ باہر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ باہر نکل گیا ہے تو پھر تو اس کا بچ نکلنا ناممکن ہے۔ خوفناک طوفانی ہواؤں نے اس کے جسم کو ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا ہوگا" ۔ ڈلیسی نے کہا۔

عمران خاموش کھڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے ۔۔۔ سے نکلا تو جا سکتا ہے لیکن خوفناک طوفانی ہوائیں ان کا بھی خاتمہ کر دیتیں۔ اس لئے اس کا ذہن تیزی سے کوئی ایسی ترکیب سوچ رہا تھا جس سے وہ طوفانی ہواؤں سے بچ کر صحرا میں آگے بڑھ سکتا۔ لیکن اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی اس وقت بالکل فیل ہی ہو رہی تھی۔ کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ بالکل ساکت و جامد بت بنا ہوا کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے عمران! ۔۔۔ اب کیا کرنا ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے چند لمحے انتظار کرنے کے بعد کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا" ۔۔۔ عمران نے جھٹکا

لیتے ہوئے کہا اور پھر وہ سرنگ کی طرف چل پڑا۔

"تم جو مدد کہو — میں کرنے کے لئے تیار ہوں" — ڈلیسی نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے کہا۔

"مدد — ہاں مدد — لیکن تم کیا مدد کر سکتے ہو" — عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی بالکل خالی الذہن ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے اس سے بھی خوفناک اور خطرناک سچویشن میں اس کی یہ حالت کبھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن شاید یہ صفدر کی متوقع موت کا اثر تھا جس نے اس کا ذہن اور اعصاب منجمد سے کر دیئے تھے۔

"نہیں — اگر وہ صفدر ہے تو صفدر نہیں مر سکتا — وہ [illegible] پر قربان ہوا ہے — وہ شہید ہے اور شہید زندہ ہوتا ہے" — اچانک عمران نے ایک تیز جھرجھری لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر چھائی ہوئی برف کی تہہ جیسے یکلخت پگھل گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت چمک سی آگئی۔

"ڈلیسی! — کیا یہاں کوئی ایسی جیپ مل سکتی ہے جو ریت پر چل سکے" — عمران نے مڑ کر ڈلیسی سے پوچھا۔

"جیپ — ہاں بالکل مل سکتی ہے — بلکہ میرے پاس موجود ہے — یہاں اکثر علاقہ خاصا ریتلا ہے اس لئے میں نے وہ جیپ خریدی تھی — لیکن اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ اس جیپ کو صحرائے تاپیتی میں لے جاؤ گے — تو ایسا سوچنا ہی حماقت ہے" — ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں اسے سٹریم لائن بناؤں گا — اس پر ہوا کے دباؤ کا اثر نہ

ہو گا — تم اس کی فکر نہ کرو — آؤ جلدی" — عمران نے کہا اور پھر وہ چلتے ہوئے تھوڑی دیر بعد وہ واپس ڈریگن بار میں پہنچ گئے۔

"کیا یہاں پولیس آئے گی" — اچانک عمران نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"ایسی باتیں پولیس تک نہیں جا سکتیں عمران! — ڈریگن کا لڑکا دارالحکومت میں رہتا ہے جیکب اس کا نام ہے — میرا دوست اور کلاس فیلو ہے — وہ ڈریگن کے کاروبار میں دارالحکومت کا انچارج ہے — منشیات کا اصل دھندہ تو وہی کرتا ہے — ڈریگن کا تو صرف نام ہی استعمال ہوتا ہے — وہ اب یہاں آکر سب کچھ سنبھال لے گا — اسے فون کر دیا گیا ہے" — ڈلیسی نے بار سے باہر نکلتے ہوئے جواب دیا۔

ویسے بار روم کے ماحول کو دیکھتے ہوئے کوئی اندازہ ہی نہ کر سکتا تھا کہ یہاں اتنا کچھ ہو چکا ہے۔ سب کچھ نارمل انداز میں جاری تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈلیسی عمران کو واپس اپنی رہائش گاہ پر لے گیا اور وہاں اس نے وہ ریت میں چلنے والی مخصوص جیپ اسے دکھائی۔

"یہاں کوئی اچھی سی ورکشاپ ہے — اور آٹو سپیئر پارٹس کی کوئی دکان" — عمران نے جیپ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہے — میری ذاتی ہے" — ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو جیپ وہاں لے چلو — میں اسے فوراً سٹریم لائن بنانا چاہتا ہوں" — عمران نے کہا۔

"تو آؤ ـــــ وہاں کے لوگ خود ہی اسے لے آئیں گے" ـــــ ڈلیسی نے کہا اور پھر عمران اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر رہائش گاہ سے نکلا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک خاصی بڑی ورکشاپ میں پہنچ گئے۔ آٹو سپیئر پارٹس کی دکان ورکشاپ کے اندر ہی تھی۔

عمران اس دکان میں گھس گیا اور پھر اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس کا مطلوبہ سامان دکان میں موجود تھا۔

"تم ایسا کرو کہ ورکشاپ کے آدمیوں کی چھٹی کرا دو ـــــ ہمیں خفیہ طور پر کام کرنا ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"لیکن کام تو مستری ہی کریں گے ـــــ ہم کیسے کر سکتے ہیں" ـــــ ڈلیسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو ـــــ مجھ سے بڑا مستری کون ہو سکتا ہے۔ جلدی کرو۔ ہمارے پاس وقت بے حد کم ہے ـــــ البتہ وہ جیپ بھی منگوا لو" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا وہ اس وقت ورکشاپ کے دفتر میں تھا۔

ڈلیسی سر ہلاتا ہوا دفتر سے باہر نکل گیا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

"میں نے ورکشاپ کی چھٹی کرا دی ہے ـــــ جیپ ابھی تھوڑی دیر میں پہنچ جاتی ہے" ـــــ ڈلیسی نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ایک نوجوان دفتر میں داخل ہوا۔

"جیپ پہنچ گئی ہے سر" ـــــ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں ڈلیسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ اب تم لوگ جا سکتے ہو" ـــــ ڈلیسی نے سر ہلاتے

ہوئے کہا۔ اور نوجوان سلام کر کے باہر چلا گیا۔

"آؤ اب کام شروع کریں" ـــــ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے بعد وہ جیپ کو لے کر ورکشاپ کے مین حصے میں آیا۔ اس نے دکان سے اپنا مطلوبہ سامان لیا اور پھر مشین چلا کر اس نے سامان کو جیپ میں ویلڈنگ پلانٹ کی مدد سے نصب کرنا شروع کر دیا۔

ڈلیسی حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھ رہا تھا۔ عمران کے ہاتھ اس قدر تیزی اور مہارت سے چل رہے تھے جیسے اس نے ساری عمر ورکشاپ میں ہی کام کیا ہو۔

"کیا تم کسی آٹو ورکشاپ میں کام کرتے رہے ہو" ـــــ آخر جب ڈلیسی سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑا۔

"آکسفورڈ سے ڈی۔ ایس۔ سی کی ڈگری لینے کے بعد جب نوکری نہ ملی تو مجبوراً آٹو ورکشاپ میں کام کرنا شروع کر دیا ـــــ میں وہاں کا چھوٹا تھا ـــــ استاد کہتا ـــــ چھوٹے جاؤ چائے لے آؤ ـــــ رینچ اٹھا دو ـــــ پہیہ بدل دو ـــــ نٹ کس دو ـــــ نٹ کھول دو ـــــ وہ چھوٹا بے چارہ صبح سے شام تک یہی کام کرتا رہتا" ـــــ کام کے ساتھ ساتھ عمران کی زبان بھی چل پڑی اور ڈلیسی بری طرح ہنسنے لگا۔

"واہ ـــــ لطف آ گیا ـــــ آکسفورڈ کی ڈی۔ ایس۔ سی کی ڈگری اور ورکشاپ کا چھوٹا ـــــ یہی ہونا بھی چاہئے تھا" ـــــ ڈلیسی نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران بھی اس کی بات پر مسکرا دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد جب عمران نے کام بند کیا

تو جیپ کا پورا نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ وہ کسی حد تک بکتر بند گاڑی کے روپ میں ڈھل چکی تھی۔ لیکن وہ ہر طرف سے پھسلواں سی تھی۔ جیسے انڈا ہوتا ہے۔ صرف نیچے پہیے نظر آرہے تھے۔ چاروں طرف ڈبل سکرین لگا دی گئی تھی جن میں ریت صاف کرنے والے ڈبل آلات لگا دیئے گئے تھے۔

"اوہ! ——— یہ تو کوئی روبوٹ بن گیا ہے ——— لیکن وہ طوفانی ہوائیں تو اسے نہ چھوڑیں گی" ——— ڈلیسی نے کہا۔

"اب طوفانی ہوائیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ——— یہ مکمل طور پر سٹریم لائن ہو چکی ہے ——— یعنی جہاں بھی ہوا اس سے ٹکرائے گی۔ فوراً ہی بغیر دباؤ ڈالے پھسل کر گذر جائے گی ——— اب مسئلہ ہے اسے ڈریگن کے اس تہہ خانے تک پہنچانے کا" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ——— ورکشاپ کے ٹرک میں لاد کر اس جیپ کو ڈریگن بار کے عقبی حصّے میں لے جایا جا سکتا ہے ——— پھر وہاں عقبی کھلے راستے سے اسے سرنگ تک پہنچایا جا سکتا ہے" ——— ڈلیسی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— جلدی کرو ——— اب یہ کام تم نے کرنا ہے" ——— عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ڈلیسی تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف کھڑے ٹرک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بند باڈی کے اس ٹرک کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھر اندر سے لوہے کے بنے ہوتے دو بڑے سے تختے نیچے گرا دیئے۔ عمران اس دوران جیپ کے اندر پہنچ چکا تھا اور

پھر جیپ چلاتا ہوا وہ ٹرک کی طرف بڑھا۔

چند لمحوں بعد ہی طاقتور جیپ لوہے کے ان تختوں کی مدد سے ٹرک کے اندر پہنچ چکی تھی۔ عمران نے نیچے اتر کر تختوں کو کھینچ کر اندر ڈالا اور پھر نیچے اتر کر اس نے عقبی دروازہ بند کر دیا اور ٹرک کے سامنے والے حصّے کی طرف آگیا۔

"چلو پہلے اپنی کوٹھی چلو ——— وہاں سے میں نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لینا ہے" ——— عمران نے دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے ٹرک آگے بڑھا دیا۔ گیٹ کے باہر موجود دربان کو اس نے کچھ ہدایات دیں اور پھر ٹرک تیزی سے دوڑتا ہوا اس کی کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو ——— کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ" ——— جولیا نے حیران ہو کر پوچھا۔ وہ سب اب ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"صفدر صحرائے تاپتی میں داخل ہو گیا ہے ——— لیکن اس کی جان شدید خطرے میں ہے ——— میں نے راستہ تلاش کر لیا ہے۔ اب ہم نے اس کے پیچھے اندر داخل ہونا ہے ——— جلدی کرو میرے ساتھ آؤ" ——— عمران نے کہا اور تیزی سے واپس پلٹ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے سر ہلاتے ہوئے چل پڑے۔ صفدر کی جان کو خطرے والی بات سن کر ان سب کے چہروں پر گہری سنجیدگی آگئی تھی۔

"عقبی طرف سوار ہو جاؤ ——— جلدی کرو" ——— عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسی لمحے ڈلیسی بھی ایک کمرے سے نکل کر آگیا۔

"میری ڈریگن کے لڑکے جیکب سے بات ہو گئی ہے ——— وہ

ابھی ابھی پہنچا ہے ۔۔۔ وہ ہمارے ساتھ مکمل تعاون کے لئے ت
ہے" ۔۔۔ ڈلیسی نے قریب آتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے ۔۔۔ چلو" ۔۔۔ عمران نے ٹرک کی فرنٹ سیٹ
بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور ڈلیسی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں ب
ٹرک تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی سے نکلا اور ڈریگن بار کی طرف بڑ
چلا گیا۔
ڈریگن بار کی عقبی طرف ڈلیسی نے ٹرک روکا تو عقبی دروازہ
اور ایک نوجوان باہر آگیا۔
"یہ جیکب ہے ۔۔۔ میں نے اسے نہیں بتایا کہ تمہارے سا
نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے ۔۔۔ ورنہ ظاہر ہے یہ تعاو
کرتا" ۔۔۔ ڈلیسی نے اترنے سے پہلے ساتھ بیٹھے ہوئے عمر
سے مخاطب ہو کر کہا۔
"واہ! ۔۔۔ میرے روم میٹ ہونے کا تمہیں اتنا فائدہ تو ہو
کچھ عقل تمہیں بھی آگئی" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا او
دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے جیکب سے مصافحہ کیا۔
"مجھے آپ کے والد کی وفات کا بڑا دکھ ہے ۔۔۔ کاش! ۔۔۔
ساتھی میرے ہاتھ آجاتا تو میں اسے بالکل ہی نہ چھوڑتا" ۔۔۔ عمر
نے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا۔
"آپ فکر نہ کریں ۔۔۔ میں اسے پاتال میں سے بھی کھینچ لاؤں گ
جیکب نے کہا۔
"عقبی دروازہ پورا کھول دیں تاکہ ہماری سٹریم لائن گاڑی اندر جا سک

عمران نے کہا اور تیزی سے عقبی طرف کو چل پڑا۔ اس کے ساتھی ٹرک
سے نیچے اتر کر سامنے کے رخ آچکے تھے۔ اور ڈلیسی نے ان کا تعارف
بھی بس عمران کے ساتھیوں کی حیثیت سے کرایا تھا۔ عمران کا نام اس
نے لارنس بتایا تھا۔
عمران ٹرک پر چڑھا۔ اس نے تختے نیچے اتارے اور چند لمحوں بعد
اس کی روبوٹ نما گاڑی نیچے اتر آئی۔
"یہ کیا چیز ہے" ۔۔۔ جیکب نے انتہائی حیرت بھرے انداز
میں اس جیپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"یہ طلسمی گاڑی ہے" ۔۔۔ عمران نے باہر نکلتے ہوئے مسکرا کر
کہا اور جیکب حیرت بھرے انداز میں اسے دیکھتا رہا۔
"آؤ سب لوگ گاڑی میں سوار ہو جائیں ۔۔۔ اس میں کافی گنجائش
ہے ۔۔۔ اور ہاں ڈلیسی! ۔۔۔ وہ ریت ہٹانے والے بیلچے تو اندر
ہی ہوں گے" ۔۔۔ عمران نے اس عجیب و غریب گاڑی کے عقبی
طرف سے اس طرح ڈھکن اٹھاتے ہوئے کہا جیسے کسی ڈربے کا
دروازہ کھول رہا ہو۔
"ہاں! ۔۔۔ وہیں ہیں" ۔۔۔ ڈلیسی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور
پھر وہ جیکب سمیت سب اس گاڑی میں سوار ہو گئے۔ عمران نے باہر
سے ڈھکن بند کیا اور اسے لاک کر کے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا اس
طرف صرف ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلتا تھا۔ باقی ساری گاڑی ہر
طرف سے بند تھی۔
"یہ اندر سے تو ریت پر چلنے والی جیپ ہے" ۔۔۔ جیکب نے

حیران ہو کر کہا۔
گاڑی خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی عقبی دروازے میں داخل
ہو کر عقبی راستے سے گذرتی ہوئی اس کاٹھ کباڑ والے سٹور میں داخل ہو گئی
اور چند لمحوں بعد وہ وہاں سے گذرتی ہوئی اس چوڑی سرنگ میں داخل
ہو گئی جس کے اختتام پر منشیات کا سٹور تھا۔
سٹور میں پہنچ کر عمران نے گاڑی روکی اور پھر نیچے اتر آیا اس نے
پیچھے کا ڈھکن ہٹا کر ان سب کو باہر آنے کے لئے کہا۔
"مسٹر جیک! ——— آپ کے تعاون کا بے حد شکریہ! ———
ڈلیسی! ——— اب ہمیں اجازت دو ——— زندگی رہی تو پھر ملیں گے"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ارے نہیں! ——— میں تمہارے ساتھ جاؤں گا" ——— ڈلیسی نے
بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔
"ارے نہیں ڈلیسی ڈیئر! ——— تمہارا اتنا تعاون ہی کافی ہے۔ آگے
تو بس موت ہی موت ہے" ——— عمران نے کہا۔ لیکن ڈلیسی نے
اصرار کرنا شروع کر دیا۔ مگر عمران نے جب اسے سمجھایا کہ زیادہ آدمی
کے مشن کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں تو بالآخر ڈلیسی وہیں رہ جانے
پر رضامند ہو گیا۔
عمران نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ وہ کس طرح ریت باہر نکا
گے اور ساتھ ساتھ جیپ کو بھی دھکیلیں گے تو سوائے جولیا کے سب
نے بیلچے سنبھال لئے۔
عمران نے جولیا کو جیپ کے اندر بٹھایا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ

پر بیٹھ کر اس نے جیپ کو اس دھانے کی طرف بڑھا دیا۔ ریت پر چلنے
والی جیپ میں ایک طاقتور ہائیڈرالک سسٹم لازمی موجود ہوتا ہے
تاکہ اگر کہیں جیپ نرم ریت میں پھنس جائے تو اس سسٹم کے تحت
جیپ کو اوپر اٹھایا جا سکے۔ اور اس سسٹم کے مدد سے ہی عمران نے
اس سرنگ سے اوپر صحرا میں داخل ہونے کا پروگرام بنایا تھا۔
بیلچوں کی مدد سے ریت ہٹتے ہی عمران نے جیپ کو نہ صرف
تیزی سے آگے دھکیلنا شروع کر دیا۔ بلکہ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد
اس نے ہائیڈرالک سسٹم کو مکمل ٹاپ پر لگا دیا اور جیپ کا سامنے
کا حصہ تیزی سے اوپر کو اٹھنے لگا۔
عمران کے سمجھانے کی وجہ سے اس کے باقی ساتھی اب پچھلے ڈھکن
سے جیپ کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اور ڈھکن کو اندر سے لاک کر دیا
گیا تھا۔ طاقتور انجن پوری قوت سے غرا رہا تھا اور جیپ آہستہ آہستہ
اوپر کو اٹھتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف ریت
ہی ریت تھی۔ کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔
انجن پر دباؤ برابر بڑھتا جا رہا تھا اور عمران ہونٹ بھینچے یہی سوچ
رہا تھا کہ کہیں انجن پوری قوت لگانے کے بعد فیل نہ ہو جائے۔ لیکن
پھر یک ایک زوردار جھٹکے سے جیپ کا اوپر والا حصہ یکلخت اوپر کو
اٹھ گیا اور اس کے ساتھ ہی انجن پر پڑنے والا بے پناہ دباؤ ختم ہو گیا۔
عمران نے جلدی سے ہائیڈرالک سسٹم زیرو کر دیا۔ اور جیپ سیدھی
ہو کر آگے دوڑنے لگی۔ لیکن وہ سیدھی آگے بڑھنے کی بجائے بار بار
ادھر ادھر تیزی سے گھوم جاتی اور عمران کو مسلسل پاور سٹیرنگ سے کشتی

کرنی پڑ رہی تھی۔ خوفناک شور جیپ کے اندر بھی سنائی دے رہا تھا۔
عمران نے یکلخت بٹن دبا کر شیشے صاف کرنے والا سسٹم آن
کر دیا۔ اور اب انہیں ہلکا ہلکا نظر آنے لگا۔ لیکن ہر طرف اس قدر ریت
اُڑتی پھر رہی تھی کہ جیسے وہ ریت کے سمندر میں تیر رہے ہوں۔
جیپ ڈولتی۔ لرزتی اور کبھی کبھی گھوم کر سیدھی ہوتی ہوئی آگے
بڑھتی جا رہی تھی۔ عمران نے چونکہ صفدر کے اس عمارت سے حاصل کردہ
نقشے کا مطالعہ کیا ہوا تھا اس لئے اس نے اس اڈے سے آن ہوسٹنگ
سنٹر کی سمت اور فاصلے کا اندازہ لگا لیا تھا۔ وہ اسی سنٹر کی طرف جانے
کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن خوفناک طوفانی ہوائیں اس کے تصور سے
بھی زیادہ طاقتور ثابت ہو رہی تھیں۔ اس لئے چند لمحوں بعد ہی اسے
احساس ہو گیا کہ وہ اندازہ کھو بیٹھا ہے۔ اور اب جیپ ریت پر پاگلوں
کے سے انداز میں ادھر ادھر دوڑتی پھر رہی تھیں جیسے اس کی کوئی
منزل ہی نہ ہو۔

"اس قدر خوفناک اور طوفانی ہوائیں تو شاید دنیا میں اور کہیں نہیں
چلتیں" ——— جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"یہ مصنوعی ہیں ——— اسے ایک حفاظتی اقدام سمجھ لو" ——— عمران
نے جواب دیا۔

"اب ہم نے جانا کہاں ہے" ——— ؟ جولیا نے پوچھا۔

"ابھی جیپ کے اندر آکسیجن موجود ہے ——— تھوڑی دیر بعد
یہ ختم ہو جائے گی ——— کیونکہ باہر ریت کی زیادتی کی وجہ سے آکسیجن
کا تناسب خاصا کم ہے ——— اس لئے جب تک آکسیجن ملتی ہے

ہ طوفانی ہواؤں میں ڈوبتے رہیں گے اور پھر" ——— عمران
ے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"وہ صفدر کیا اس ہوا میں داخل ہوا ہے" ——— کیپٹن شکیل نے
انک پوچھا۔

"ہاں! ——— وہ احمق بغیر کسی حفاظتی انتظام کے اندر داخل ہو گیا ہے"
مران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے جواب دیا۔

اور ان سب کے چہرے بری طرح لٹک گئے۔ اب اتنے احمق
وہ نہ تھے کہ اس قدر خوفناک اور طوفانی ہواؤں میں داخل ہونے
لے انسان کے انجام کو نہ سمجھ سکیں۔

"صفدر ہم سب میں زیادہ ذہین تھا ——— مجھے لگتا ہے کہ تم نے
ن بوجھ کر اسے یہاں داخل کرا کر مروا دیا ہے ——— یہ سب تمہارا
صور ہے ——— تم نے سوچا ہوگا کہ کہیں وہ تم سے آگے نہ نکل جائے"
لخت جولیا نے پھٹ پڑنے والے لہجے میں کہا اور عمران حیران ہو
ر جولیا کو دیکھنے لگا۔

"مجھے کیا ضرورت تھی صفدر کو مروانے کی" ——— عمران نے
ٹ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔ اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"مس جولیا! ——— عمران نے ہزاروں بار صفدر کی جان اپنی جان
طرے میں ڈال کر بچائی ہے ——— اس لئے آپ کا اس طرح
سوچنا غلط ہے" ——— کیپٹن شکیل نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تو پھر ——— تو پھر" ——— جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے
ہا اور پھر اس نے اپنے ہاتھ چہرے پر رکھ لئے۔ اور عمران سمجھ گیا

کر شدید ذہنی دباؤ اور صفدر کے انجام کا سوچ کر جولیا کی یہ حالت ہوئی تھی۔

"وہ زندہ ہوگا ـــــ تم فکر نہ کرو ـــــ وہ سپر ایجنٹ ہے کوئی عام آدمی نہیں ہے" ـــــ عمران نے مسکرا کر کہا وہ اس ماحول کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

"بکواس مت کرو ـــــ مت نام لو اس کا ـــــ سب تمہارا قصور ہے میں کہہ رہی ہوں" ـــــ جولیا اس طرح چیخی جیسے اس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہو۔

اسی لمحے اچانک جیپ کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اور وہ سب جھٹکا کھا کر تیزی سے آگے کی طرف جھکے اور دوسرے لمحے یہ دیکھ کر ان سب کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹ گئیں کہ جیپ انتہائی تیزی سے جھک کر ریت کے اندر اس طرح دھنسی جا رہی تھی جیسے دلدل میں کوئی چیز دھنس جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جیپ کا انجن بھی خود بخود بند ہو گیا۔

"اوہ! ـــــ یہ یقیناً ریت کی دلدل ہے" ـــــ عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

جیپ کا انجن خود بخود بند ہونے کا مطلب تھا کہ وہ اب باہر نہیں نکل سکتی تھی اور باہر خوفناک اور طوفانی ہواؤں کی وجہ سے وہ نکل نہ سکتے تھے۔

"باہر چلو ـــــ اس طرح ریت میں دفن ہو کر مرنے سے بہتر ہے کہ ہواؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے مر جائیں" ـــــ عمران یکلخت اچھل کر پچھلے حصے کی طرف بڑھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ عمران ڈھکن کھولتا۔ جیپ ریت میں مکمل طور

پر دفن ہو چکی تھی۔ اور اب عقبی ڈھکن کھلنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ اس پر بھی ٹنوں کے حساب سے ریت آ گئی تھی۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا" ـــــ عمران نے ڈھیلا ہو کر ایک سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور خوفناک موت نے ان کی آنکھوں کو دھندلا کر رکھ دیا۔ یقینی اور خوفناک موت۔

جیپ مسلسل نیچے ہی نیچے دھنستی جا رہی تھی۔ اور اب نجانے اس پر کس قدر ریت آ چکی تھی۔ اس کا وہ اندازہ ہی نہ لگا سکتے تھے۔ ریت میں زندہ دفن ہو کر مرنے کا تو شائد انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ لیکن اب ان کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا اور وہ بے بس تھے۔

"سر! — وہ آدمی زندہ ہے" — اچانک کمرے میں د...
ہونے والے ایک لمبے تڑنگے نوجوان نے کہا۔
"کیا مطلب! — زندہ ہے — وہ کیسے — اس ...
طوفانی ہواؤں میں پھنس کر وہ زندہ کیسے رہ سکتا ہے" — ...
میں بیٹھے ہوئے کرنل ٹاڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"ہمیں خود اس کی موت کا یقین تھا کرنل! — لیکن وہ حیرت ...
طور پر زندہ ہے — مگر اس کی حالت انتہائی خطرناک ہے ...
ڈاکٹر اسے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں" — نوجوان نے ...
ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
"ہاں! — اسے زندہ رہنا چاہیئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ درحقیقت
وہ ہے کون — اور کس طرح اس صحرا میں داخل ہوا ہے" — ...
ٹاڈ نے کہا۔

"اسی بات پر تو ہم سب حیران ہیں — یہاں سے پورے صحرا
کی چیکنگ ہوتی ہے — صحرا کی بیرونی مشینیں بھی مسلسل صحیح کام
کر رہی ہیں اور ایک چڑیا بھی ان مشینوں کی زد میں آئے بغیر اندر داخل
نہیں ہو سکتی — لیکن یہ آدمی نہ صرف اندر داخل ہو گیا بلکہ مشینوں
نے اسے چیک بھی نہیں کیا — میں نے بھی ڈاکٹروں کو اسی لئے
اس کی جان بچانے کا حکم دیا ہے تاکہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ آخر وہ اندر
داخل کیسے ہوا" — نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ اس سنٹر
کا انچارج ڈاکٹر سمتھ تھا اور اس وقت وہ اپنے مخصوص دفتر میں تھا
جہاں ہر طرف دیواروں پر بڑی بڑی سکرینیں لگی ہوئی تھیں اور ہر سکرین
پر صحرا کے مختلف حصوں کا منظر نظر آ رہا تھا۔ لیکن ساری سکرینوں پر منظر
یکساں تھے۔ ریت اڑاتی ہوئی طوفانی ہوائیں اور بس۔ پہلے پہل تو کرنل
ٹاڈ بھی دلچسپی سے ان سکرینوں کو دیکھتا رہا۔ لیکن پھر جلد ہی بور ہو گیا۔
"لیبارٹری کا انچارج کون ہے ڈاکٹر سمتھ" — کرنل ٹاڈ نے پوچھا۔
"لیبارٹری کے انچارج بوڑھے ڈاکٹر ناٹسی ہیں — ویسے وہاں
زیادہ تر آٹومیٹک مشینیں ہیں — صرف چند افراد کام کرتے ہیں —
ان کی رہائش بھی وہیں لیبارٹری کے اندر ہی ہے — چونکہ یہ سب
ایسے سائنسدان ہیں جو نہ صرف کنوارے ہیں بلکہ پیچھے بھی ان کا کوئی
نہیں ہے — اس لئے وہ لیبارٹری سے باہر شاذ و نادر ہی جاتے
ہیں — وہاں حکومت نے انہیں اس طرح کی سہولتیں مہیا کر رکھی
ہیں کہ جیسے وہ لیبارٹری کی بجائے کسی جنت میں ہوں" — ڈاکٹر
سمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا لیبارٹری کے اندر عورتیں بھی ہیں" ——— ؟ کرنل ٹاڈ نے چونک کر پوچھا۔

"ظاہر ہے جناب! ——— حوروں کے بغیر جنت کا کیا لطف ——— حکومت نے وہاں چھ انتہائی خوبصورت، پُرشباب اور نوجوان عورتیں بھجوائی ہوئی ہیں جو ان سائنسدانوں کی رہائش گاہ تک ہی محدود رہتی ہیں مین لیبارٹری تک وہ نہیں جا سکتیں ——— اور ان کا کام ان سائنسدانوں کی خدمت کرنا ہے ——— ہر قسم کی خدمت" ——— ڈاکٹر سمتھ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! ——— پھر تو یہ سائنسدان واقعی مزے کر رہے ہوں گے" ——— کرنل ٹاڈ نے اپنی عیاشانہ فطرت سے مجبور ہو کر کہا۔

"ارے جناب کیسے مزے ——— یہ سب نجانے کس قدر کھٹور ہیں بس ہر وقت لیبارٹری میں گھسے رہتے ہیں ——— خاص طور پر ڈاکٹر [illegible] وہ تو جیسے انسان ہی نہیں ہے ——— بس وہیں لیبارٹری میں [illegible] گھنٹے سو لیتا ہے اس کے لئے مخصوص لڑکی کا نام سویٹی ہے۔ انتہائی خوبصورت اور شاندار لڑکی ہے جناب! ——— لیکن سخت بور [illegible] کبھی کبھی بور ہو کر یہاں آ جاتی ہے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اوہ اچھا! ——— کیا اس سے میری ملاقات ہو سکتی ہے" ——— [illegible] ٹاڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتی ——— ساری لڑکیوں سے ہو سکتی ہے۔ حکومت کی طرف سے اب سنٹر اور لیبارٹری کے معاملات میں حرف [illegible]

کا درجہ رکھتے ہیں ——— آپ کے حکم کی تعمیل سب پر فرض ہے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ڈاکٹر اسمتھ! ——— میں نے تو بس یہاں کچھ دن رہنا ہے تاکہ کسی متوقع حملے سے لیبارٹری کو بچایا جا سکے ——— لیکن یہاں آکر میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں میرا رہنا فضول ہے۔ یہاں کون داخل ہو سکتا ہے" ——— کرنل ٹاڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— یہ بات تو ہے ——— بہرحال آپ جب بھی حکم کریں گے سویٹی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گی ——— وہ بیچاری تو ایسے مواقع ڈھونڈتی ہے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور کرنل ٹاڈ کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی۔

"ویری گڈ! ——— تب تو اس خشک جگہ پر کچھ روز رہا جا سکتا ہے۔ ویسے آپ پتہ کرائیں کہ اس آدمی کی کیا پوزیشن ہے تاکہ میں اس سے ضروری بات چیت کر سکوں" ——— کرنل ٹاڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلایا اور پھر میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا دیا۔

"یس سر ——— ڈاکٹر ٹموتھی سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر ٹموتھی! ——— آپ کے مریض کی اب کیا پوزیشن ہے" ———؟ ڈاکٹر اسمتھ نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ! ——— اس کی مکمل ڈریسنگ کر دی گئی ہے جناب! ——— اس کی حالت ویسے تو خطرے سے باہر ہے کیونکہ اسے نہ تو اندرونی چوٹیں

آئی ہیں اور نہ ہی اس کو کوئی فریکچر آیا ہے ——— البتہ اس کے جسم کی
کھال ریت کے ذرات کی رگڑ سے پھٹ گئی تھی جس کی ڈریسنگ ہو گئی
ہے ——— لیکن ہوا کے خوفناک دباؤ کی وجہ سے اس کا ذہن متاثر
ہوا ہے اس لئے ابھی اُسے ہوش نہیں آیا" ——— ڈاکٹر موتھی
نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے۔

"کتنا وقت لگے گا اُسے ہوش میں آنے تک" ——— ؟ ڈاکٹر اسمتھ
نے پوچھا۔

"حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا سکتا ——— اندازہ ہے کہ آٹھ گھنٹوں کے
اندر اندر ہوش میں آجائے گا" ——— ڈاکٹر موتھی نے جواب دیا۔

"او۔کے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ڈاکٹر آٹھ گھنٹے کہہ رہا ہے ——— ہو سکتا ہے زیادہ وقت بھی لگ
جائے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے رسیور رکھ کر کرنل ٹاڈ سے مخاطب
ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— اس کا مطلب ہے کہ فی الحال میں آٹھ گھنٹوں کے لئے
فارغ ہوں ——— کیا وہ سویٹی دن کے وقت ادھر نہیں آسکتی" ———
کرنل ٹاڈ نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں آسکتی ——— لیکن اس کے لئے لیبارٹری اور سنٹر کا مین
گیٹ کھلوانا پڑے گا" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"کیا اس کے کھلوانے میں کوئی رکاوٹ ہے" ——— کرنل ٹاڈ نے
حیران ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں! ——— اصول کے مطابق ہفتے میں صرف ایک روز سپلائی

کے لئے گیٹ کھلتا ہے ——— اس کے علاوہ اگر کھلوانا ہو تو ڈاکٹر ناٹشی
سے نہ صرف باقاعدہ اجازت لینی پڑتی ہے ——— بلکہ اُسے وجہ بھی
بتانی پڑتی ہے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— تو سپلائی کے لئے کونسا دن مقرر ہے" ——— ؟
کرنل ٹاڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"منگل کا دن ——— اسی روز باہر سے سپلائی آتی ہے ——— آپ
کو تو سپیشل انتظامات کے تحت لایا گیا ہے ——— ورنہ ہیلی کاپٹر صرف
منگل کے روز صبح کو یہاں سپلائی لے کر آتے ہیں اور اسی روز صبح کو
گیٹ کھلتا ہے اور پھر شام کو دوبارہ بند ہو جاتا ہے ——— لڑکیاں منگل کے
روز صبح ہی یہاں آجاتی ہیں اور شام کو واپس چلی جاتی ہیں ——— لیکن
اگر آپ کہیں تو گیٹ کو خصوصی طور پر کھلوالیا جائے ——— اس کے لئے
آپ کو خود ڈاکٹر ناٹشی سے بات کرنا ہو گی اور اُسے مطمئن کرنا ہو گا ——— وہ
بے حد سنکی اور جھکی آدمی ہے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بات کراؤ ——— میں بات کرتا ہوں ——— ایسے سنکی
اور جھکی آدمیوں کو میں ڈیل کرنا جانتا ہوں" ——— کرنل ٹاڈ نے کہا اور
ڈاکٹر اسمتھ سر ہلاتا ہوا اُٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے
الماری کے ایک خانے سے ایک وائرلیس ٹیلیفون باہر نکالا اور اسے
لا کر میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے مختلف بٹن دبائے تو
فون کے نچلے حصے میں ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔

"یہ رسیور لیجئے ——— ابھی ڈاکٹر ناٹشی کی شکل سکرین پر نظر آئے گی تو
رابطہ قائم ہو جائے گا" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے رسیور کرنل ٹاڈ کی طرف

بڑھاتے ہوئے کہا۔
"اسے میرے متعلق پہلے سے اطلاع مل چکی ہے کہ نہیں"—— کر
ٹاڈ نے رسیور ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔
"بالکل جناب!—— ان کی اجازت کے بغیر تو آپ سنٹر میں بھی د
نہ ہو سکتے تھے"—— ڈاکٹر اسمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل
نے سر ہلا دیا۔
ڈاکٹر اسمتھ نے فون پر لگے ہوئے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے
پھر آخری نمبر ڈائل کر کے اس نے جیسے ہی انگلی ہٹائی یکلخت سکرین
ایک سفید داڑھی والے بوڑھے آدمی کی تصویر نظر آنے لگی۔ اس کے چ
پر عینک تھی اور سفید بال بُری طرح بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اتنا بو
کہ اس کی بھنویں تک سفید تھیں۔ چہرہ اس قدر سوکھا ہوا تھا۔ ج
سوکھی کھجور ہوتی ہے۔
"کیا بات ہے"—— یکلخت ایک چیختی ہوئی ناخوشگوار آ
رسیور میں سے نکلی۔
"میں کرنل ٹاڈ ہوں بلیک ایجنٹ"—— کرنل ٹاڈ نے سرد لہجے
"مجھے معلوم ہے—— میں تمہارا فوٹو دیکھ چکا ہوں"——
نے اسی طرح چیختی ہوئی آواز میں جواب دیا۔
"میں ڈاکٹر اسمتھ کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ لیبارٹری اور سنٹر کا
کھول دے—— کیونکہ میں اپنے طور پر اس سارے سسٹم کو چیک
چاہتا ہوں"—— کرنل ٹاڈ نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا۔
"کوئی ضرورت نہیں چیک کرنے کی"—— ڈاکٹر نالٹی نے

لہجے میں کہا۔
"ضروری اور غیر ضروری میں بہتر سمجھتا ہوں ڈاکٹر نالٹی!—— اور یہ
سن لیں کہ مجھے ایسے اختیارات بھی سرکاری طور پر حاصل ہیں کہ میں آپ
کو بھی چیک کر سکتا ہوں"—— کرنل ٹاڈ کا لہجہ یکلخت بے حد کرخت
ہو گیا تھا۔
"اچھا!—— بہت خوب!—— اب ڈاکٹر نالٹی بھی چیک ہو گا——
ٹھیک ہے۔ میں صدر مملکت سے بات کرتا ہوں—— نجانے حکومت
نے کیسے احمق آدمی اس محکمے میں بھرتی کر رکھے ہیں"—— ڈاکٹر نالٹی
نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔
"ڈاکٹر نالٹی!—— پلیز—— میں ڈاکٹر اسمتھ بول رہا ہوں سر—— کرنل ٹاڈ
ہماری لائن کے آدمی نہیں ہیں—— وہ آپ کے مقام کو نہیں جانتے۔
اس لیئے انہیں معاف کر دیں سر—— اور یہ چیکنگ حفاظتی نقطہ نظر
سے بے حد ضروری ہے—— اور پھر میں کرنل ٹاڈ کے ساتھ رہوں گا"۔
ڈاکٹر اسمتھ نے جلدی سے کرنل ٹاڈ کے ہاتھوں سے رسیور لیتے ہوئے
بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔
"تو اسے کہہ دو کہ آئندہ مجھ پر رعب جھاڑنے کی کوشش نہ کرے۔
ڈاکٹر نالٹی ہوں—— میرے حکم پر تو ایکریمیا کے صدر بھی گھنٹوں کان
پکڑے رہ سکتے ہیں"—— ڈاکٹر نالٹی نے اسی طرح ناخوشگوار لہجے
جواب دیتے ہوئے کہا۔
"میں جانتا ہوں سر!—— پھر رابطہ گیٹ کھلوانے کے بارے میں
ہے سر"—— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں کھول دیتا ہوں ۔۔۔ لیکن احتیاط کرنا ۔۔۔"
ڈاکٹر نالٹی نے کہا۔
"تھینک یو ڈاکٹر! ۔۔۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں ۔۔۔ کرنل ٹاڈ ذ
ذمہ دار آدمی ہیں" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور
کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ شاید ڈاکٹر نالٹی نے ادھر سے رسیور رکھ
تھا۔ سکرین صاف ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر اسمتھ نے جلدی سے رسیور رکھ د
"یہ تو ضرورت سے زیادہ ہی جھکی ہے" ۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے
ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
"اکیلا رہ کر اور مشینوں اور سائنسی فارمولوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر
کو ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔۔۔ اب بھلا آپ خود سوچیں کر سوپٹی جیسی
اور پُر شباب لڑکی کا گذارہ اس جھکی سے ہو سکتا ہے" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ
نے وائرلیس فون کے بٹن آف کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں واقعی ۔۔۔ اچھا اب دروازہ کیسے کھلے گا" ۔۔۔ کرنل
نے کہا۔
"اس کے کھلنے کی اطلاع ابھی مل جائے گی ۔۔۔ ویسے آپ
آپ کو آپ کے بیڈ روم تک چھوڑ آؤں ۔۔۔ سوپٹی وہیں پہنچ جا
گی" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے فون اٹھا کر الماری کی طرف بڑھتے ہو
"نہیں! ۔۔۔ اسے یہیں بلوالو ۔۔۔ ویسے یہ دروازہ کتنی
کھلا رہ سکتا ہے" ۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے کہا۔
"بند ہونے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ۔۔۔ کھلنے کا مسئلہ ت
حل ہو گیا ۔۔۔ آپ جب تک چاہیں گے سوپٹی آپ کے پاس

ل ۔۔۔ جب اسے بھیجنا چاہیں بھیج دیجئے گا ۔۔۔ اس کے بعد گیٹ
بند کر دیا جائے گا" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔
"اس کا مطلب ہے کہ کل پھر اس جھکی بوڑھے سے بات کرنا ہو گی۔
نہیں ۔۔۔ اب یہ دروازہ میرے حکم کے بغیر نہیں بند ہو سکتا ۔۔۔ تم
سے کھلا رہنے دو ۔۔۔ آخر کیا حرج ہے ۔۔۔ یہاں کون ہے جو
ر جا سکتا ہے" ۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے کہا۔
"کس نے جانا ہے ادھر ۔۔۔ اور ویسے بھی وہاں جا کر کسی نے کیا
لینا ہے ۔۔۔ لیکن مستقل طور پر دروازہ بھی کھلا نہیں رہ سکتا۔ البتہ
ا ہو سکتا ہے کہ آپ سوپٹی کو جب واپس بھجوائیں گے تو میں باقی
وں کو اکٹھا ہی بلوا لوں گا ۔۔۔ اس کے بعد دروازہ بند کر دیں گے
ون منگل ہے ۔۔۔ پھر پرسوں شام تک وہ لڑکیاں یہیں رہ جائیں
۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔
"نہیں تم ان سب کو سوپٹی سمیت ہی بلوالو ۔۔۔ اور دروازہ بند کر دو۔
بھی اکٹھی ہی منگل شام کو واپس چلی جائے گی" ۔۔۔ کرنل ٹاڈ
کہا۔
"اوہ نہیں! ۔۔۔ اس بوڑھے سنکی کا کوئی پتہ نہیں کہ وہ کس وقت
ہائش گاہ میں آ جائے ۔۔۔ اور اگر سوپٹی غائب ہوئی تو اس
مان سر پر اٹھا لینا ہے ۔۔۔ باقی سائنسدانوں کی تو خیر کوئی بات
۔۔۔ وہ سب میرے دوست ہیں اور اکثر یہاں آتے رہتے
البتہ اس بوڑھے سے ڈر لگتا ہے ۔۔۔ اور واقعی [illegible]
سے ڈرتے ہیں" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے ـــــ تم سوینٹی کو بلوا لو ـــــ آٹھ گھنٹوں بعد میں نے اس آنے والے آدمی سے بھی بات کرنی ہے اس وقت سوینٹی کو واپس بھجوا دو نا" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کہا اور ڈاکٹر اسمتھ سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل ٹاڈ کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی تھی۔ وہ انتہائی عیاشانہ طبیعت کا مالک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جب سے یہاں آیا تھا اُسے یہی سوچ کر سخت بوریت ہو رہی تھی کہ وہ یہاں خشک اور بور جگہ پر کیسے وقت کاٹے گا۔ لیکن اب جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ اس کی عیاشی کا سامان ہے تو اس کا دل مسرت سے کھل اُٹھا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر اسمتھ واپس دفتر میں آیا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"دروازہ کھل گیا ہے کرنل ـــــ اور سوینٹی کو میں نے آپ کے متعلق بتا دیا ہے ـــــ وہ تیار ہو کر آ رہی ہے زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں پہنچ جائے گی" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"گڈ" ـــــ کرنل ٹاڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی تھی۔

"میں نے آپ کا بیڈ روم کھلوا دیا ہے ـــــ اور پرانی شراب چار بوتلیں بھی وہاں پہنچا دی ہیں" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"واہ ـــــ تم تو واقعی بہت اچھے میزبان ثابت ہو رہے ہو ڈاکٹر اسمتھ" ـــــ کرنل ٹاڈ نے اور زیادہ خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"شکریہ" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر چند لمحے

...بیٹھنے کے بعد وہ دوبارہ بول پڑا۔

"آپ یہاں سے تو بہرحال چلے جائیں گے ـــــ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کسی طرح مجھے یہاں سے ٹرانسفر کرا دیں" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"اوہ اچھا ـــــ کیوں ـ آپ یہاں خوش نہیں ہیں" ـــــ کرنل ٹاڈ نے چونکتے ہوئے کہا اور اب وہ ساری بات سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر اسمتھ کیوں اس کے لئے اتنا کچھ کر رہا ہے۔

"مجھے یہاں دو سال ہو گئے ہیں ـــــ اور اس دوران میں واپس گھر نہیں جا سکا ـــــ اب واقعی میں یہاں تنگ آ گیا ہوں ـــــ اگر آپ چاہیں تو میرا ٹرانسفر ہو سکتا ہے" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"کون کرتا ہے آپ کا ٹرانسفر" ـــــ کرنل ٹاڈ نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"ڈائریکٹر جنرل موسمیات میتھو" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"آپ یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہیں" ـــــ کرنل ٹاڈ نے پوچھا۔

"واپس دارالحکومت ـــــ میرا گھر وہیں ہے" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"تو یوں سمجھ لیں کہ آپ کا ٹرانسفر ہو گیا ـــــ ڈائریکٹر جنرل میتھو میرا دوست ہے ـــــ آپ قطعاً بے فکر رہیں" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کہا اور ڈاکٹر اسمتھ مسرت سے اچھل پڑا۔

"اوہ ـــــ بہت بہت مہربانی ـــــ یہ آپ کا مجھ پر ذاتی احسان ہے" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا اور کرنل نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔ البتہ وہ دل ہی دل میں ڈاکٹر اسمتھ کی سادہ لوحی

پر ہنس رہا تھا۔ بھلا کرنل ٹاڈ کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس ڈاکٹر کے ٹرانسفر کے چکر میں پڑے ـــ لیکن کرنل ٹاڈ نے جان بوجھ کر اس سے وعدہ کر لیا تھا تاکہ ڈاکٹر اسمتھ اور زیادہ دل و جان سے اس کی خدمت مدارت کرتا رہے۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد کس کے پاس فرصت ہو گی کہ وہ اس جیسے ڈاکٹر کا کام کرتا پھرے۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"باس ـــ لیبارٹری سے مس سویٹی تشریف لائی ہیں" ـــ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ یس ـــ اُسے یہاں بھجوا دو ـــ اور سنو ـــ راکی سے کہنا کہ وہ کھُلے دروازے پر ہی پہرہ دیتا رہے۔ اس جگہ کو اکیلا نہیں رہنا چاہیئے" ـــ ڈاکٹر اسمتھ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر باہر نکل گیا۔

کرنل ٹاڈ کی نظریں البتہ دروازے کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں جہاں سے اس لڑکی سویٹی نے آنا تھا جس کی تعریفیں وہ ڈاکٹر اسمتھ سے سُن چکا تھا۔

اور پھر واقعی چند لمحوں بعد دروازہ کھول کر جو لڑکی اندر داخل ہوئی اس کے شباب اور حُسن نے کرنل ٹاڈ کو متحیر کر دیا۔ اس قدر خوبصورت اور نوجوان لڑکی کا تو اس کے ذہن کیا تصور بھی نہ تھا۔ حالانکہ اس نے تقریباً پوری دنیا گھوم ڈالی تھی اور تقریباً دنیا کے ہر خطے کی خوبصورت عورتوں سے اس کی ملاقات رہی تھی۔ لیکن جو سحر اور کشش اس لڑکی

میں تھی وہ شاید کرنل نے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ وہ حیرت سے بُت بنا آنے والی کو دیکھتا رہا۔

"یہ سویٹی ہیں کرنل صاحب ـــ آپ کی میزبان ـــ اور سویٹی! یہ کرنل ٹاڈ ہیں ـــ حکومت ایکریمیا کے بلیک ایجنٹ ـــ یوں سمجھو کہ صدر ایکریمیا" ـــ ڈاکٹر اسمتھ نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ وہ واقعی خوشامد میں خاصا آگے نکلا جا رہا تھا۔

"آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی کرنل ٹاڈ" ـــ لڑکی نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا اور کرنل ٹاڈ کو یوں محسوس ہوا جیسے انتہائی خوشگوار موسیقی اس کے کانوں میں اتر رہی ہو۔

"اوہ ـــ آپ کس قدر خوبصورت ہیں مس سویٹی ـــ حیرت انگیز حُسن کی مالکہ ہیں آپ" ـــ کرنل ٹاڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر جلدی سے اٹھ کر اس نے سویٹی کا مصافحے کے لئے بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ بھی کسی سے کم نہیں ہیں کرنل ـــ آپ جیسا وجیہہ اور مضبوط مرد میری نظروں سے کبھی پہلے نہیں گذرا" ـــ سویٹی نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے کرنل ٹاڈ کے ہاتھ کو آہستہ سے دبا دیا۔ اور کرنل ٹاڈ کے رہے سہے ہوش بھی یکدم غائب ہو گئے۔

"کچھ پینے پلانے کے لئے منگوایا جائے کرنل" ـــ ڈاکٹر اسمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ کرنل ٹاڈ کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اب کرنل ٹاڈ لازماً اس کی ٹرانسفر کرا دے گا۔

"اوہ! — آپ نے بتایا تو ہے کہ کمرے میں پرانی شراب موجود ہے تو میرے خیال میں وہیں چل کر ہی پینے پلانے کی محفل کیوں نہ جمائی جائے" — کرنل ٹاڈ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی — آیئے" — ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور پھر وہ کرنل ٹاڈ اور سویٹی کو لئے ایک اور کمرے میں آیا۔ یہ کمرہ واقعی انتہائی خوبصورت اور آرام دہ بیڈ روم کے طور پر سجا ہوا تھا۔

"اچھا کرنل! — اب مجھے اجازت دیجئے — میں نے دفتر کا کچھ کام بھی نمٹانا ہے — ہاں! پھر وہ دروازہ کس وقت بند کرنا ہے" — ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔ وہ دراصل براہ راست یہ نہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کرنل سویٹی کو کب واپس بھیجے گا اس لئے اس نے غنچہ دے کر بات کی تھی۔

"کیا ضرورت ہے بند کرنے کی — جب میں یہاں سے جاؤں گا تو بند کر دینا" — کرنل ٹاڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اب سویٹی کو دیکھنے کے بعد اُسے کیسے چند گھنٹوں بعد واپس بھجوا دیتا۔

"لیکن کرنل! — آپ نے اس آدمی سے بھی تو بات کرنی ہے" — ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"اُسے پوری طرح ٹھیک ہونے دو — پھر بات بھی ہو جائے گی وہ یہاں سے کہاں جا سکتا ہے" — کرنل ٹاڈ اب کسی کام پر آمادہ نظر نہ آ رہا تھا۔

"او کے! — جیسا آپ کا حکم" — ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ اور پھر اپنے دفتر میں پہنچ کر اس نے میز کی دراز سے سب سے پہلے اپنی پرسنل فائل نکالی جس میں اس کی

بیوی اور بچوں کے فوٹو تھے۔

"فکر نہ کرو ڈیئر! — اب میں جلد ہی یہاں سے نجات حاصل کر کے مستقل طور پر تمہارے پاس آ جاؤں گا — کرنل ٹاڈ اب لازماً میرا کام کر دے گا" — ڈاکٹر اسمتھ نے اپنی بیوی کے فوٹو کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ایک طویل سانس لے کر اس نے فائل واپس میز کی دراز میں رکھی اور ایک اور فائل نکال کر اپنے دفتری کام میں مصروف ہو گیا۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور ڈاکٹر اسمتھ نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ڈاکٹر اسمتھ سپیکنگ" — ڈاکٹر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں ڈاکٹر ٹموتھی بول رہا ہوں — مریض کو حیرت انگیز طور پر جلد ہی ہوش آ گیا ہے — اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے" — دوسری طرف سے ڈاکٹر ٹموتھی کی آواز سنائی دی۔

"اوہ اتنی جلدی! — آپ تو کہہ رہے تھے کہ آٹھ گھنٹوں میں ہوش آئے گا" — ڈاکٹر اسمتھ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! — اندازہ تو یہی تھا — لیکن یہ شخص حیرت انگیز قوتِ ارادی کا مالک لگتا ہے — نہ صرف اُسے ہوش آ گیا ہے بلکہ وہ پوری طرح چاق و چوبند بھی ہے — حالانکہ میرا خیال تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ کم از کم اڑتالیس گھنٹوں تک تو حرکت بھی نہ کر سکے گا" — ڈاکٹر ٹموتھی نے جواب دیا۔

"اوہ! — شاید اسی وجہ سے ہی وہ اس قدر خوفناک طوفانی ہواؤں کی زد میں رہنے کے باوجود ہلاک نہیں ہوا تھا — ٹھیک ہے کرنل ٹاڈ تو اب بیڈ روم سے باہر آنے سے رہا۔ البتہ میں خود آ رہا

ہوں ۔۔۔ میں خود اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کس طرح یہ
میں داخل ہوا اور اس کا مقصد کیا ہے" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔۔ میں اسے ایمرجنسی روم سے بڑے کمرے میں
بھجوا دیتا ہوں ۔۔۔ پھر آپ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر اس سے بات
چیت کر سکیں گے" ۔۔۔ ڈاکٹر سومتی نے کہا۔

" ہاں ! ۔۔ وہاں ٹھیک ہے ۔۔ میں آرہا ہوں ۔۔ تھوڑا سا
کام نمٹا لوں" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد
وہ دوبارہ فائل پر جھک گیا۔

صفدر کی آنکھیں جیسے ہی کھلیں۔ اس کے منہ سے ایک کراہ
سی نکل گئی۔

" اوہ ! ۔ تمہیں ہوش آگیا ۔۔۔ حیرت ہے" ۔۔۔ اچانک ایک
انسانی آواز سنائی دی اور صفدر کا شعور اس آواز کو سنتے ہی پوری طرح
بیدار ہو گیا۔ ورنہ اب تک اس کے ذہن میں طوفانی ہواؤں کا وہی شور
گونج رہا تھا۔ جو بیہوش ہونے سے پہلے اس کے ذہن میں محفوظ ہو
چکا تھا۔

صفدر نے اس طرف کو گردن موڑی جدھر سے انسانی آواز سنائی
دی تھی۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات خودبخود ابھر
آئے۔ کیونکہ اس کے سامنے سفید ایپرن پہنے ایک نوجوان ڈاکٹر کھڑا تھا۔

" میں کہاں ہوں" ۔۔۔ صفدر نے بے اختیار پوچھا۔

" تم یوں سمجھو کہ ہسپتال میں ہو ۔۔۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ تمہیں

اس قدر جلد کیسے ہوش آگیا ——— ڈاکٹر ٹموعتی تو سات آٹھ گھنٹوں کا اندازہ
لگا رہا تھا" ——— نوجوان نے اس کی نبض چیک کرتے ہوئے کہا پھر
اس نے اس کی ناک سے لگی ہوئی آکسیجن ٹیوب ہٹا دی۔ اور ساتھ ہی
اس نے صفدر کے بازو میں موجود خون کی بوتل کی سوئی بھی نکال دی۔ اب
صرف گلوکوز کی بوتل ہی اس کے بازو میں انجیکٹ ہو رہی تھی۔

"کون سے ہسپتال میں" ——— صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں
پوچھا۔ کیونکہ اب ماحول اور اپنا جسم دیکھ کر اُسے واقعی یقین آگیا تھا کہ
وہ واقعی کسی ہسپتال میں ہے۔ لیکن وہ ان طوفانی ہواؤں سے بچ کر
ہسپتال میں کیسے پہنچ گیا۔ یہ بات ابھی تک اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی۔

"موسمیاتی سنٹر کے ہسپتال میں" ——— نوجوان ڈاکٹر نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"اوہ ! ——— لیکن میں یہاں کیسے پہنچ گیا" ——— صفدر نے پوچھا۔

"تم زیادہ باتیں نہ کرو تو بہتر ہے ——— ویسے میں تمہیں بتا دوں کہ
ایکریمیا سے کوئی کرنل ٹاڈ خصوصی طور پر سنٹر میں آیا ہے ——— حسن
اتفاق سے تم جو نجانے کس طرح صحرا میں داخل ہو گئے تھے۔ طوفانی
ہواؤں میں اُڑتے ہوئے اس ہیلی کاپٹر کے انجن سے ٹکرانے کے بعد
اس کی جالی توڑتے ہوئے اندر انجن سے لپٹ کر یہاں سنٹر میں داخل
ہونے میں کامیاب ہو گئے ——— لیکن تمہاری حالت بے حد خراب
تھی ——— تمہاری کھال بُری طرح پھٹ گئی تھی ——— پھر کرنل صاحب
کے حکم پر تمہارا علاج کیا گیا تاکہ وہ تم سے پوچھ گچھ کر سکے" ——— نوجوان
ڈاکٹر نے کہا۔ وہ شائد کچھ ضرورت سے زیادہ ہی باتونی تھا۔

"اوہ ! ——— لیکن پھر تو میرے سارے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں گی"۔
صفدر نے پٹیوں میں لپٹے ہوئے اپنے جسم کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ! ——— صرف کھال پھٹی تھی اور ذہن اور دل پر دباؤ
تھا ——— باقی تم ہر لحاظ سے ٹھیک تھے ——— اچھا اب میں جا کر
ڈاکٹر ٹموعتی کو بلا لاتا ہوں" ——— نوجوان ڈاکٹر نے تیز لہجے میں کہا اور
پھر اس سے پہلے کہ صفدر کچھ کہتا، وہ تیزی سے مڑ کر کمرے کے دروازے
سے باہر نکل گیا۔ اور صفدر نے اس طرح جان بچ جانے اور سنٹر کے
اندر پہنچ جانے پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس کے ساتھ
ہی اس نے اپنے جسم کو حرکت دی اسے پورے جسم میں درد کی تیز
لہریں سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ لیکن جسم حرکت میں آگیا تھا۔ اس
کا مطلب تھا کہ ڈاکٹر صحیح کہہ رہا تھا کہ اس کی کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک اُدھیڑ عمر ڈاکٹر اندر داخل ہوا
وہ نوجوان ڈاکٹر اس کے پیچھے تھا۔

"ارے تم حرکت کر رہے ہو ——— لیٹے رہو ——— تمہاری حالت
کہیں پھر نہ بگڑ جائے" ——— آنے والے اُدھیڑ عمر ڈاکٹر نے جلدی
سے قریب آتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور صفدر سیدھا ہو
کر لیٹ گیا۔

اُدھیڑ عمر ڈاکٹر نے سٹیتھوسکوپ کی مدد سے اس کی چیکنگ شروع
کر دی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات تھے۔ وہ بار بار صفدر
کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اُسے صفدر کی تندرستی اور زندگی سے بھرپور
آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ صفدر کا پورا جسم چہرے اور سر سمیت پٹیوں

میں لپٹا ہوا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں، ناک اور منہ کھلا ہوا تھا۔ اور وہ
بالکل کسی مصری ممی کی طرح لگ رہا تھا۔
" تم حیرت انگیز قوت ارادی کے مالک ہو مسٹر! ——— تم جیسا کیس
میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا" ——— بوڑھے ڈاکٹر نے ایک طرف
ہٹتے ہوئے کہا۔
" میرا نام ٹام ہے ڈاکٹر" ——— صفدر نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
" لیکن تم صحرا میں کیسے داخل ہو گئے تھے" ——— ؟ ڈاکٹر نے
حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔
" معلوم نہیں ——— میں جیپ پر آرلین جا رہا تھا کہ اچانک جیپ کا
سٹیرنگ خراب ہو گیا ——— اور پھر جیپ ایک زوردار دھماکے سے دنت
ہوئی الٹ گئی ——— اور پھر میں اس میں سے اچھل کر ہوا میں اڑتا ہوا
باہر نکلا ——— لیکن اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے یکلخت کسی
نے فضا میں ہی اٹھا لیا ہو ——— میں اوپر بلندی کی طرف اٹھتا گیا جیسے
کوئی طیارہ اوپر اٹھتا ہے اور یکلخت ہزاروں بدروحوں کے چیخنے کی
آوازیں سنائی دیں ——— میرا جسم ہوا میں ہی پٹخنیاں کھانے لگا۔ اس
کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا ——— اور اب یہاں ہوش آیا ہے" ———
صفدر نے اپنی طرف سے ایک کہانی گھڑتے ہوئے کہا۔
" ایسا ہونا ناممکن ہے مسٹر ٹام! ——— صحرا کی حدود میں حفاظتی شعاعیں
موجود ہیں ——— وہ لازماً یہاں کاٹ دیتیں ——— بلکہ ان کی پھینکی ہوئی
ریز تمہیں جلا کر راکھ کر دیتیں ——— بہرحال ڈاکٹر اسمتھ جانے اور تم ——
مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے" ——— ڈاکٹر نے کہا اور

ہے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ البتہ وہ نوجوان ڈاکٹر وہیں رہ گیا۔
" تم نے یقین نہ آنے والی کہانی سنائی ہے مسٹر ٹام" ——— نوجوان
ڈاکٹر نے کہا۔
" مجھے خود اب تک ان باتوں پر یقین نہیں آ رہا ——— آپ لوگوں کو
کیا یقین آئے گا" ——— صفدر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور ڈاکٹر
سر ہلا کر رہ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر گلوکوز بند کیا اور صفدر کے بازو سے
اس نے سوئی بھی باہر نکال لی۔
" اب آپ کو اس کی ضرورت نہیں رہی ——— البتہ یہ پٹیاں ابھی
دو تین روز بعد ہی کھلیں گی" ——— نوجوان ڈاکٹر نے کہا اور صفدر نے
سر ہلا دیا۔
تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور وہی ادھیڑ عمر ڈاکٹر اندر آ گیا۔
" مریض کو سٹریچر پر ڈالو اور بڑے کمرے میں لے چلو ——— ڈاکٹر اسمتھ
ان سے پوچھ گچھ کے لئے آ رہے ہیں" ——— ڈاکٹر نے کہا۔
" یس ڈاکٹر" ——— نوجوان نے کہا اور ایک سائیڈ پر رکھے ہوئے
سٹریچر کی طرف بڑھ گیا۔
" میرا خیال ہے کہ میں چل سکتا ہوں ——— سٹریچر کی ضرورت نہیں
ہے" ——— صفدر نے کہا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔
" ارے ارے تم لیٹ جاؤ ——— ابھی تم نے ریسٹ کرنا ہے" ———
ادھیڑ عمر ڈاکٹر نے بوکھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔
" فکر کی کوئی بات نہیں ڈاکٹر! ——— تم نے میری جان بچائی ہے۔
میں تمہارا ممنون ہوں" ——— صفدر نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پہلے

تو ایک لمحے کے لئے وہ لڑکھڑایا پھر سنبھل گیا۔

"حیرت انگیز ــــ کمال ہے ــــ تم واقعی حیرت انگیز آدمی ہو" ــــ اُدھیڑ عمر ڈاکٹر نے کہا۔

"شکریہ ڈاکٹر! ــــ ویسے کیا ڈاکٹر اسمتھ بھی آپ کی طرح ڈاکٹر ہیں" صفدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں! ــــ اس نے موسمیات میں ڈاکٹریٹ کی ہوئی ہے طب میں نہیں ــــ وہ اس سنٹر کا انچارج ہے" ــــ ادھیڑ عمر ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر صفدر کا بازو تھامے وہ اس کمرے سے نکل کر ایک راہداری میں سے ہوتا ہوا ایک بڑے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک طرف بیڈ لگا ہوا تھا جس کے ساتھ ایک کرسی موجود تھی۔ باقی کمرہ ڈرائینگ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔

صفدر بیڈ پر لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ وہ واقعی اتنا چلنے سے تھک گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا نوجوان اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر سختی اور سنجیدگی نمایاں تھی۔

"اوہ! ــــ واقعی اسے ہوش آ گیا ہے" ــــ آنے والے نے حیرت بھرے انداز میں صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے اُدھیڑ عمر ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہ صرف ہوش آ گیا ہے ــــ بلکہ یہ اپنے قدموں پر چل کر یہاں تک آیا ہے ــــ انتہائی حیرت انگیز آدمی ثابت ہوا ہے

مسٹر ٹام" ــــ اُدھیڑ عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹام ــــ تو اس کا نام ٹام ہے" ــــ ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! ــــ اس نے یہی نام بتایا ہے ــــ اور صحرا میں داخل ہونے کی عجیب و غریب اور ناقابل یقین کہانی سنائی ہے اس نے" ــــ اُدھیڑ عمر ڈاکٹر نے کہا۔

"ڈاکٹر تھومتی! ــــ یہ ہماری فیلڈ کا کام نہیں ہے ــــ مسٹر ٹام کی حیرت انگیز صلاحیتوں اور کارکردگی کو دیکھتے ہوئے مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ یہ صاحب یقیناً اسی فیلڈ سے تعلق رکھتے ہیں جس سے کرنل ٹاڈ کا تعلق ہے" ــــ ڈاکٹر اسمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان کا کس فیلڈ سے تعلق ہے ڈاکٹر اسمتھ! ــــ کرنل ہیں تو فوجی ہوں گے" ــــ ڈاکٹر تھومتی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارے نہیں ڈاکٹر! ــــ وہ بلیک ایجنٹ ہے ــــ دوسرے لفظوں میں ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ ــــ وہ بتا رہا تھا کہ حکومت کو اطلاع ملی ہے کہ کوئی غیر ملکی ایجنٹ یہاں کسی مقصد کے لئے داخل ہونا چاہتے ہیں تو وہ انہیں چیک کرنے کے لئے یہاں آیا ہے" ــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"اوہ اچھا! ــــ میں سمجھ گیا ــــ تو کرنل ٹاڈ کیوں نہیں آتے" ــــ؟ ڈاکٹر تھومتی نے کہا۔

"وہ کیسے آ سکتا ہے ــــ تم نے بتایا تھا کہ اسے آٹھ گھنٹوں سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا ــــ اس لئے وہ آٹھ گھنٹوں کے لئے فارغ ہو گیا۔ اور ظاہر ہے بور تو اس نے ہونا تھا ــــ اس لئے میں نے لیبارٹری سے سوئٹی

کو بلوایا۔ اور اب وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں بند ہے ـــــ اب تو وہ نجانے کب نکلے گا" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے سویٹی کو دیکھ کر اچھے اچھوں کے ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر! ـــــ سویٹی آج کیسے آ گئی ـــــ لیبارٹری اور سنٹر کا رابطہ گیٹ تو منگل کو کھلتا تھا" ـــــ ڈاکٹر ٹموتھی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس نے ڈاکٹر نالسی سے خصوصی اجازت لی ہے اور اس نے کیا لینی بھی وہ تو الٹا ڈاکٹر نالسی اس سے ناراض ہونے لگ گیا تھا ـــــ تم تو جانتے ہو کہ کس قدر جھکی اور سنکی آدمی ہے وہ ـــــ میں نے صورت حال کو سنبھالا اور دروازہ کھلنے کی اجازت لی" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے ہنستے ہوئے کہا اور ڈاکٹر ٹموتھی بھی ہنس پڑا۔

"اچھا میں اس مسٹر ٹام سے چند باتیں کر لوں ـــــ اصل گفتگو تو کرنل ٹاڈ ہی کریں گے" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور تیزی سے صفدر کی طرف بڑھ آیا۔

صفدر بیڈ پر خاموش لیٹا ہوا دونوں ڈاکٹروں کی باتیں سن رہا تھا۔

"ہاں تو مسٹر ٹام! ـــــ تم صحرا میں کیسے داخل ہوئے" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میں نے پہلے ڈاکٹر ٹموتھی کو بتایا ہے ـــــ آپ کو بھی بتا دیتا ہوں" صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے دوبارہ وہی کہانی ڈاکٹر اسمتھ کو بھی سنا دی۔

"ایسا ہونا ناممکن ہے مسٹر ٹام! ـــــ اور کرنل ٹاڈ بڑا سخت آدمی ہے ـــــ اس لئے سوچ لو کہ تم نے اسے کیا بتانا ہے اور کیا نہیں بتانا

ڈاکٹر اسمتھ نے سخت لہجے میں کہا اور اٹھ کر واپس مڑ گیا۔

"اس آدمی کی حفاظت کرنی ہو گی" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے ڈاکٹر ٹموتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ڈاکٹر گاسکر یہاں موجود رہیں گے ـــــ ویسے یہاں سے یہ کہاں جا سکتا ہے" ـــــ ڈاکٹر ٹموتھی نے کہا۔

"واقعی یہ یہاں سے کہاں جا سکتا ہے ـــــ ٹھیک ہے" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور پھر وہ ڈاکٹر ٹموتھی سمیت کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ وہ نوجوان ڈاکٹر جس کا نام گاسکر تھا دروازہ بند ہوتے ہی بڑبڑاتا ہوا صفدر کے بیڈ کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے مریض کے ساتھ کمرے میں بند کر دیا ـــــ اور خود حرامی سویٹی کے ساتھ عیش کر رہا ہے ـــــ یہ سویٹی بھی بس ایسی ہی لڑکی ہے ـــــ میں نے تو بے شمار بار کوشش کی ہے ـــــ لیکن مجھے اس لڑکی نے گھاس تک نہیں ڈالی اور خود اس کرنل کے ساتھ کمرے میں چلی گئی ہے ہونہہ" ـــــ ڈاکٹر گاسکر نے غصیلے انداز میں پھنکارتے ہوئے کہا۔

"یہ سویٹی تمہاری محبوبہ ہے کیا" ـــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ صرف بڑے آدمیوں کی محبوبہ ہے ـــــ لیبارٹری میں بھی وہ لیبارٹری کے انچارج ڈاکٹر نالسی کی محبوبہ ہے ـــــ اور یہاں بھی ڈاکٹر اسمتھ کو گھاس ڈالتی ہے ـــــ یا پھر اب وہ اس کرنل ٹاڈ کی بغل میں گھس گئی ہے ـــــ حالانکہ میرا جسم بھی بالکل کرنل ٹاڈ جیسا ہے اس میں کوئی سرخاب کے پر تو نہیں لگے ہوئے" ـــــ ڈاکٹر گاسکر نے

غصیلے لہجے میں کہا۔
"تم کسی روز اُسے زبردستی پکڑ لو" ——— صفدر نے کہا۔
"کیسے پکڑ لوں — ایک لمحے وہ مجھے اُلٹا لٹکا دیں گے" ——— ڈاکٹر گاسکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"عشق میں ایسی باتیں نہیں سوچی جاتیں ——— بعد میں کیا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا ——— ویسے بھی یہ سویٹی کونسی پارسا عورت ہے" ——— صفدر نے جواب دیا۔
"اب یہ کرنل ٹاڈ جائے تو پھر ہی کچھ ہو سکتا ہے ——— اور یہ نجانے کب دفع ہو ——— مجھے یقین ہے کہ وہ سویٹی کو دیکھنے کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو گا ——— سویٹی ایسی ہی لڑکی ہے ——— اب دیکھو لیبارٹری کا دروازہ جو صرف منگل کو کھلتا تھا اس وقت کھلا ہوا ہو گا ——— حالانکہ یہ خلاف قانون ہے ——— لیکن کون پوچھتا ہے" ——— ڈاکٹر گاسکر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"اگر تم چاہو تو میں ابھی سویٹی کو تمہاری جھولی میں ڈال سکتا ہوں ——— ذرا ہمت کرنی پڑے گی" ——— صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب! ——— کیسے" ——— ؟ ڈاکٹر گاسکر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"تم کسی طرح مجھے اس کمرے تک کسی کی نظروں میں آئے بغیر پہنچا دو جہاں کرنل ٹاڈ اور سویٹی موجود ہیں ——— اور اگر میک اپ باکس بھی مل جائے تو پھر میں تمہیں کرنل ٹاڈ کا روپ دے دوں گا ——— اور کرنل کو بیہوش کر کے کہیں پھینک دیں گے ——— سویٹی یہی سمجھتی رہے گی کہ وہ کرنل ٹاڈ کے پاس ہے ——— حالانکہ تم اس کے پاس ہو گے" ———

صفدر نے کہا۔
"اوہ! ——— لیکن آخر کرنل ٹاڈ کو ہوش تو آ ہی جائے گا پھر ———" ڈاکٹر گاسکر نے چونک کر کہا۔
"تو پھر تمہیں تو کوئی راستہ معلوم ہو گا ——— اُسے باہر طوفانی ہواؤں میں پھینک دو اور خود مستقل کرنل ٹاڈ بن جاؤ ——— اور خوب عیش کرو" ——— صفدر نے جواب دیا۔
"پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ہو بہو کرنل ٹاڈ کیسے بن سکتا ہوں ——— ؟ اور دوسری بات یہ کہ پھر ڈاکٹر گاسکر کہاں جائے گا" ——— ؟ ڈاکٹر گاسکر نے کہا۔
"میں میک اپ کے کام میں ماہر ہوں ——— حالی وُڈ کا سب سے بڑا میک اپ ماسٹر ہوں ——— تمہیں کرنل ٹاڈ بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے باقی رہی یہ بات کہ ڈاکٹر گاسکر کہاں جائے گا ——— تو تم کرنل ٹاڈ کو باہر پھینک کر یہ ظاہر کرو کہ باہر ڈاکٹر گاسکر گیا ہے" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ! ——— واقعی ایسا ہو سکتا ہے ——— اور پھر میں کرنل ٹاڈ کے میک اپ میں نہ صرف عیش کر سکتا ہوں۔ بلکہ اس جہنم سے باہر بھی جا سکتا ہوں ——— لیکن میک اپ باکس کہاں سے لیں۔ وہ تو یہاں موجود نہیں ہے" ——— ڈاکٹر گاسکر نے کہا۔
"کرنل ٹاڈ کا سامان کہاں ہے ——— اس میں لازماً یہ چیزیں موجود ہوں گی" ——— صفدر نے سوچتے ہوئے کہا۔
"ارے ہاں! ——— اس کا بیگ ریڈ روم میں موجود ہے۔ اس میں

ہے تو میں نکال لاتا ہوں ــــ لیکن میں کیسے پہچانوں گا کہ میک اَپ باکس کونسا ہے"ــــ ڈاکٹر گاسکر نے مایوس لہجے میں کہا۔

"تم ایسا کرو کہ وہ بیگ ہی یہاں لے آؤ ــــ میں خود اس میں سے مطلب کی چیزیں نکال لوں گا ــــ سوچ لو۔ ہمیشہ کے مزے ہیں"۔ صفدر نے اُسے اکساتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ لیکن تم ایسا کیوں کر رہے ہو"ــــ ڈاکٹر گاسکر نے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"میرے ساتھ تم یہ رعایت کر دینا کہ مجھے یہاں سے کسی طرح باہر بھجوا دینا"ــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر گاسکر سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں سب کچھ کروں گا ــــ بس مجھے سویٹی چاہیئے"ــــ ڈاکٹر گاسکر نے بڑے پُرجوش لہجے میں کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی صفدر بستر سے اٹھا اور اس نے باقاعدہ ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کر دیئے۔ جیسے کوئی شخص صبح کو ورزش کرتا ہے چونکہ اس کے گھٹنوں اور کہنیوں پر بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اس لئے وہ اپنے بازوؤں اور گھٹنوں کو پوری طرح حرکت نہ دے سکتا تھا۔ لیکن تھوڑی سی حرکت کے بعد یہ پٹیاں خود بخود قدرے ڈھیلی پڑ گئیں اور اب صفدر آسانی سے حرکت میں آسکتا تھا۔

چند لمحوں بعد دروازے کے باہر قدموں کی آواز سنائی دی تو صفدر تیزی سے دوبارہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ دروازے سے ڈاکٹر گاسکر اندر داخل ہوا۔ اس

کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔

"بڑی مشکل سے لایا ہوں ــــ ڈاکٹر ٹموتھی وہاں موجود تھا۔ اتفاقاً وہ اٹھ کر باتھ روم میں گیا تو میں جلدی سے بیگ اُٹھا لایا"ــــ ڈاکٹر گاسکر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے وہ ایک عام سا ڈاکٹر تھا اس لئے اتنے سے کام نے ہی اس کے ذہن پر خاصا دباؤ ڈال دیا تھا۔

صفدر کراہتا ہوا اٹھا جیسے اُسے اٹھنے میں بڑی تکلیف ہو رہی ہو۔ وہ ڈاکٹر گاسکر پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ زیادہ تیزی سے حرکت نہیں کر سکتا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ ڈاکٹر گاسکر اس کی طرف سے مشکوک ہو جاتا۔ کیونکہ اُسے تو بہرحال یہی بتایا گیا تھا کہ صفدر کوئی بہت بڑا مجرم ہے۔

صفدر نے چند لمحوں کی کوششوں کے بعد بیگ کھول لیا۔ بیگ میں مختلف قسم کا اسلحہ تو موجود تھا لیکن میک اَپ باکس یا میک اَپ کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ شاید کرنل ہارڈ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو۔

"اس میں تو صرف اسلحہ بھرا ہوا ہے"ــــ ڈاکٹر گاسکر نے مایوس لہجے میں کہا۔

"ہاں"ــــ صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بیگ میں سے ایک چھوٹے سائز کا پستول نکال لیا جس پر بڑا لفٹس سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اور اس کا چیمبر بھی بھرا ہوا تھا۔

"تم کبھی لیبارٹری میں گئے ہو ڈاکٹر"ــــ صفدر نے پستول کو ویسے ہی اُلٹ پلٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ــــ ایک دو بار گیا ہوں ــــ کیوں"ــــ؟ ڈاکٹر گاسکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو پھر مجھے لیبارٹری لے چلو" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"م ——— مگر ——— وہ سویٹی ——— اور تم تو ———" ڈاکٹر گاسکر نے کہنا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ گھگھیا کر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ صفدر نے پستول کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی تھی۔

"ایک لمحے میں گولی تمہارے دماغ میں اتر جائے گی سمجھے! ——— اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو مجھے لیبارٹری میں لے چلو" ——— صفدر کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔ اس کی آواز میں شدید غراہٹ اور درندگی کا عنصر ابھر آیا تھا۔ اور ڈاکٹر گاسکر کا جسم خوف کی شدت سے بری طرح لرزنے لگا۔

"م ——— مم ——— مگر تم تو چل نہیں سکتے" ——— ڈاکٹر گاسکر نے رونے والے انداز میں کہا۔

"میں چل سکوں یا نہ چل سکوں ——— میری انگلی ٹریگر پر حرکت کر سکتی ہے جلدی کرو چلو ——— اور سن لو! ——— اگر تم نے کسی کو اشارہ کرنے کی بھی کوشش کی تو پلک جھپکنے میں گولی سے اڑا دوں گا" ——— صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے دھکا دے کر اسے دروازے کی طرف موڑ دیا۔

"لیکن وہ ڈاکٹر موہتی ——— اس کا کمرہ راستے میں ہے" ——— ڈاکٹر گاسکر نے کہا۔

"تم چلو تو سہی" ——— صفدر نے خشک لہجے میں کہا اور پھر ڈاکٹر گاسکر آگے اور اس کے پیچھے پستول اٹھائے صفدر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ صفدر نے کھلے ہوئے بیگ کو ڈوری کی مدد سے اپنے کاندھے سے لٹکا لیا تھا۔ میک اپ باکس نہ ملنے کی وجہ سے صفدر نے اپنا پروگرام

تبدیل کر دیا تھا۔ ورنہ پہلے اس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ میک اپ باکس ملنے کے بعد ڈاکٹر گاسکر کا خاتمہ کر کے خود اس کا میک اپ کرے گا۔ کیونکہ جسامت اور قد میں وہ تقریباً صفدر سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن میک اپ باکس نہ ملنے کی وجہ سے اب اس نے براہ راست لیبارٹری میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پہلے اس کا ارادہ یہ بھی تھا کہ وہ ڈاکٹر گاسکر کے روپ میں جا کر کرنل ٹاڈ کا خاتمہ کرے گا اور پھر لیبارٹری میں داخل ہو گا۔ لیکن ظاہر ہے اب ایسا نہ ہو سکتا تھا۔ نجانے یہ سنٹر کہاں کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ اور نجانے یہاں کتنے مسلح افراد موجود ہوں۔ اس لئے اس نے یہی سوچا کہ لیبارٹری سے فارمولا حاصل کرنے کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے بھی وہ فوری طور پر کسی بلیک ایجنٹ سے جسمانی طور پر لڑنے کا اپنے آپ کو قابل نہ سمجھ رہا تھا۔ کیونکہ بہرحال وہ موت کے منہ سے نکلا تھا اور یہ بھی شاید اسی کی ہمت تھی کہ اس حالت میں بھی وہ ایکشن میں آ گیا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کرنل ٹاڈ صرف عیاشی کی وجہ سے فی الحال اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا۔ ورنہ وہ اب تک صفدر سے لازماً ٹکرا چکا ہوتا۔ اور صفدر بلیک ایجنٹوں کے بارے میں جانتا تھا کہ یہ لوگ ہر لحاظ سے سپر ایجنٹ ثابت ہوتے ہیں۔ انتہائی سفاک۔ تیز ترین۔ چالاک اور عیار۔ اس لئے صفدر اس کے ہوشیار ہونے سے پہلے کم از کم اپنا مشن مکمل کر لینا چاہتا تھا۔

دروازے سے نکل کر وہ راہداری میں چلتے ہوئے دائیں طرف کو جیسے ہی مڑے، اچانک دروازے سے ڈاکٹر موہتی باہر نکلا۔

"ارے یہ مریض اور تم یہاں" ——— ڈاکٹر موہتی نے یکلخت حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔

"پ ۔ پ ۔ پستول" ۔۔۔ ڈاکٹر گاسکر نے یکلخت چیخ کر کہنا چاہا۔

اور پستول کا لفظ سنتے ہی ڈاکٹر ٹوموھتی نے بجلی کی سی تیزی سے واپسی کے لئے دروازے میں چھلانگ لگائی۔ وہ شاید اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لینا چاہتا تھا تاکہ خود بھی محفوظ ہو سکے اور باقی سنز کو بھی صفدر کے خلاف حرکت میں لا سکے۔ لیکن ابھی اس کا جسم دروازہ کراس کر ہی رہا تھا کہ صفدر نے ٹریگر دبا دیا اور دوسرے لمحے ڈاکٹر ٹوموھتی بری طرح چیختا ہوا وہیں دروازے میں ہی ڈھیر ہو گیا۔

ڈاکٹر گاسکر نے یکلخت گھوم کر صفدر کے پستول والے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ ہاتھ ڈال لینے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے صفدر نے اچھل کر گھٹنا اس کے پیٹ میں مارا اور ڈاکٹر گاسکر بری طرح چیختا ہوا پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ صفدر نے ایک اور ضرب اس کی پسلیوں پر لگائی اور ڈاکٹر گاسکر کے حلق سے ایسے چیخ نکلی جیسے چیخ کے ساتھ ہی اس کی روح بھی جسم سے باہر نکل رہی ہو۔ وہ فرش پر پڑا بری طرح تڑپنے لگا تھا۔

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ" ۔۔۔ صفدر نے غرا کر کہا اور ساتھ ہی اس نے ریوالور کی نال اس کے سینے کی طرف کر دی۔

"م ۔ م ۔ معاف کر دو ۔۔۔ مجھے مت مارو" ۔۔۔ ڈاکٹر گاسکر نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ موت کے خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔

"میں کہتا ہوں ۔۔۔ کھڑے ہو جاؤ ۔۔۔ اور اب اگر تم نے ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو" ۔۔۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر گاسکر بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے اگر اسے ایک لمحہ بھی دیر ہوئی تو موت کا پنجہ اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

"اب سیدھی طرح لیبارٹری کے دروازے کی طرف لے چلو ۔۔۔ اور یہ بھی سن لو کہ اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں معاف نہیں کروں گا" صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر گاسکر سر ہلاتا ہوا مڑا اور پھر اسی دروازے کی طرف بڑھنے لگا جس کے درمیان ڈاکٹر ٹوموھتی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ گولی اس کی پشت میں داخل ہو کر سیدھی دل میں گھس گئی تھی اس لئے وہ بیچارہ زیادہ دیر پھڑک بھی نہ سکا تھا۔

"لاش پھلانگ جاؤ ۔۔۔ جلدی" ۔۔۔ صفدر نے تیز لہجے میں کہا اور ڈاکٹر گاسکر لاش پھلانگتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ صفدر بھی اس کے پیچھے لاش پھلانگ کر اندر داخل ہو گیا۔ اسے ڈاکٹر ٹوموھتی کو گولی مارنے کا افسوس ضرور تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر ٹوموھتی نے بہرحال اسے موت کے منہ میں جانے سے بچانے کے لئے اپنی مہارت استعمال کی تھی۔ لیکن یہاں چونکہ اس کی اپنی بقا کے ساتھ ساتھ اس کے فرض کا بھی تقاضا تھا اس لئے اس کے سوا اور کوئی دوسری صورت بھی نہ تھی۔ اگر صفدر اسے گولی نہ مارتا تو پھر اس کا اپنا بچ نکلنا بھی ناممکن ہو جاتا۔

کمرے کے بند دروازے سے نکل کر وہ ایک اور راہداری میں آئے جس کے اختتام پر سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

"سنو! ۔ اس طرف اور کتنے آدمی ہیں" ۔۔۔ ؟ صفدر نے پوچھا۔

"سارے لوگ سنٹر کی طرف ہیں ۔۔۔۔ یہ ہسپتال کا حصہ اس سے علیحدہ ہے ۔۔۔۔ البتہ دروازے میں راکی موجود ہوگا" ۔۔۔۔ ڈاکٹر گاسکر نے جلدی سے جواب دیا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

سیڑھیاں اتر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گئے جو لفٹ کے انداز میں بنا ہوا تھا۔ ڈاکٹر گاسکر اب مکمل تعاون کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے دروازہ بند کر کے ایک بٹن دبایا تو کمرہ تیزی سے نیچے اترتا گیا۔

چند لمحوں بعد لفٹ کی حرکت رک گئی۔

"باہر راکی ہوگا" ۔۔۔۔ ڈاکٹر گاسکر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ دروازہ کھول کر باہر نکلو" ۔۔۔۔ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر جیسے ہی ڈاکٹر گاسکر نے لفٹ کا دروازہ کھولا، صفدر نے جو اس سے دو قدم پیچھے کھڑا تھا یکلخت اچھل کر اس کی پشت پر پوری قوت سے لات ماری اور ڈاکٹر گاسکر بری طرح چیختا ہوا اچھل کر باہر راہداری میں جا گرا۔

"ارے ڈاکٹر گاسکر! ۔۔۔ کیا ہوا" ۔۔۔۔ اچانک ایک تعجب بھری انسانی آواز صفدر کو دائیں طرف سے سنائی دی۔ صفدر نے صرف اس آدمی کی لوکیشن چیک کرنے کے لئے یہ حرکت کی تھی۔ یہ آواز راکی کی تھی۔ آواز کی سمت معلوم ہوتے ہی صفدر نے یکلخت باہر چھلانگ لگائی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک لمبا تڑنگا نوجوان تیزی سے فرش پر گر کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈاکٹر گاسکر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن بھی موجود تھی۔ لیکن صفدر نے گ

گولی ٹھیک اس کے سینے پر پڑی تھی اور وہ بری طرح چیختا ہوا مشین گن سمیت نیچے گرا تھا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر اچھلتے ہوئے ڈاکٹر گاسکر کے ہاتھوں میں اس طرح پہنچ گئی جیسے کوئی کرکٹ کا کھلاڑی آسانی سے کیچ لے لیتا ہے۔ اور ڈاکٹر گاسکر نے یکلخت گھوم کر صفدر پر گولی چلانی چاہی لیکن صفدر نے اس کی حرکت کو لاشعوری طور پر سمجھتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ اور اس بار گولی گھومتے ہوئے ڈاکٹر گاسکر کی کنپٹی پر پڑی اور وہ چیخے بغیر ہی دوبارہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

صفدر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں موجود مشین گن جھپٹی اور ریوالور کو اس نے دوبارہ بغل سے لٹکے ہوئے بیگ کے کھلے منہ میں ڈال لیا۔

راہداری کے اختتام پر ایک کامن روم طرز کا کھلا سا کمرہ تھا جس کی دیواروں میں بے شمار ڈائل لگے ہوئے تھے۔ اصل مشینری شاید دیواروں کے اندر تھی۔ صرف ڈائل باہر تھے۔ لیکن یہ صرف ڈائل ہی ڈائل تھے ان میں بٹن ایک بھی نہ تھا۔ سامنے والی دیوار درمیان سے کھلی ہوئی تھی اور سامنے ایک کھلی راہداری تھی۔ جس کی چھت پر بھی اسی طرح کے ڈائل سے لگے ہوئے تھے۔ البتہ ان ڈائلوں کے درمیان مختلف رنگوں کے بڑے بڑے گلوب تھے۔

صفدر مشین گن اٹھائے تیزی سے اس راہداری میں داخل ہوا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کھلی دیوار کے بعد اس خفیہ لیبارٹری کا آغاز ہے جسے تلاش کرنے اور جس میں داخل ہونے کے لئے آج تک روسیاہ جیسی سپر پاور کے ایجنٹ بھی سر ٹکراتے پھر رہے ہیں۔

صفدر نے جیسے ہی راہداری میں قدم رکھا یکلخت چھت پر لگے ہوئے مختلف رنگوں کے گلوب تیزی سے مسلسل جلنے بجھنے لگے۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈائلوں کی سوئیاں بھی حرکت میں آگئیں۔ لیکن صفدر بے تحاشہ دوڑتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔

راہداری کے اختتام پر پہلے جیسی دیوار تھی۔ جو پہلی دیوار کی طرح درمیان سے کھلی ہوئی تھی۔ اب راہداری کی چھت سے گونج کی آواز نکلنے لگی تھی۔ اس لئے صفدر نے اپنی رفتار اور زیادہ تیز کر دی۔ اور چند لمحوں بعد اس نے زور سے چھلانگ لگائی اور اس کھلی ہوئی دیوار سے دوسری طرف نکل گیا۔

لیکن جیسے ہی اس کے قدم زمین پر لگے۔ یکلخت اس کا جسم اس طرح زمین پر گرا جیسے لوہا مقناطیس سے چمٹتا ہے اور دوسرے لمحے صفدر کو محسوس ہوا کہ وہ زمین سے واقعی چمٹا ہوا ہے اور اس کا جسم بالکل حرکت نہ کر سکتا تھا۔ وہ پشت کے بل زمین پر پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پیر سر کی پشت سب زمین سے پوری طرح چمٹے ہوئے تھے۔ صفدر نے زور لگا کر اچھلنا چاہا۔ لیکن پھر اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ وہ واقعی بے بس ہو چکا تھا۔ اور پھر اُسے دُور سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ان آوازوں میں عجیب سی کھنک تھی۔ جیسے دوڑنے والوں نے کسی دھات کے جوتے پہن رکھے ہوں۔ چند لمحوں بعد چار افراد اس کے گرد آ کھڑے ہوئے۔ اور صفدر نے دیکھا کہ واقعی ان کے پیروں میں لوہے کے بوٹ تھے۔ ان میں سے ایک نے صفدر کے ہاتھ میں سے گرنے والی مشین گن اٹھا لی۔ اور صفدر سمجھ گیا کہ زمین سے جو ریز نکل رہی

ہیں وہ لوہے پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔

"جکیرا ـــ اسے زیرو الیون کا انجکشن لگا دو" ـــ ایک آدمی نے چیخ کر کہا اور دوسرے آدمی نے سر ہلاتے ہوئے جیب سے ایک سرنج نکال کر اس کی سوئی پر لگی ہوئی کیپ نکال کر وہ جھکا اور پھر اس نے صفدر کے بازو پر بندھی ہوئی پٹی میں سوئی چبھو دی۔ صفدر نے ہونٹ بھینچ لئے درد کی ایک تیز لہر اس کے پورے جسم میں دوڑتی چلی گئی تھی۔ انجکشن لگانے والا چند لمحوں بعد پیچھے ہٹ گیا۔

"اب اسے اٹھا کر لے چلو ڈاکٹر ناٹشی کے پاس" ـــ انجکشن لگانے کا حکم دینے والے نے کہا اور ایک اور آدمی نے آگے بڑھ کر صفدر کو یوں کھینچ کر کاندھے پر اٹھا لیا جیسے وزنی بوری کو مزدور اٹھاتے ہیں۔ اب صفدر کا جسم زمین نے چھوڑ دیا تھا لیکن صفدر اسی طرح بے حس و حرکت تھا جیسے زمین سے چمٹ کر ہوا تھا۔ شاید یہ انجکشن کا اثر تھا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی ڈاکٹر اسمتھ نے چونک کر سر اٹھایا
سامنے پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ وہ ایک ضخیم کتاب کے مطا
میں پچھلے آدھ گھنٹے سے بُری طرح مصروف رہا تھا۔ اس لئے اُسے
اپنے گردوپیش کی کوئی خبر نہ رہی تھی۔

"یس" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے چونک کر کہا۔

"ڈربی بول رہا ہوں جناب! ——— مین کنٹرول روم سے سر ———
سکرین نمبر آٹھ دیکھیں سر" ——— دوسری طرف سے ایک تیز آواز رسیدہ
پر سنائی دی۔

"سکرین نمبر آٹھ ——— کیوں ——— کیا ہے" ——— ؟ ڈاکٹر اسمتھ نے
کہا اور کرسی گھما کر بائیں طرف موجود سکرین نمبر آٹھ پہ نظر ڈالی لیکن دوسرے
لمحے وہ اس بُری طرح اچھلا جیسے کرسی میں اچانک کیل اُبھر آئے ہوں۔

"کک ——— کک ——— کیا ——— یہ کیا ہے" ——— ؟ ڈاکٹر اسمتھ نے

حیرت کی شدت سے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں پھٹ
گئی تھیں اور وہ یوں یک ٹک سکرین کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے وہاں
دنیا کا نواں عجوبہ نظر آ گیا ہو۔

یہ کوئی عجیب سی گاڑی ہے جناب! ——— اچانک ہی نظر آنے
لگی ہے ——— دوسری طرف سے ڈربی کی آواز سنائی دی اس کے
لہجے میں بھی حیرت تھی۔

گاڑی ——— اور یہاں ——— یہ کیسے ممکن ہے ——— اوہ! لیکن یہ ہوا
کے ساتھ اُڑ کیوں نہیں رہی ——— یہ تو باقاعدہ چل رہی ہے" ——— ؟
ڈاکٹر اسمتھ اس طرح بول رہا تھا جیسے بچے کو کوئی جادو کا شعبدہ نظر آ گیا ہو
اور وہ بچگانہ انداز میں اس کے متعلق سوالات کر رہا ہو۔

"اسی بات پر تو میں خود حیران ہوں سر ——— میرے خیال میں یہ مکمل
طور پر پریشر لائننگ گاڑی ہے ——— اس لئے یہ ادھر اُدھر ڈول ضرور
رہی ہے۔ لیکن ہوا کا دباؤ اس پر نہیں پڑ رہا ——— اس لئے ہوا سے
اُڑ نہیں سکتی" ——— ڈربی نے کہا۔

"اوہ! ——— لیکن یہ کس طرح اندر آ گئی ——— اور پھر اس میں کون لوگ
ہیں ——— ڈاکٹر اسمتھ نے اپنے آپ کو ذرا سی حیرت کے جھٹکے سے سنبھالتے
ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں جناب! ——— میں نے ولیو ٹیپ پر اسے کلوز کرنے کی
کوشش کی ہے ——— لیکن اندر کچھ نظر نہیں آ رہا ——— بس یہ گاڑی
ادھر اُدھر دوڑتی پھرتی نظر آ رہی ہے ——— اب اس کے بارے میں
کیا حکم ہے" ——— ؟ ڈربی نے کہا۔

"حکم کیا ہو سکتا ہے ۔۔۔ اسے تباہ کر دو" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے لاشعوری طور پر کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے خود بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیا حکم دے رہا ہے۔

"تباہ کر دوں ۔۔۔ لیکن کیسے باس! ۔۔۔ ہم باہر تو نہیں جا سکتے ہمارے پاس ایسے کوئی آلات نہیں ہیں جن سے ہم اندر سے باہر کوئی چیز تباہ کر سکیں" ۔۔۔ ڈربی نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ پھر اسے یونہی چکرانے دو باہر ۔۔۔ ہم کیا کر سکتے ہیں" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس! ۔۔۔ جو لوگ اس طرح کی حیرت انگیز گاڑی بنا سکتے ہیں ۔۔۔ وہ لازماً پوری طرح تیار ہو کر آئے ہوں گے ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی آلے کے ذریعے ہمارا سنٹر ہی تباہ کر دیں" ۔۔۔ ڈربی نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ تمہاری بات ٹھیک ہے ۔۔۔ لیکن پھر ہم کیا کریں ۔۔۔ عجیب سی سچویشن ہے ۔۔۔ ایسی سچویشن تو میرے تصور میں بھی نہ تھی" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بری طرح الجھ گیا ہے۔

"ہاں! ۔۔۔ میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے ۔۔۔ ہم اس گاڑی کو سپاٹ نمبر تیرہ بند کر کے اندر کھینچ سکتے ہیں ۔۔۔ اور پھر جیسے ہی یہ اندر پہنچے ۔۔۔ اسے تباہ کیا جا سکتا ہے" ۔۔۔ ڈربی نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

سپاٹ نمبر تیرہ ۔۔۔ ارے ہاں! ۔۔۔ سپاٹ نمبر تیرہ کے نیچے بڑا کمرہ

ہے ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو کہ وہاں اسے اندر گھسیٹ لو۔ میں مسلح افراد کے ساتھ وہاں پہنچ جاتا ہوں ۔۔۔ پھر ہم انہیں آسانی سے سنبھال لیں گے" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ۔۔۔ البتہ مجھے انتظار کرنا پڑے گا تاکہ یہ گاڑی سپاٹ نمبر تیرہ کی حدود میں داخل ہو جائے" ۔۔۔ ڈربی نے جواب دیا۔

"اوکے! ۔۔۔ میں اس کی تباہی کے انتظامات کرتا ہوں" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور پھر اس نے جلدی سے کریڈل دبا کر ڈائل پر لگے ہوئے دو بٹن پریس کر دیئے۔

"یس ۔۔۔ ٹام اٹنڈنگ باس" ۔۔۔ دوسری طرف ایک آواز سنائی دی۔

"ٹام! ۔۔۔ فوراً اپنے آدمیوں کو لے کر سپاٹ نمبر تیرہ کے نیچے بڑے ہال کمرے میں پہنچ جاؤ ۔۔۔ تم سب نے مکمل طور پر مسلح ہونا ہے۔ اور ہوشیار رہنا ہے۔ ایک عجیب و غریب گاڑی صحرا میں گھومتی نظر آ رہی ہے ڈربی اس گاڑی کو کھینچ کر نیچے ہال میں پہنچائے گا ۔۔۔ میں کرنل ٹاڈ کو لے کے ابھی پہنچ رہا ہوں" ۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے تیز تیز لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا دفتر سے نکلا اور اسی طرح کافی رفتار سے دوڑتا ہوا مختلف راہداریوں سے گذر کر کرنل ٹاڈ کے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ گیا۔

اس نے وہاں پہنچتے ہی ہاتھ اٹھا کر زور زور سے دروازہ دھڑدھڑانا شروع کر دیا۔ تیز رفتاری سے دوڑنے کی وجہ سے اس کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔

"کون ہے" ۔۔۔ اندر سے کرنل ٹاڈ کی دھاڑتی ہوئی آواز آئی۔

میں ڈاکٹر اسمتھ ہوں کرنل! ۔۔۔ ایک عجیب و غریب سی گاڑی صحرا

میں گھومتی نظر آرہی ہے ——— میں نے اسے سنٹر کے اندر پہنچانے کا
حکم دے دیا ہے ——— تاکہ اُسے چیک کر کے تباہ کیا جا سکے ——— جلدی
آئیں" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے چیختے ہوئے کہا۔
"اوہ اچھا ——— میں آرہا ہوں" ——— کرنل ٹاؤ کی آواز سنائی دی۔ اور
ڈاکٹر اسمتھ بے چینی سے وہیں راہداری میں ہی ٹہلنے لگا۔
ایک دو منٹ تک جب دروازہ نہ کھلا تو ڈاکٹر اسمتھ نے ایک بار
پھر تیزی سے دروازہ دھڑ دھڑایا۔
"صبر کرو ——— موت کیوں آرہی ہے تمہیں" ——— اندر سے کرنل ٹاؤ
نے غراتے ہوئے کہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور کرنل ٹاؤ باہر
آگیا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔
"کہاں ہے وہ گاڑی" ——— کرنل ٹاؤ نے تیز لہجے میں کہا۔
"میرے ساتھ آئیے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور تیزی سے پلٹ
کر راہداری میں دوڑنے لگا۔
دو مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک لفٹ کے ذریعے
نیچے اترے اور پھر لفٹ کے رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر ایک اور چھوٹی
سی راہداری میں آگئے۔ اس راہداری کے دائیں بائیں دیواروں میں دو
لوہے کے بڑے بڑے دروازے تھے جن کے اندر سے مشینیں چلنے کی
آوازوں کا اس قدر شور تھا کہ جیسے وہ لوگ کسی بہت بڑے کارخانے میں
آگئے ہوں۔ لیکن ڈاکٹر اسمتھ، کرنل ٹاؤ کو ہمراہ لئے تیزی سے آگے
بڑھتا گیا۔
راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں ان

داخل ہوئے تو یہ ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا۔ جہاں چھ مشین گنوں سے مسلح
افراد کھڑے چھت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چھت کا ایک کافی بڑا
حصہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے اس حصے پر بے پناہ دباؤ پڑ رہا ہو۔ یہ
لرزش لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی
یکلخت گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی چھت کا وہ ٹکڑا
تیز سرسراہٹ کے ساتھ ہٹ گیا اور دوسرے لمحے وہی گاڑی جو ڈاکٹر
اسمتھ نے صحرا میں دوڑتی دیکھی تھی ایک زوردار دھماکے سے نیچے فرش
پر آگری۔ چھت چونکہ کافی اونچی تھی اس لئے نیچے گرنے کی وجہ سے
گاڑی کے کئی پرزے اور حصے ٹوٹ کر ادھر ادھر بکھر گئے اور وہ گاڑی
اچھل کر دوبارہ نیچے فرش پر گری اور ساکت ہو گئی۔ اسی لمحے اس کے اندر
سے ایک آدمی تیزی سے باہر آگرا۔
"خبردار اگر حرکت کی تو" ——— کرنل ٹاؤ نے چیختے ہوئے کہا اور
ساتھ ہی اس نے ایک آدمی کے ہاتھ سے مشین گن چھین کر آگرنے والے
آدمی کے سر سے لگا دی۔ لیکن وہ آدمی بے حس و حرکت پڑا رہا۔
چند لمحوں بعد جیپ میں سے کئی اور افراد باہر نکل آئے وہ نیچے
گر کر اس طرح فرش پر ڈھیر ہو گئے جیسے ان کے جسم بری طرح ٹوٹ
پھوٹ گئے ہوں۔ پہلے باہر گرنے والا اور بعد میں آنے والے سب
بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔
"انہیں باندھ لو ——— جلدی کرو" ——— کرنل ٹاؤ نے کہا اور ڈاکٹر
اسمتھ کے ساتھی ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے ایک ساتھی نے اپنی کمر
سے لٹکے ہوئے بیگ میں سے رسیوں کا ایک بڑا بنڈل نکالا اور چند ہی لمحوں

میں ان سب کو رسیوں سے مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔

"یہ تو ریت میں چلنے والی جیپ ہے —— اسے باقاعدہ سٹریم لائن کیا گیا ہے —— اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ باقاعدہ منصوبہ بندی سے آئے ہیں —— ٹھیک ہے —— ان سب کی اور جیپ کی مکمل تلاشی لو" —— کرنل ٹاڈ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اور پھر بندھے ہوئے افراد کی جیبوں میں موجود اسلحہ اور جیپ میں سے اسلحے کے کئی بیگ باہر نکال لیے گئے۔

"ارے یہ کارڈ —— ذرا دکھانا" —— کرنل ٹاڈ نے ایک آدمی کی جیب سے نکلنے والے کارڈ کی طرف عقاب کی طرح جھپٹتے ہوئے کہا۔ جسے ڈاکٹر اسمتھ کا ایک آدمی حیرت سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

"اوہ حیرت انگیز! —— انتہائی حیرت انگیز —— یہ تو بالکل میرے کارڈ کی نقل ہے" —— کرنل ٹاڈ کا چہرہ حیرت کی شدت سے بگڑنے لگا تھا۔ وہ کارڈ کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کسی عجوبے کو دیکھ رہا ہو۔

"یہ کس کی جیب سے نکلا ہے" —— کرنل ٹاڈ نے اس آدمی سے پوچھا جس کے ہاتھ میں سے اس نے کارڈ جھپٹا تھا۔

"اس کی جیب سے —— جو سب سے پہلے باہر نکلا تھا" —— اس آدمی نے ایک طرف پڑے ہوئے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کیا جس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

"ہوں! —— تو یہ لازماً وہی عمران ہے —— ٹھیک ہے —— اب میں دیکھوں گا کہ یہ کیسے میرے ہاتھوں سے زندہ بچ نکلتا ہے" —— کرنل ٹاڈ نے غرانے کے سے انداز میں کہا۔

اسی لمحے ان کے عقب میں دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک نوجوان دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"باس —— باس! —— وہ مریض غائب ہے —— ڈاکٹر موہتی کو ہلاک کر دیا گیا ہے" —— آنے والے نوجوان نے چیخ کر کہا اور اس کی بات سنتے ہی ڈاکٹر اسمتھ اور کرنل ٹاڈ اس بری طرح اچھلے کہ گرتے گرتے بچے۔

"کک —— کک —— کیا کہہ رہے ہو" —— ڈاکٹر اسمتھ نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"جناب! —— میں اپنی رپورٹ لینے ہسپتال گیا تو ڈاکٹر موہتی دروازے میں مردہ پڑا ہوا تھا —— اس کی پشت میں گولی لگی تھی جناب! —— مجھے مریض کا خیال آیا تو میں ادھر گیا —— لیکن وہاں کوئی بھی نہیں ہے —— نہ ڈاکٹر گاسکر —— اور نہ وہ مریض" —— نوجوان نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ! —— وہ کہاں گیا —— ڈاکٹر گاسکر کہاں گیا" —— ڈاکٹر اسمتھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ہی تھا کہ اچانک ایک بار پھر دور سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ سب چونک پڑے۔

اسی لمحے ایک اور نوجوان دوڑتا ہوا وہاں آیا۔

"باس! —— ڈاکٹر گاسکر اور راکی لنک ڈور کی راہداری میں مردہ پڑے ہوئے ہیں —— انہیں گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ہے" —— نوجوان نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اوہ! —— اس کا مطلب ہے کہ وہ مریض لازماً لیبارٹری میں داخل

ہو گیا ہے ـــــ سوئچ کی وجہ سے دروازہ کھلا تھا" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ان کو کسی محفوظ جگہ پر رکھو ـــــ ہمیں پہلے لیبارٹری کا پتہ کرنا ہو گا۔ زیادہ اہم ہے" ـــــ کرنل ٹاڈ نے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔

"انہیں بلیک روم میں پہنچا دو ـــــ اور ان کا خیال رکھنا" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کہا اور پھر اس نے بھی کرنل کے پیچھے دوڑ لگا دی۔

جیسے ہی وہ دونوں دوڑتے ہوئے دفتر کے دروازے پر پہنچے اندر سے فون کی گھنٹی کی تیز آواز سنائی دینے لگی۔ ڈاکٹر اسمتھ نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ـــ ہیلو ـــــ لیبارٹری سے ڈاکٹر رائنز بول رہا ہوں ـــــ سنتھ سے ایک پٹیوں میں لپٹا ہوا آدمی لیبارٹری میں داخل ہوا ہے۔ اُسے میگنٹ ریز سے کور کر لیا گیا ہے ـــــ ڈاکٹر ناٹسی سے بات کرائیں" دوسری طرف سے چیختے ہوئے کہا گیا۔

"ڈاکٹر ناٹسی بول رہا ہوں ڈاکٹر اسمتھ! ـــــ کیا تم فون اٹنڈ کرتے ہو" ـــــ ڈاکٹر ناٹسی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس سر! ـــ میں اسمتھ ہوں سر" ـــــ ڈاکٹر اسمتھ نے مودبانہ لہجہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کا لہجہ بھیک مانگنے والا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے سنٹر میں ـــــ تم لوگ کیا کر رہے ہو ـــــ یہ وہ کرنل! ـــ جو مجھ پر رعب جما رہا تھا ـــــ یہ پٹیوں میں لپٹا ہوا

آدمی کون ہے ـــــ یہ کیسے سنٹر میں آیا ـــــ اور کیسے یہ لیبارٹری میں داخل ہو گیا ـــــ مجھے جواب دو ـــــ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے" ـــــ؟ ڈاکٹر ناٹسی نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"میں کرنل ٹاڈ بول رہا ہوں ـــــ یہ ہسپتال کا ایک مریض ہے۔ جو اچانک ہوش میں آ کر تین افراد کو قتل کر کے لیبارٹری میں داخل ہوا ہے۔ اب اس کی کیا پوزیشن ہے ـــــ آپ اسے فوراً یہاں سنٹر میں واپس بھجوا دیں" ـــــ کرنل ٹاڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہسپتال کا مریض ـــ لیکن یہاں سنٹر میں یہ آیا کیسے ـــــ مجھے اس کی آمد کی کوئی رپورٹ نہیں دی گئی ـــــ کیوں ـــ آخر کیوں" ـــ بوڑھا ڈاکٹر ناٹسی غصے کی شدت سے حلق کے بل چیخ رہا تھا۔

"جناب! ـــ یہ لمبی کہانی ہے ـــ آپ سے اس کا تعلق نہیں ہے ـــ آپ اسے واپس بھجوا دیں۔ یا پھر ہم لوگ آ کر اسے لے جاتے ہیں" ـــــ کرنل ٹاڈ نے سخت لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے وہ اب ڈاکٹر ناٹسی کو اصل وجہ تو نہ بتا سکتا تھا کہ وہ فرض سے غافل ہو کر عیاشی میں مصروف رہا ہے۔

"نہیں! ـــ تم لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتے ـــــ ٹھیک ہے میں اسے واپس بھجوا رہا ہوں ـــــ لیکن میں صدر مملکت کو تمہاری اور ڈاکٹر اسمتھ کی نااہلی کی رپورٹ کر دوں گا ـــ سمجھے نانسنس!" ڈاکٹر ناٹسی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

ڈاکٹر اسمتھ کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ جیسے ہی ڈاکٹر ناٹسی نے صدر مملکت کو اس کی نااہلی کی رپورٹ کی۔ اس کا مستقبل مکمل طور

پر تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے تو تصور میں بھی نہ تھا کہ اس حالت کا مریض اتنا بڑا قدم بھی اٹھا سکتا ہے۔

"اس مریض کو اسلحہ کہاں سے ملا —— اوہ! میرا بیگ کہاں ہے" — کرنل ٹاڈ نے بات کرتے کرتے یکلخت چونکتے ہوئے پوچھا جیسے اسے اب اس بیگ کا خیال آیا ہو۔

"آپ کا بیگ —— اوہ! —— وہ تو ڈاکٹر ٹوھتی کے کمرے میں ہے میں نے اصول کے مطابق اسے وہاں چیکنگ کے لئے بھیجا تھا" —— ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"چیکنگ کے لئے —— کیا مطلب! —— ہسپتال میں اس بیگ کی چیکنگ ہوئی تھی" —— کرنل ٹاڈ نے غراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں سر! —— ڈاکٹر ٹوھتی صرف ڈاکٹر ہی نہیں۔ وہ سیکرٹ چیکنگ کرنے والی مشین کا بھی ماہر ہے —— اور یہاں آنے والی ہر چیز کی چیکنگ اسی کے فرائض میں شامل ہے" —— ڈاکٹر اسمتھ نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں —— تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بیگ یقیناً اس آدمی کے ہتھے چڑھ گیا ہو گا —— اوہ! یہ بہت برا ہوا —— اس میں تو میرا خاص قسم کا انتہائی قیمتی اسلحہ تھا" —— کرنل ٹاڈ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کرنا ہے سر! —— اب میرا کیریر تو ختم ہو گیا —— ڈاکٹر ٹاشی لازماً صدر مملکت کو رپورٹ کرے گا —— اور میں مفت میں ہی مارا جاؤں گا —— کاش! —— میں سویٹی کو نہ بلاتا تو لیبارٹری کا لنک تو وہ کسی صورت نہ کھل سکتا" —— ڈاکٹر اسمتھ نے ایسے انداز میں کہا جیسے

وہ انتہائی مایوس ہو گیا تھا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں —— جب میں یہاں موجود ہوں تو ساری ذمہ داری مجھ پر آئے گی —— اور میں خود اس سے نمٹ لوں گا —— ڈونٹ وری —— تم نے ان آدمیوں کو کہاں بھجوایا ہے۔ مجھے وہاں چھوڑ آؤ اور خود یہاں رکو —— جیسے ہی لیبارٹری سے اس آدمی کو بھیجا جائے —— تم اسے لے کر وہاں آجانا —— لیبارٹری کا دروازہ بند کرا دینا —— اس کے بعد میں جانوں اور یہ لوگ —— اب یہ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے" —— کرنل ٹاڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر! —— میں نے انہیں بلیک روم میں پہنچانے کے آرڈرز دیئے ہیں تاکہ وہ کسی صورت وہاں سے نکل نہ سکیں۔ آئیے" —— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور پھر وہ کرنل ٹاڈ کو ہمراہ لئے تیزی سے دفتر سے نکل آیا۔ کرنل ٹاڈ کے تسلی دینے سے اس کی مایوسانہ حالت میں خاصی کمی آگئی تھی۔

صفدر کو ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جا کر ایک ستون سے باندھ دیا گیا اور دو مسلح افراد وہیں رک گئے۔ جبکہ باقی وہاں سے باہر چلے گئے۔ صفدر کا جسم اسی طرح بے حس و حرکت تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد اچانک اس کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک اور آدمی تھا جو بڑے مؤدبانہ انداز میں چل رہا تھا۔ اس بوڑھے کے اندر داخل ہوتے ہی کمرے میں موجود مسلح افراد بھی مؤدب ہو گئے۔

"ہوں! ـــ تو یہ ہے وہ آدمی ـــ لیکن اس کے پورے جسم پر پٹیاں کیوں بندھی ہوئی ہیں" ـــ بوڑھے آدمی نے غور سے صفدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں ڈاکٹر! ـــ بس یہ اسی حالت میں اندر داخل ہوا تھا۔ ہم نے الارم ملتے ہی میگنٹ ریز آن کر دیں اور یہ بے بس ہو گیا ـــ تب

کے بعد ہم نے اسے انجکشن لگایا اور یہاں لے آئے۔ اب یہ بے حس و حرکت ہے" ـــ ڈاکٹر کے پیچھے آنے والے نے جواب دیا۔

"ہوں! ـــ ٹھیک ہے ـــ اسے اسی طرح اٹھا کر واپس سنٹر پہنچا دو ـــ اور پھر لیبارٹری کا لنک ڈور بند کر دو ـــ میں صدر مملکت سے بات کرتا ہوں" ـــ بوڑھے ڈاکٹر نے چیختے ہوئے کہا۔

"یس ڈاکٹر! ـــ جو حکم ـــ ویسے ڈاکٹر! ـــ اگر آپ اس سے اپنے طور پر پوچھ گچھ کر لیں تو میرا خیال ہے کہ اصل بات پتہ لگ جائے گی کہ آخر یہ سنٹر میں کیسے پہنچ گیا ـــ مجھے تو یہ ڈاکٹر اسمتھ اور کرنل ٹاڈ دونوں ہی غدار لگتے ہیں ـــ ورنہ یہ آدمی کسی صورت سنٹر کے اندر داخل نہیں ہو سکتا ـــ کوئی ذریعہ ہی نہیں" ـــ اس آدمی نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں! ـــ تمہاری بات درست ہے ـــ مجھے تو اس کا خیال بھی نہ آیا تھا ـــ ہاں واقعی! ـــ یہ آدمی تو کیا ـــ کوئی مکھی بھی سنٹر میں داخل نہیں ہو سکتی ـــ اور کرنل ٹاڈ اور ڈاکٹر اسمتھ نے خاص طور پر فون کر کے لنک ڈور کھلوایا تھا تاکہ اسے لیبارٹری میں داخل کیا جا سکے۔ ہوں! ـــ ٹھیک ہے ـــ یہ لوگ غدار ہیں ـــ مجھے خود اس بات کی تہہ تک پہنچنا ہو گا کہ آخر سنٹر میں کیا ہو رہا ہے" ـــ بوڑھے ڈاکٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کی دھندلی سی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی جو صفدر نے آتشی شیشوں جیسی عینک کے پیچھے سے بھی بخوبی محسوس کر لی تھی۔

"اسے ٹھیک کر دو ـــ یہ بندھا ہوا تو ہے۔ حرکت تو نہیں کر سکتا"

بوڑھے ڈاکٹر نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد صفدر کو غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔

" ویسے بھی سر! ——— یہ مجھے شدید زخمی لگتا ہے ——— ورنہ عام طور پر پٹیاں کوئی نہیں باندھتا ——— اور جس طرح اس کے جسم سے یہ پٹیاں بندھی ہوئی ہیں ——— ایسے انداز میں تو پٹیاں ڈاکٹر ہی باندھ سکتے ہیں " ——— اس آدمی نے جواب دیا۔

" باتیں کم کرو ——— تم بولتے بہت ہو ——— ڈاکٹر رائز! اسے ٹھیک کرو۔ تاکہ میں اس سے اصل بات اگلواؤں ——— میرے پاس پہلے ہی وقت کی کمی ہے اور اوپر سے یہ مصیبت آن پڑی ہے ——— اور سنو! لنک ڈور بند کرا دو تاکہ وہ غدار ادھر نہ آجائیں " ——— ڈاکٹر ناٹسی نے تیز لہجے میں کہا۔

" یس باس " ——— ڈاکٹر رائز نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

" سنو مسٹر! ——— تمہاری زبان ضرور بے حس ہو گئی ہے ——— لیکن تم سن تو سکتے ہو ——— سنو! ——— مجھے سچ سچ سب کچھ بتا دینا ——— میرے پاس ضائع کرنے کے لئے بالکل وقت نہیں ہے ——— ورنہ میں تمہیں عبرت ناک انداز میں ہلاک بھی کر سکتا ہوں " ——— بوڑھے ڈاکٹر نے ڈاکٹر رائز کے جانے کے بعد چیختے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

صفدر ظاہر ہے سن سکتا تھا۔ نہ حرکت کر سکتا تھا نہ بول سکتا تھا۔ ویسے اسے اپنی خوش قسمتی پر یقین نہ آرہا تھا کہ اس بوڑھے نے اسے پہلے ٹھیک کرنے کا کہا تھا۔ اس طرح کم از کم وہ جدوجہد کرنے کے [illegible]

تو ہو سکتا تھا۔ ورنہ ایسی حالت میں تو ایک لاش اور اس میں کوئی فرق نہ تھا اور اس حالت میں تو ایک بچہ بھی سپر ایجنٹ کو ہلاک کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر رائز اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی۔ جس میں سرخ رنگ کا مادہ بھرا ہوا تھا۔

" لگاؤ انجکشن ——— جلدی کرو ——— تم نے پہلے ہی بہت دیر لگا دی ہے ——— اور ہاں سنو! ——— اگر یہ شخص کچھ نہ بتائے تو پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا " ——— بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔ ظاہر ہے وہ ایک سائنسدان تھا اس لئے بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی۔

" لنک ڈور بند کرانے میں دیر ہو گئی سر ——— ویسے ایسی حالت میں اس پر تشدد کیا جائے گا " ——— ڈاکٹر رائز نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تشدد ——— اوہ نہیں ——— یہ گھٹیا کارروائی ہے ——— تم ایسا کرو کہ اسے انجکشن لگانے سے پہلے میری لیبارٹری سے پی سکس کا انجکشن تیار کر کے لے آؤ ——— اگر یہ کچھ نہ بتائے گا تو میں اسے پی سکس انجکشن لگا دوں گا ——— پھر یہ خود بخود مر جائے گا " ——— بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔

ڈاکٹر رائز نے ہاتھ میں پکڑا ہوا انجکشن ایک اور آدمی کے ہاتھ میں پکڑایا اور خود تیزی سے واپس مڑ گیا۔

" تم نے سن لیا ہو گا ——— لیکن میں تمہیں پی سکس کے متعلق بتا دوں کیونکہ تم سائنسدان تو نہیں ہو ——— پی سکس انجکشن سائنائیڈ زہر سے تیار کیا جاتا ہے اور سائنائیڈ میں تو یہ ہوتا ہے کہ جیسے ہی وہ تمہارے خون میں شامل ہوا تمہاری

فوری موت واقع ہو جائے گی ۔۔۔ لیکن پی سکس کی موت انتہائی عبرتناک
موت ہے ۔۔۔ اس کے خون میں شامل ہونے کے بعد تمہارے جسم
کی ایک ایک رگ پھٹ جائے گی ۔۔۔ تمہارے جسم کے روئیں روئیں
بال بال سے خون فوارے کی صورت میں نکلنے لگے گا ۔۔۔ تم کتے سے
بھی بدتر حالت میں سسک سسک کر جان دے دو گے ۔۔۔ اس
لئے بہتر ہے کہ تم سب کچھ بتا دینا" ۔۔۔ بوڑھے ڈاکٹر نے صفدر کو
سمجھاتے ہوئے کہا۔

اس بار ڈاکٹر رائز جلد ہی واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں جو سرنج تھی اس
میں سیاہ رنگ کے مادے کی بالکل معمولی سی مقدار موجود تھی۔

" یہ پی سکس مجھے دے دو ۔۔۔ اور اسے پہلے والا انجکشن لگا دو " ۔
بوڑھے ڈاکٹر نے ڈاکٹر رائز سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈاکٹر رائز نے مؤدبانہ
انداز میں پی سکس انجکشن بڑے محتاط انداز میں بوڑھے ڈاکٹر کو دے دیا
ویسے بھی پی سکس انجکشن کی سوئی پر کیپ چڑھی ہوئی تھی۔ لیکن اس
کے باوجود بوڑھا ڈاکٹر اسے اس طرح پکڑے ہوئے تھا جیسے وہ
کسی خوفناک بیماری کے جراثیم ہوں۔

ڈاکٹر رائز نے دوسرے آدمی سے پہلے والا انجکشن لیا۔ اس کی کیپ
ہٹائی اور پھر آ کر اس نے بندھے ہوئے صفدر کے بازو میں اس کی
سوئی گھونپ دی۔ لیکن سوئی کے چبھنے کا صفدر کو معمولی سا احساس
بھی نہ ہوا۔

سرخ سیال جب صفدر کے جسم میں انجیکٹ ہو گیا تو ڈاکٹر رائز نے
سوئی نکالی اور اس پر دوبارہ کیپ چڑھا کر اسے ایک طرف موجود چھوٹے

سے ڈرم میں اچھال دیا۔

انجکشن لگنے کے تقریباً دو منٹ بعد صفدر کو اچانک محسوس ہونے لگا
کہ جیسے وہ زندہ ہو رہا ہو۔ اس کے جسم میں احساسات دوبارہ پیدا ہونے
لگ گئے اور چند لمحوں بعد وہ اپنے جسم کو مکمل طور پر حرکت دینے میں قادر
ہو گیا تھا۔ صفدر کے دونوں ہاتھ اس کے جسم کے ساتھ ہی تھے۔ البتہ ان
لوگوں نے رسی سے اس کے پورے جسم کو ستون کے ساتھ باندھا ہوا تھا
اور رسی کی گانٹھ ستون کے عقبی طرف دی گئی تھی۔

" جناب ۔۔۔ آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں ۔۔۔ آپ سائنسدان
ہیں ۔۔۔ میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں ۔۔۔ آپ یقین کریں کہ جو
کچھ آپ پوچھیں گے۔ میں سچ سچ بتا دوں گا" ۔۔۔ صفدر نے بڑے مؤدبانہ
لہجے میں کہا۔

" گڈ ۔۔۔ ویری گڈ ۔۔۔ تم واقعی سمجھدار آدمی ہو ۔۔۔ تو بتاؤ تم درحقیقت
کون ہو ۔۔۔ ؟ سنٹر میں کیسے پہنچے ۔۔۔ تمہارے سارے جسم پر یہ پٹیاں
کیوں بندھی ہوئی ہیں ۔۔۔ ؟ اور تم لیبارٹری میں اسلحہ سمیت کیوں داخل
ہونا چاہتے تھے ۔۔۔ ان سب سوالوں کے سچ سچ جواب دو" ۔۔۔ ؟
بوڑھے ڈاکٹر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" سر ۔۔۔ میں آپ کو پوری حقیقت بتا دوں گا ۔۔۔ یہ ایک بہت
بڑا راز ہے ۔۔۔ لیکن سر ۔۔۔ ملکی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بات
صرف آپ کو ہی بتائی جا سکتی ہے ۔۔۔ آپ اس ملک کے سب سے
بڑے سائنسدان ہیں اس لئے آپ تو ہر لحاظ سے قابل اعتبار آدمی ہیں
لیکن یہ بات ایسی ہے کہ اگر یہ لیک آؤٹ ہو گئی تو پھر یوں سمجھئے کہ پورا

ایکریمیا بھی تباہ ہو سکتا ہے ـــــ اس لئے آپ ان سب کو باہر بھجوا دیں مجھ سے نہ گھبرائیں ـــ میں تو بندھا ہوا ہوں ـــــ دوسرا آپ کے ہاتھ میں یہ زہریلا انجکشن بھی موجود ہے اس لئے میں آپ اکیلے کا کیا بگاڑ سکتا ہوں" ـــــ صفدر کا لہجہ اس قدر مودبانہ تھا جیسے وہ اس بوڑھے ڈاکٹر کے مقابلے میں انتہائی حقیر ترین انسان ہو۔

"اوہ اچھا ـــ اچھا ٹھیک ہے ـــــ ڈاکٹر رائز ـــ تم ان سب آدمیوں کو لے کر باہر چلے جاؤ" ـــــ بوڑھے ڈاکٹر نے سر ہلاتے ہوئے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"مگر ڈاکٹر نالشی ـــــ" ڈاکٹر رائز نے ہچکچاتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"جو میں کہہ رہا ہوں ـــ وہ کرو۔ سمجھے" ـــــ بوڑھے ڈاکٹر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر" ـــــ ڈاکٹر رائز نے کہا اور دوسرے آدمیوں کو باہر چلنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جب ڈاکٹر رائز سمیت سب لوگ باہر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا تو ڈاکٹر نالشی صفدر سے مخاطب ہوا۔

"ہاں اب بتاؤ ـــ کیا راز ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی کے لہجے میں شدید اشتیاق کی کیفیت تھی۔

"میرے قریب آجائیے ـــــ یہ راز ایسا ہے کہ میں اپنے آپ سے بھی چھپانے پر مجبور ہوں ـــــ لیکن آپ جیسی عظیم ہستی سے تو بہرحال اسے نہیں چھپایا جا سکتا" ـــــ صفدر نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں کہا۔

اور ڈاکٹر نالشی جو ایک بڑا سائنسدان تو ضرور تھا لیکن ظاہر ہے مجرموں یا ایجنٹوں کی دنیا سے اس کا کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔ وہ تیزی سے بڑھتا ہوا صفدر کے قریب آگیا۔ اس کے لئے شاید اتنا اطمینان ہی کافی تھا کہ صفدر رسیوں سے بندھا ہوا ہے۔ ویسے رسیاں اس طرح بندھی ہوئی تھیں کہ صفدر کو ہاتھ ہلانے بھی دشوار ہو رہے تھے۔

"سر ـــــ ایکریمیا میں ایک خوفناک سازش ہو رہی ہے ایکریمیا کو مکمل طور پر تباہ کرنے کی ـــــ اور یہ سازش روسیاہ کر رہا ہے ـــ اسے ـــ اوہ ـــ اوہ ـــــ" یکلخت بات کرتے کرتے صفدر تکلیف کی شدت سے کراہ اٹھا۔

"کیا ہوا" ـــــ ڈاکٹر نالشی جو آنکھیں پھاڑے صفدر کی بات سن رہا تھا بری طرح چونک پڑا۔

"سر ـــ میں شدید زخمی ہوں ـــــ اور رسیاں اس قدر کس کر باندھی گئی ہیں کہ میرے زخموں کو کاٹ رہی ہیں ـــــ مجھے سانس لینا بھی دشوار ہو رہا ہے ـــــ اگر آپ انہیں تھوڑا سا ڈھیلا کر دیں تو آپ کی مہربانی ہو گی ـــ یقین جانیں نہ میں مجرم ہوں اور نہ ایکریمیا اور آپ کا بدخواہ" ـــــ صفدر نے عاجزانہ لہجے میں کراہتے ہوئے کہا۔

"ہوں ـــ ٹھیک ہے ـــ تم زخمی ہو ـــ ٹھیک ہے میں ڈھیلی کر دیتا ہوں رسی ـــــ لیکن یہ سن لو کہ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو پلک جھپکنے میں پی سکس کی سوئی تمہارے جسم میں چبھ جائے گی" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سر ـــ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کوئی غلط حرکت نہ کروں گا۔

اور جو راز میں آپ کو بتانے والا ہوں ـــــ اس کے بعد آپ ایکریمیا کے
سب سے بڑے محسن کہلائیں گے" ـــــ صفدر نے اس کی خوشامد
کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ ٹھیک ہے" ـــــ ڈاکٹر نالٹی نے کہا اور پھر
اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا انجکشن تو ایک طرف رکھا اور خود وہ گھوم کر ستون
کے عقب میں آگیا اور پھر جھک کر اس نے گانٹھ کھولنے کی کوشش شروع
کر دی۔

صفدر دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ بوڑھا ڈاکٹر کسی طرح خود ہی
گانٹھ کھولنے میں کامیاب ہو جائے۔ کہیں وہ کسی اور کو نہ بلالے۔ اور
پھر شاید اس کی دعا قبول ہو گئی اور یکلخت رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں۔

جیسے ہی صفدر کو رسیاں ڈھیلی ہونے کا احساس ہوا اس نے یکلخت
اپنے پورے جسم کا زور آگے کی طرف کر دیا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے پیچھے
ہٹا تو رسیاں کافی ڈھیلی پڑ گئیں۔

"ارے کیا کر رہے ہو ـــ بے حس و حرکت کھڑے رہو" ـــــ
ستون کے عقب سے ڈاکٹر نالٹی نے چیختے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر" ـــــ صفدر نے کہا اور جلدی سے دونوں ہاتھ
ڈھیلی رسیوں سے باہر نکال لئے۔ اور پھر اس نے ایک رسی کو دونوں ہاتھوں
سے زور سے کھینچ کر آگے کر دیا۔ چونکہ ابھی تک پورے جسم پر رسیاں
بندھی ہوئی تھیں اس لئے صفدر فوری طور پر آزاد نہ ہو سکتا تھا۔ اگر
رسیاں اسی طرح رہیں تو ڈاکٹر نالٹی نے دوبارہ پیچھے گانٹھ دے دینی
اور اس کے ساتھ ہی صفدر نے وہ کھینچی ہوئی رسی بھی چھوڑ دی اور

بار پھر جسم کو زور سے آگے کی طرف کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ اس طرح اس
رسی نے اپنی جگہ پر جاتے ہوئے باقی رسیوں کو بھی کافی سے زیادہ ڈھیلا
کر دیا۔

"ہاں ـــ اب بتاؤ" ـــــ ڈاکٹر نالٹی نے گھوم کر دوبارہ صفدر کی
طرف آتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے صفدر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس
کی مڑی ہوئی انگلی کا ایک پوری قوت سے بوڑھے ڈاکٹر کی کنپٹی پر پڑا
اور ڈاکٹر چیختا ہوا اچھل کر فرش پر گرا۔ چند لمحے اس کا جسم تڑپتا رہا اور
پھر وہ ساکت ہو گیا۔

صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے رسیاں اور ڈھیلی کر کے ان کو گھما دیا
اور اب ستون کے عقب میں بندھی ہوئی گانٹھ سامنے آگئی اور صفدر
نے اسے برق رفتاری سے کھولا اور دوسرے لمحے وہ رسیاں ہٹا کر آزاد
ہو چکا تھا۔

وہ سب سے پہلے فرش پر پڑے ہوئے ڈاکٹر نالٹی کی طرف بڑھا
اسے خطرہ تھا کہ کہیں ڈاکٹر ہلاک نہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ وہ اب ڈاکٹر نالٹی
کو چارہ بنا کر وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور جب اس نے ڈاکٹر
نالٹی کی نبض دیکھی تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر اس نے جھک
کر پی سکس کا انجکشن اٹھایا اور اس کے بعد اس نے ڈاکٹر نالٹی کے چہرے
پر زور زور سے تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔

چند لمحوں بعد ڈاکٹر نالٹی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور صفدر
نے اسے گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کیا اور پھر اس کی

گردن کے گرد بازو ڈال کر اس نے پی سکس انجکشن کی سوئی اس کے سینے کے قریب رکھ دی۔

"دیکھو ڈاکٹر! — اگر تم نے ذرا بھی غلط حرکت کی تو پی سکس کی سوئی تمہارے جسم میں داخل ہو جائے گی" — صفدر نے غرا کر کہا۔

"اوہ — اوہ — اسے ہٹاؤ — اسے ہٹاؤ — اوہ! — تت — تت — یہ تو راز بتا رہے تھے" — ڈاکٹر نالٹی نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔ اس کا جسم اسی طرح ساکت تھا۔ کیونکہ سوئی جس انداز میں موجود تھی واقعی اگر ڈاکٹر ذرا سی بھی حرکت کرتا تو سوئی اس کے جسم میں داخل ہو جاتی۔

"سنو ڈاکٹر نالٹی! — اگر تم اپنی زندگی بچانا چاہتے ہو تو مجھے یہ بیگ لوٹا دو اسلحے سمیت — سمجھے" — صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔ اس نے گردن پر دباؤ بھی بڑھا دیا تھا۔

"اس سوئی کو ہٹاؤ — میں تمہیں بیگ منگوا دیتا ہوں" — ڈاکٹر نالٹی نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

"نہیں! — یہ سوئی ایسے ہی رہے گی — بہرحال بے فکر رہو۔ جب تک تم کوئی غلط حرکت نہ کرو گے — یہ تمہارے جسم سے دور ہی رہے گی" — صفدر نے سرد لہجے میں کہا اور پھر ڈاکٹر نالٹی کو گھسیٹتا ہوا کمرے کے دروازے کی سائیڈ میں لے آیا۔

"اب اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ بیگ اور مشین گن لا کر اس دروازے سے اندر پھینک دیں — کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ ورنہ میں ایک لمحے میں سوئی گھونپ دوں گا" — صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر رائز! — ڈاکٹر رائز! — دروازے کے باہر رہ کر میری بات

سنو" — ڈاکٹر نالٹی نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"یس ڈاکٹر! — میں موجود ہوں" — دروازے کے باہر سے ڈاکٹر رائز کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"اس آدمی کا بیگ کہاں ہے — وہ لے آؤ — اور سنو! بیگ کو دروازے کے اندر پھینک دو — خود مت آنا اندر — یہ مجھے انتہائی اہم راز بتا رہا ہے اور اس راز کا تعلق بیگ سے ہے — اور سنو! اس کی مشین گن بھی ساتھ ہی لے آؤ — اس کے دستے میں بھی راز کا حصہ موجود ہے — لیکن تم میں سے کسی نے اندر نہیں آنا — جلدی کرو۔ فوراً حکم کی تعمیل کرو" — ڈاکٹر نالٹی نے اپنی جان کے خوف سے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"یس ڈاکٹر! — ابھی حکم کی تعمیل کرتا ہوں" — ڈاکٹر رائز کی آواز سنائی دی۔ لیکن صفدر اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر رائز کا ذہن اس حکم سے الجھ گیا ہے۔

چند لمحوں بعد دروازہ ذرا سا کھلا اور بیگ اور مشین گن اندر آ پڑی مگر مشین گن اور بیگ کی حالت دیکھتے ہی صفدر سمجھ گیا کہ ان دونوں چیزوں کو خالی کر دیا گیا ہے۔

"یہ خالی ہیں — اسے کہو کہ تمام سامان اندر پھینکے ورنہ —" صفدر نے انتہائی آہستہ آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی سوئی کی نوک کو ڈاکٹر نالٹی کے جسم کے بالکل قریب کر دیا۔

"ڈاکٹر رائز! — بیگ کا سامان کہاں ہے — نانسنس — احمق اُلو! — وہ تم نے کیوں نکال لیا — اسی میں تو سب کچھ تھا۔ واپس

پھینکو اسے“ ——— ڈاکٹر نالشی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”مم — مم — مگر یہ تو اسلحہ ہے سر — خوفناک اسلحہ ——— نہیں سر — آپ ———“ ڈاکٹر رائز نے بری طرح الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اسے اندر بلاؤ“ ——— صفدر نے یکلخت ایک فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ ڈاکٹر رائز کی فطرت سمجھ گیا تھا۔ وہ بے حد چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ اور صفدر سمجھ گیا تھا کہ اس کی فوری ہلاکت ضروری ہے ورنہ یہ آدمی کسی بھی وقت پانسہ بدل سکتا تھا۔

”اندر آجاؤ“ ——— ڈاکٹر نالشی نے چیختے ہوئے کہا۔

”یس سر“ ——— باہر سے ڈاکٹر رائز کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے وہ بڑے محتاط انداز میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پستول موجود تھا۔

اسی لمحے صفدر نے پوری قوت سے ڈاکٹر نالشی کو ڈاکٹر رائز پر اچھال دیا اور وہ دونوں چیختے ہوئے ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے فرش پر جا گرے۔ چونکہ یہ ٹکراؤ اچانک تھا اس لئے لامحالہ پستول ڈاکٹر رائز کے ہاتھوں سے نکل کر ایک طرف جا گرا۔ اور دوسرے لمحے صفدر نے نہ صرف اچھل کر اسے اٹھایا بلکہ اس سے پہلے کہ ڈاکٹر رائز سنبھل کر اٹھتا صفدر پستول کا رخ اس کی طرف کر کے ٹریگر دبا چکا تھا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی گولی ٹھیک ڈاکٹر رائز کی پیشانی پر پڑی اور اس کی کھوپڑی سینکڑوں حصوں میں تقسیم ہو کر فرش پر بکھر گئی۔

”اوہ — اوہ! — یہ تم نے کیا کیا“ ——— ڈاکٹر نالشی جو کراہتا ہوا

اٹھ رہا تھا ڈاکٹر رائز کی یہ حالت دیکھ کر بری طرح کانپنے لگا۔

”یہ زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہا تھا ——— اور اگر تم نے بھی کوئی ایسی حرکت کی تو یہی انجام تمہارا بھی ہو سکتا ہے“ ——— صفدر نے سائلنسر لگے پستول کا رخ ڈاکٹر نالشی کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”مم — مم — مجھے مت مارو“ ——— ڈاکٹر نالشی نے بری طرح گھبرا کر کہا۔ اس کا سکڑا ہوا چہرہ خوف کی شدت سے اور بھی زیادہ سکڑ گیا تھا۔

”سنو! — تمہاری لیبارٹری میں اور کتنے افراد ہیں“ ——— صفدر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”زیادہ نہیں ہیں ——— ڈاکٹر رائز کے علاوہ پانچ سائنسدان اور آٹھ محافظ ہیں ——— اور باہر رہائشی کوٹھیوں میں چھ عورتیں ہیں۔ بس“۔ ڈاکٹر نالشی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ان سب سائنسدانوں اور محافظوں کو تم ایک کمرے میں اکٹھا کرو گے یہ پستول میرے ہاتھ میں دبا رہے گا ——— تم نے مجھے اب اپنا دوست ظاہر کرنا ہے سمجھے! ——— میرے دوسرے ہاتھ میں انجکشن ہے ——— سوچ لو ——— جہاں مجھے محسوس ہوا کہ تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی ہے ——— میں نہ صرف گولی چلا دوں گا۔ بلکہ یہ سوئی بھی تمہارے جسم میں داخل ہو جائے گی“ ——— صفدر نے غراتے ہوئے کہا۔

”مم — مم — مگر تم چاہتے کیا ہو ———؟ یہ سن لو کہ تم مجھے مار تو سکتے ہو ——— لیکن اس لیبارٹری سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے ——— یہاں ایسا حفاظتی انتظام ہے جو ماسٹر کمپیوٹر سے چلتا ہے ——— اور میں خود

بھی ایک محدود حصے تک حرکت کر سکتا ہوں ـــــ سارا کام کمپیوٹر کے ذریعے ہی مشینوں سے لیا جاتا ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے کہا۔ وہ شاید اب خاصا سنبھل گیا تھا۔

"مجھے ریڈ ٹاک کا فارمولا چاہیے" ـــــ صفدر نے غرا کر کہا۔

"ریڈ ٹاک کا فارمولا ـــــ اوہ تو تم فارمولا لینے آئے ہو ریڈ ٹاک کا۔ وہ تو ناممکن ہے ـــــ جہاں فارمولا موجود ہے میں خود وہاں نہیں جا سکتا ـــــ اور نہ دنیا کا کوئی اور آدمی جا سکتا ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے کہا اور صفدر اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر نالشی درست کہہ رہا ہے۔

"کوئی بات نہیں ـــــ میں خود حاصل کر لوں گا ـــــ یہ میرا دردِ سر ہے میں تمہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم وہ کرو" ـــــ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ تمہاری مرضی ـــــ لیکن اس کے لئے مجھے اپنے دفتر میں جا کر جنرل میٹنگ کال کرنا ہو گی۔ آؤ" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے مطمئن انداز میں کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

دروازے سے باہر نکل کر وہ ایک راہداری میں آئے وہاں راہداری کے کونے پر مشین گنوں سے مسلح افراد موجود تھے۔ لیکن ڈاکٹر نالشی کو ساتھ دیکھ کر وہ مطمئن انداز میں کھڑے رہے۔

"میرا سامان پوچھو کہاں ہے" ـــــ صفدر نے سرگوشیانہ لہجے میں ڈاکٹر نالشی سے کہا۔

"سنو! ـــــ بیگ کا سامان کہاں ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے قریب

جا کر تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

"سر! ـــــ وہ ادھر پڑا ہے ـــــ ڈاکٹر صاحب نے نکال کر رکھا ہے" ـــــ ایک مشین گن بردار نے کہا۔

"اس بیگ میں ڈال کر مجھے دو ـــــ وہ بے حد ضروری ہے" ـــــ اس بار صفدر نے تیز لہجے میں کہا اور کاندھے سے لٹکا ہوا خالی بیگ اتار کر اس آدمی کی طرف اچھال دیا۔

اس آدمی نے ڈاکٹر نالشی کی طرف دیکھا تو ڈاکٹر نے سر ہلا دیا۔ وہ راہداری کے سرے پر رکے ہوئے تھے۔ وہ آدمی جلدی سے بیگ لے کر دائیں طرف گیا اور جب چند لمحوں بعد وہ دوبارہ نمودار ہوا تو بیگ واقعی بھرا ہوا تھا۔ صفدر نے ہاتھ بڑھا کر اس سے بیگ لے لیا۔

"یہ مشین گن مجھے دکھاؤ" ـــــ صفدر نے تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے وہ ہاتھ ڈاکٹر نالشی کے جسم کے بالکل قریب کر دیا جس میں سرنج پکڑی ہوئی تھی۔

"دے دو ـــــ دے دو ـــــ یہ اپنا آدمی ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔ اور اس آدمی نے بوکھلا کر مشین گن کاندھے سے اتار کر صفدر کی طرف بڑھا دی۔

صفدر ہاتھ میں پکڑا ہوا پسٹل ڈاکٹر نالشی کے جسم کی اوٹ لیتے ہوئے پہلے ہی بیگ میں ڈال چکا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین گن جھپٹی۔ اور پھر اس نے انجکشن بھی بیگ میں ڈالا اور مشین گن سیدھی کر لی۔

"ہاں! ـــــ اب چلیں ڈاکٹر" ـــــ صفدر نے کہا اور ڈاکٹر ہپناٹزم کے کسی معمول کی طرح آگے بڑھنے لگا۔

"تم لوگ دائیں طرف ہو جاؤ" ___ صفدر نے مشین گن برداروں سے کہا اور وہ تینوں تیزی سے دائیں طرف ہٹ گئے۔ ویسے ان سب کے چہروں پر ثبت حیرت اور بوکھلاہٹ صفدر کو نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی۔ ان سب کو اس سارے کھیل کی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ لیکن ظاہر ہے وہ ڈاکٹر نالشی کی وجہ سے خاموش تھے۔

جیسے ہی وہ دائیں طرف ہٹے، صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے ڈاکٹر کو ایک طرف دھکیلا اور ساتھ ہی اس نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی بارش نے ان تینوں افراد کو لٹو کی طرح گھما کر فرش پر پھینکا اسی لمحے صفدر کو دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر وہ بائیں طرف موجود ایک دروازے کی طرف دوڑنے لگا۔ کیونکہ ڈاکٹر نالشی کو دوڑ کر اس نے اس دروازے میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

ڈاکٹر نالشی نے واقعی موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اور جب تک صفدر گھومتا۔ وہ دوڑ کر قریبی دروازے میں داخل ہو چکا تھا۔

صفدر بجلی کی تیزی سے دوڑتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صفدر مشین گن سمیت اچھل کر دروازے کے اندر داخل ہوا تو کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نالشی غائب ہو چکا تھا۔ صفدر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

اسی لمحے صفدر کے عقب میں وہ دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا جس سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ دروازہ بند ہوتے ہی کمرے کا فرش بجلی کی سی تیزی سے نیچے جانے لگا۔ اچانک حرکت کی وجہ سے

صفدر لڑکھڑا کر نیچے فرش پر گر گیا۔ اور پھر جب تک وہ سنبھلتا۔ اس کے چاروں طرف ٹھوس دیواریں آ چکی تھیں۔ دروازہ غائب ہو چکا تھا۔ کمرے کا تیزی سے نیچے جاتا ہوا فرش اب رک گیا تھا۔ اور پھر اچانک چھت میں سے صفدر کو ایک آواز سنائی دی اور صفدر یہ آواز پہچان گیا۔ یہ ڈاکٹر نالشی کی آواز تھی۔

"تم بے حد خطرناک ___ سنگدل ___ اور عیار آدمی ہو ___ تم نے میرے کئی آدمی مار دیئے ہیں ___ ڈاکٹر رائز میرا بے حد قیمتی آدمی تھا ___ اس لئے اب تم موت سے نہیں بچ سکتے ___ میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا ___ تمہیں عبرتناک موت ماروں گا ___ اور تم چاہے کچھ بھی کر لو۔ اب موت سے نہیں بچ سکتے ___ تم نے مجھے بے حد نقصان پہنچایا ہے ___ تم نے ڈاکٹر ٹومھی اور ڈاکٹر گاسکر کو بھی موت کی نیند سلا دیا ہے ___ تم بے حد خطرناک آدمی ہو اور اب میں دیکھتا ہوں کہ تم کس طرح موت سے بچ نکلتے ہو" ___؟ ڈاکٹر نالشی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

"تم احمق ہو ڈاکٹر نالشی! ___ میرے بیگ میں جو کچھ موجود ہے۔ اس کے باوجود تم میری موت کی باتیں کر رہے ہو ___ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے بیگ میں اس وقت اس قدر خوفناک اور طاقتور بم موجود ہے ___ جو ایٹم بم سے بھی زیادہ طاقتور ہے ___ اور میری انگلی کے ایک اشارے سے وہ پھٹ جائے گا اور اس کے بعد میں نے تو بہرحال مرنا ہی ہے ___ لیکن یاد رکھو کہ تمہارے سمیت تمہاری پوری لیبارٹری ریزوں میں تبدیل ہو جائے گی ___ میں اسی

لئے تو بگ حاصل کرنے کے لئے بے چین تھا ـــــ تمہارا ڈاکٹر رائز تم سے زیادہ سمجھدار تھا۔ اسی لئے اس نے بگ میں سے سامان ہی نکال لیا تھا ـــــ مگر میں نے تمہاری مدد سے ہی وہ سامان دوبارہ حاصل کر لیا ہے ـــــ اب بولو! ـــــ مجھے مارنا چاہتے ہو ـــــ یا اپنے سمیت پوری لیبارٹری تباہ کرنا چاہتے ہو" ـــــ؟ صفدر نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں اس طرح فنا کر دوں گا کہ تم عبرت ناک موت مرو گے"۔ ڈاکٹر نالٹسی نے بڑے غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

صفدر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے جو داؤ کھیلا تھا اسے اب اس کے نتیجے کا انتظار تھا۔ وہ ڈاکٹر نالٹسی کے ذہن کو سمجھ چکا تھا۔ اس لئے اس نے یہ داؤ کھیلا تھا۔

صفدر کو معلوم تھا کہ اب ڈاکٹر نالٹسی پہلے اسے بیہوش کر کے اس سے بگ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا ـــــ اس کے بعد ہی بقیہ کارروائی کرے گا۔ وہ کسی طرح بھی لیبارٹری کو تباہ کرنے کا رسک نہیں لے گا جس کے ساتھ اس کی اپنی جان بھی ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

صفدر اب بڑی محتاط نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اور پھر اچانک اسے چھت کے ایک سوراخ سے ہلکی نیلے رنگ کی گیس کا بھبکا سا اترتا دکھائی دیا تو اس نے سانس روک لیا۔ گیس تیزی سے اب اندر آنے لگی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی صفدر نے اداکاری کا آغاز کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ اس کے گرنے کا انداز سو فیصد فطری تھا۔ لیکن اب اسے سانس روکنے میں خاصی مشکل

پیش آ رہی تھی۔ گیس مسلسل اندر آ رہی تھی۔ اس کی آمد میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی اور پھر یکلخت صفدر کے ذہن پر اندھیروں نے یلغار کر دی حالانکہ اس نے ابھی تک سانس روک رکھی تھی۔ لیکن شاید یہ گیس انتہائی زود اثر تھی کہ سانس روک لینے کے باوجود اس نے صفدر کے ذہن پر اثر انداز ہونا شروع کر دیا تھا۔

صفدر کے لئے یہ لمحات بے حد نازک تھے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اگر وہ بیہوش ہوا تو پھر اس دنیا میں تو اس کی آنکھیں کسی صورت نہ کھل سکتی تھیں اس لئے اس نے اپنی پوری قوت ارادی سے ان امڈتے ہوئے اندھیروں کو دھکیلنا شروع کر دیا۔ لیکن اس قدر دیر سے سانس رکنے کی وجہ سے اس کا سینہ پھٹنے کے قریب ہو گیا تھا۔ اور پھر اچانک جیسے غبارہ پھٹنے سے ہوا نکلتی ہے اس طرح یکلخت صفدر کا سانس سیٹی کی آواز سے باہر نکل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی صفدر کا ذہن یکلخت تاریک ہو گیا۔ شاید ہمیشہ کے لئے۔

جیپ ریت میں دھنستے دھنستے اچانک ایک خوفناک جھٹکے سے اس طرح گہرائی میں گئی جیسے وہ سینکڑوں فٹ گہرائی میں نیچے گر رہی ہو۔ اور پھر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور عمران اور اس کے ساتھیوں کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جسموں کے پرخچے اڑ گئے ہوں اور اس کے ساتھ ہی ان کے ذہنوں پر تاریکی سی چھا گئی۔

پھر درد کی تیز ترین لہر تھی جس نے عمران کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا اور آنکھیں کھلتے ہی اسے اپنے سامنے کرنل ٹاڈ کھڑا ہوا نظر آیا۔ کرنل ٹاڈ کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر تھا۔ جس کا آدھا سے زیادہ حصہ خون میں تر تھا اور اس سے اب بھی خون کے قطرے ٹپک کر فرش پر گر رہے تھے درد کی یہ تیز لہر عمران کو اپنے بازو سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا تو اس کے بائیں بازو پر زخم کا گہرا نشان موجود تھا۔ جس میں سے خون تیزی سے نکل رہا تھا۔ وہ اس وقت ایک ستون کے

ساتھ لوہے کی باریک زنجیر سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے باقی ساتھی بھی اسی طرح کی زنجیروں سے ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں بھی کلپ ہتھکڑیاں تھیں۔ اور پیروں میں بیڑیاں تھیں۔

"ہونہہ! —— تو تم ہو عمران! —— تم اب مجھے پہلے یہ بتاؤ گے کہ تم نے میرا بلیک ایجنٹ والا کارڈ کیسے جعلی بنا لیا۔ جب کہ حکومت ایکریمیا کے بڑے سے بڑے ماہرین بھی اسے نہیں بنا سکتے" —— کرنل ٹاڈ کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم کرنل ٹاڈ ہو بلیک ایجنٹ! —— اس کے باوجود تم گھٹیا درجے کے ایجنٹوں سے بھی بدتر انداز میں خنجر ہاتھ میں اٹھائے کھڑے ہو" —— عمران نے سرد اور خشک لہجے میں کہا۔

"میں اس خنجر سے تمہاری ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دوں گا" —— کرنل ٹاڈ نے سرد لہجے میں کہا اور دوبارہ خنجر ہاتھ میں پکڑے تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ عمران نے ہونٹ بھینچ لئے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ خنجر دوسری بار عمران کے بازو یا جسم میں اتارتا اچانک دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔

"کرنل —— کرنل —— ڈاکٹر ناٹسی نے لنک ڈور بند کر دیا ہے۔ وہ خود اس آدمی سے پوچھ گچھ کر رہا ہے —— میں نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی —— لیکن اس کے اسسٹنٹ ڈاکٹر رائن نے بتایا کہ وہ فی الحال ہم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا" —— آنے والے نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں اور چہرے پر بے پناہ پریشانی کے آثار تھے۔

"ہونہہ۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے کہ یہ ڈاکٹر ناٹسی اب سارا کریڈٹ خود لینا چاہتا ہے ۔۔۔ حالانکہ اُسے میرے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے اُسے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ میرے حکم کے خلاف کام کرے"۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"وہ ایکریمیا کا سب سے بڑا سائنسدان ہے کرنل ٹاڈ!۔۔۔ تم اس کے مقابلے میں کیا ہو۔۔۔ صرف ایک ایجنٹ"۔۔۔ عمران نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگانے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کی۔

"شٹ اپ!۔۔۔ میں پہلے اس اُلو کی دُم سائنسدان کا دماغ درست کر لوں ۔۔۔ پھر تم سے بھی نمٹتا ہوں"۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ ابھی جا کر اس سائنسدان کا گلا دبا دے گا۔

آنے والا ادھیڑ عمر بھی ہونٹ کاٹتا ہوا واپس مڑا اور پھر کرنل ٹاڈ کے پیچھے دوڑتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے دروازہ بند ہوتے ہی ایک طویل سانس لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ سب ہوش میں آ چکے تھے۔

"اب کیا کرنا ہے عمران صاحب"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"بہت مختصر سا وقفہ ملا ہے۔۔۔ اور اس وقفے میں ہر قیمت میں آزاد ہونا ہے"۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بازوؤں کو تیزی سے مروڑنا شروع کر

دیا۔ کلائیوں کو مخصوص انداز میں مروڑنے کے بعد اس کے انگوٹھے پر موجود ناخن کلپ ہتھکڑی کے درمیان بٹن تک پہنچ گیا اور پھر کٹک کی آواز سے اس کی کلائیاں آزاد ہو گئیں۔ اور کلپ ہتھکڑی نیچے فرش پر جا گری۔ اب صرف جسم سے بندھی ہوئی باریک زنجیر رہ گئی تھی۔ عمران نے اپنے بازوؤں کو آگے کی طرف حرکت دینے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن باریک زنجیریں بہت سختی سے باندھی گئی تھیں لیکن عمران کے بازو آہستہ آہستہ آگے ہوتے گئے۔ گو اُسے ایسا کرنے میں شدید تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ باریک زنجیر کی کڑیاں اس کے گوشت کو رگڑ کر کاٹ رہی تھیں۔ لیکن چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ بازوؤں کو آگے لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر عمران نے ہاتھوں کی گرفت میں آنے والی زنجیروں کو پکڑا اور پھر اس نے ہونٹ بھینچ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک زوردار جھٹکے سے مخالف سمتوں میں موڑ دیا۔ کٹاک کی تیز آواز ابھری اور زنجیر ٹوٹ گئی۔ لیکن عمران کے ہاتھوں سے خون رسنے لگا۔ زنجیر ٹوٹتے ہی عمران نے بجلی کی سی تیزی سے باقی زنجیر علیحدہ کر کے پھینکی اور پھر جھک کر اس نے کلپ ہتھکڑی کی طرح بیڑی کا بٹن دبا کر اسے بھی کھول دیا۔ اب وہ پوری طرح آزاد ہو چکا تھا۔

"خوب!۔۔۔ تم واقعی حیرت انگیز انسان ہو۔۔۔ کبھی کبھی تو مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ کیا تم واقعی انسان ہو یا کوئی جن"۔۔۔ جولیا نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

لیکن عمران اس کی بات کا کوئی جواب دینے کی بجائے تیزی سے دروازے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف بھی توجہ

نہ دی تھی۔

دروازہ آہستہ سے کھول کر عمران نے باہر جھانکا تو اس دروازے کے باہر مشین گن سے مسلح ایک نوجوان کھڑا نظر آیا۔ عمران نے دروازہ شور سے کھولا تو وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ عمران دروازے کی سائیڈ میں ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ نوجوان جیسے ہی مشین گن اٹھائے اندر داخل ہوا، عمران عقاب کی طرح اس پر جھپٹ پڑا۔ اور دوسرے لمحے وہ نوجوان بری طرح چیختا ہوا اچھل کر اس ستون کے قریب جا گرا۔ جس کے ساتھ پہلے عمران بندھا ہوا تھا۔ جبکہ مشین گن عمران کے ہاتھوں میں تھی۔ نوجوان نیچے گر کر تیزی سے اٹھا ہی تھا کہ عمران نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر لات جما دی۔ اور پھر وہ جیسے ہی چیختا ہوا نیچے گرا، عمران نے آگے بڑھ کر مشین گن کا دستہ پوری قوت سے اس کی کھوپڑی پر جما دیا۔ اور وہ نوجوان بری طرح تڑپتا ہوا ساکت ہو گیا۔

عمران نے مشین گن کو دوبارہ دستے سے پکڑا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ارے ہمیں تو کھولو ــــ کہاں جا رہے ہو" ــــ جولیا نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم بندھے رہنے کی عادت ڈال لو ــــ آخر تم نے نکاح کی زنجیر سے تو بندھنا ہے" ــــ عمران نے مڑے بغیر کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر راہداری میں آ گیا۔ وہ دراصل مشین گن استعمال نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے باہر کے ماحول کا علم نہ تھا اور بغیر مشین گن کے استعمال کئے وہ ان زنجیروں کو نہ توڑ سکتا تھا۔ اس لئے وہ مشین گن استعمال کرنے سے پہلے باہر کا ماحول چیک کر لینا چاہتا تھا۔

راہداری کے اختتام پر سیڑھیاں اوپر کو جا رہی تھیں۔ عمران تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چڑھتا گیا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر موجود دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے دروازے میں رک کر سر باہر نکالا تو اسے اسی ادھیڑ عمر آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی اور سے بات کر رہا تھا۔ عمران نے دیکھا کہ آواز قریب ہی ایک کمرے سے آ رہی تھی۔ عمران دبے پاؤں چلتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ کرنل ٹاڈ لاکھ کوشش کرے، لنک ڈور نہیں کھل سکتا ٹونی! جب تک ڈاکٹر ناٹسی نہ چاہے ــــ اور ڈاکٹر ناٹسی فون کا بھی جواب نہیں دے رہا ــــ اب ہم کیا کریں ــــ اس کرنل ٹاڈ نے تو ہمیں بری طرح مروا دیا ہے" ــــ ادھیڑ عمر آدمی کی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر اسمتھ! ــــ کیوں نہ ہم کرنل ٹاڈ کو ہی ختم کر دیں اور حکومت کو کہیں کہ وہ ان لوگوں سے لڑتے ہوئے مارا گیا ہے ــــ پھر ہم بندھے ہوئے ان لوگوں کو حکومت کے حوالے کر دیں گے ــــ اور لیبارٹری میں جانے والے آدمی کو بھی کرنل ٹاڈ کے کھاتے میں ڈال دیں کہ وہی اسے لے کر آیا تھا" ــــ دوسری آواز سنائی دی۔

"نہیں نہیں ــــ ایسا سوچنا بھی حماقت ہے ــــ وہ بلیک ایجنٹ ہے انتہائی خطرناک ــــ اگر اسے ذرا بھی شک پڑ گیا تو وہ ہمارا ہی خاتمہ کر دے گا" ــــ ادھیڑ عمر ڈاکٹر اسمتھ کی تیز آواز سنائی دی اور عمران اچانک دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر جاتے ہی اس نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا اور اس ادھیڑ عمر کے ساتھ موجود گٹھے ہوئے جسم

کا مالک گولیوں کی زد میں آکر بُری طرح چیختا ہوا فرش پر گر گیا۔

"خبردار!۔۔۔ ہاتھ اٹھا دو" ——— عمران نے مشین گن کا رخ ڈاکٹر اسمتھ کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

لیکن ڈاکٹر اسمتھ کی حالت ایسی تھی جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو اس کی آنکھیں پھٹ کر کانوں تک پہنچ چکی تھیں۔

"تت ۔۔۔ تت ۔۔۔ تم تو بندھے ہوئے تھے زنجیروں سے ——— ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے بُری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں ہاتھ اٹھا کر گھوم جاؤ ——— جلدی۔ ورنہ" ——— عمران نے بھیڑیئے کے سے انداز میں غراتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر اسمتھ اتنی تیزی سے گھوما کہ شاید لٹو بھی اس کی تیز رفتاری پر شرمندہ ہو جاتے اور عمران نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر مشین گن کا دستہ رسید کیا۔ ایک ہی وار ڈاکٹر اسمتھ کے لئے کافی ہو گیا اور وہ اوں کی آواز نکالتا ہوا دیوار سے ٹکرایا اور پھر پہلو کے بل فرش پر جا گرا۔ اس کا چہرہ خوف کی زیادتی سے مسخ ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر اسمتھ کے بیہوش ہوتے ہی عمران نے اس کے دفتر کی تلاشی لینی شروع کر دی اور چند لمحوں بعد وہ میز کی ایک دراز سے ایک ایسی فائل برآمد کرنے میں کامیاب ہو گیا جس میں سنٹر کی پوری تفصیل موجود تھی عمران نے سرسری طور پر اسے دیکھا اور پھر اسے تہہ کر کے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

اسی لمحے عمران کو باہر سے آتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تو

وہ تیزی سے اچھل کر دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

چند لمحوں بعد ہی کرنل ٹاڈ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا لیکن سامنے پڑی ہوئی ٹونی کی لاش دیکھ کر وہ وہیں دروازے میں ہی رُک گیا۔ عمران دروازے کی اوٹ میں سانس روکے کھڑا تھا۔ کرنل ٹاڈ چند لمحے دروازے میں کھڑا آہٹ لیتا رہا۔ لیکن عمران کے سانس روک لینے کی وجہ سے اُسے اندر عمران کی موجودگی کا احساس نہ ہوا۔ تو اس نے پہلے ایک بازو اندر کیا پھر دوسرا۔ اور پھر یکلخت اچھل کر اندر آ گیا۔

"بس اب ہاتھ اٹھا دو کرنل ٹاڈ" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے دروازے کی اوٹ سے نکلتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہوا جب اچانک مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں بلند ہوتی گئی۔ کرنل ٹاڈ نے واقعی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ عجیب انداز میں اچھلا تھا اور عمران اس کے اس داؤ کو فوری طور پر سمجھ ہی نہ سکا تھا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر اس دیوار سے جا ٹکرائی جس کی جڑ میں ڈاکٹر اسمتھ پڑا ہوا تھا۔

کرنل ٹاڈ نے مشین گن نکلتے ہی ہوا میں ہی الٹی قلابازی کھائی اور پلک جھپکنے میں وہ اس جگہ موجود تھا جہاں مشین گن گری تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ جھک کر مشین گن اٹھاتا، عمران کی لات حرکت میں آئی اور ایک کرسی اڑتی ہوئی کرنل ٹاڈ کے جسم کی طرف گولی کی طرح بڑھی۔ لیکن دوسرے لمحے کرسی کرنل ٹاڈ کی تھپکی کھا کر ایک طرف جا گری۔ اور کرنل ٹاڈ نے یکلخت پیر کی مدد سے مشین گن کو اوپر اچھالا اور جب تک عمران اس پر چھلانگ لگاتا، وہ مشین گن ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔

کرنل ٹاڈ کی پھرتی واقعی عمران جیسے آدمی کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہو رہی تھی۔

جیسے ہی مشین گن کرنل ٹاڈ کے ہاتھ میں آئی۔ عمران بھی اپنی فارم میں آگیا۔ اور اس نے بجلی کی سی تیز رفتاری سے اپنا دایاں ہاتھ کرنل ٹاڈ کی طرف جھٹکا اور کرنل ٹاڈ کے ہاتھ سے نہ صرف مشین گن نکل گئی بلکہ وہ چیخ مار کر پہلو کے بل ایک لمحے کے لئے جھکا۔ عمران کی کف میں موجود تیز دھار لیکن باریک پھل کا استرے نما چاقو اس کے ہاتھ کو ضرب لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران اچھلا اور درمیانی میز پر پیر رکھتا ہوا کسی عقاب کی طرح کرنل ٹاڈ سے جا ٹکرایا اور سنبھل کر سیدھے ہوتے ہوئے کرنل ٹاڈ کو ساتھ لیتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ لیکن کرنل ٹاڈ نے یکلخت اپنا گھٹنا موڑ کر عمران کو پوری قوت سے میز پر واپس دھکیل دیا۔ اور عمران پشت کے بل اس طرح میز پر گرا کہ اس کا آدھا اوپر والا جسم میز کی سطح پر اور آدھا نیچے لٹک رہا تھا۔ اور اس کے اوپر کرنل ٹاڈ آگرا۔ اور اس نے پوری قوت سے عمران کے جسم پر خوفناک انداز میں دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ چونکہ میز اور دیوار کے درمیان فاصلہ کافی تھا اس لئے عمران پیر دیوار سے لگا کر بھی اپنے جسم کو سیدھا نہ کر سکتا تھا۔ اسے پلک جھپکنے میں محسوس ہو گیا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ لازماً ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے اس نے پوری قوت سے اپنا سر اونچا کیا اور کرنل ٹاڈ اس کے داؤ میں آگیا۔ اس نے یہی سمجھا۔ عمران سر اونچا کر کے اسے ٹکر مارنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے جوابی طور پر اسے ٹکر مارنا چاہی اور عمران نے نہ صرف یکلخت سر نیچے میز کی طرف کیا

بلکہ بجلی کی سی تیزی سے اپنے جسم کو پوری قوت لگا کر موڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ کیونکہ ٹکر مارنے کے لئے کرنل ٹاڈ کو اپنا اوپر والا جسم ڈھیلا کرنے کے ساتھ ساتھ نچلے جسم کو ذرا سا پیچھے کرنا پڑا تھا۔ اور اس طرح عمران کے جسم پر پڑا ہوا اس کا بے پناہ دباؤ قدرے ہلکا پڑ گیا تھا اور یہی عمران چاہتا تھا۔ چنانچہ اس ہلکے دباؤ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنے جسم کو موڑنے میں نہ صرف کامیاب ہو گیا بلکہ اب صورت حال پہلے کے برعکس ہو گئی۔

اب کرنل ٹاڈ نیچے تھا اور عمران اس کے اوپر۔ کرنل ٹاڈ نے بھی نیچے آتے ہی عمران والا داؤ کھیلنا چاہا۔ لیکن ظاہر ہے عمران اتنی آسانی سے داؤ میں آنے والا نہ تھا۔ اس نے دوسرا کام کیا اور کرنل ٹاڈ کے پیروں پر پیر رکھ کر یکلخت اچھل کر دھم سے اس کے جسم پر گرا اور کرنل ٹاڈ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی عمران بھی اچھل کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔

کرنل ٹاڈ اس بری طرح تڑپا تھا کہ عمران کا توازن بگڑ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرنل ٹاڈ یکلخت قلابازی کھا کر میز کی دوسری طرف پہنچ گیا۔

"فرارمت ہونا کرنل ٹاڈ" —— عمران نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے وہ واقعی کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا کرنل ٹاڈ کے اوپر عین اس وقت جا گرا جب کرنل دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ کرنل ٹاڈ نے بجلی کی سی تیزی سے عمران کی دونوں پسلیوں میں اپنی کہنیاں مارنے کی کوشش کی۔ لیکن عمران کا پورا جسم کرنل ٹاڈ سے نہ ٹکرایا تھا بلکہ اس نے اس کی گردن میں بازو پہلے ڈالے تھے اور اس کا باقی جسم فضا میں ہی گھوم گیا۔

اور نتیجہ یہ کہ وہ کرنل ٹاڈ کو ساتھ لئے فرش پہ گرا اور پھر کرنل ٹاڈ یکلخت چیختا ہوا کسی گیند کی طرح فضا میں اچھلا اور عمران یکلخت اچھل کر کھڑا ہو گیا کرنل ٹاڈ اچھل کر اس کے سامنے ہی کھڑا تھا۔

"اور بھی جتنے داؤ آتے ہیں آزما لو کرنل"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں فنا کر دوں گا کمینے"۔۔۔۔۔۔ کرنل ٹاڈ نے بری طرح چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے عمران کے دائیں پہلو پر حملہ کیا۔ لیکن عمران ایسے داؤ جانتا تھا اس لئے وہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق کرنل ٹاڈ ہوا میں ہی بائیں طرف گھوم گیا۔ لیکن اس بار اس کے حلق سے انتہائی کربہہ چیخ نکلی۔ عمران کا ہاتھ یکلخت حرکت میں آیا تھا اور اس کا بھرپور مکہ کرنل ٹاڈ کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا تھا۔ یہ مکہ اس قدر طاقت ور تھا کہ کرنل ٹاڈ چیختا ہوا پہلو کے بل میز سے جا ٹکرایا۔

"بس بلیک ایجنٹ کو میں اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اچھل کر دونوں پیر کرنل ٹاڈ کی میز سے لٹکتی ہوئی ایک ٹانگ کے پیر پر رکھ دیئے اور کرنل ٹاڈ نے عمران کی توقع کے عین مطابق اسے پیچھے دھکیلنے کے لئے اس کے سینے میں دوسری لات مارنی چاہی کہ عمران نے اس کی لات پکڑی اور دوسرے لمحے کمرہ کرنل ٹاڈ کے حلق سے نکلنے والی خوفناک چیخوں سے لرزنے لگا۔ عمران نے اس کی دوسری ٹانگ پکڑ کر پوری قوت سے اپنے جسم کو میز کی طرف دوہرا کر لیا۔ اور کرنل ٹاڈ کی ٹانگ فضا میں اٹھتی ہوئی اس کے سر

کی طرف مڑ گئی۔ اور کھٹاک کی تیز آواز کے ساتھ ہی اس کے کولہوں کے جوڑ اکھڑ گئے۔ اور عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور کرنل ٹاڈ ریت کی خالی ہوتی ہوئی بوری کی طرح گھسٹ کر میز سے نیچے فرش پر آ گرا۔

"ہونہہ!۔۔۔۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ بلیک ایجنٹ کوئی سپر چیز ہو گی۔ اور اسے یقیناً مارشل آرٹ کے کارگر داؤ آتے ہوں گے۔۔۔۔۔۔ اس لئے میں نے تمہیں وقفہ بھی دیا کہ شاید تم کوئی نیا داؤ استعمال کرو اور اس طرح کم از کم میری معلومات میں ہی اضافہ ہو جائے۔۔۔۔۔۔ لیکن تم تو عام مارشل فائٹروں سے بھی نکمے ثابت ہوتے ہو"۔۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے حقارت آمیز لہجے میں فرش پہ پڑے ہوئے کرنل ٹاڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔ جس کا چہرہ بری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ اور وہ اس طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا جیسے ذبح ہوتی ہوئی بکری پیر چلاتی ہے۔

دوسرے لمحے کرنل ٹاڈ کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور میز کی سائیڈ سے گھوم کر اس نے سب سے پہلے تو مشین گن پر قبضہ کیا اور پھر اس نے جھک کر ڈاکٹر اسمتھ کو کاندھے پر لادا۔ ڈاکٹر اسمتھ ابھی تک بیہوش تھا۔

عمران ڈاکٹر اسمتھ کو کاندھے پر لادے کمرے سے نکلا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف بڑھ گیا جہاں اس کے ساتھی ابھی تک بندھے ہوئے تھے۔

کرنل ٹاڈ کو اس نے بیکار کر دیا تھا اس لئے اب فوری طور پر اس سے اسے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اب اگر کوئی خطرہ تھا تو صرف یہاں سنٹر کے آدمیوں سے۔ اور ڈاکٹر اسمتھ کی بات چیت سے وہ سمجھ گیا تھا کہ اس سنٹر

کا انچارج ڈاکٹر اسمتھ ہی ہے۔ دوسری بات جو اس کے ذہن میں تھی وہ لیبارٹری میں کسی غیر آدمی کی موجودگی تھی جس کے خلاف کرنل ٹاڈ اور ڈاکٹر اسمتھ دونوں پریشان تھے۔ لیکن یہ آدمی کون تھا۔ کیا یہ صفدر تھا یا کوئی اور چکر تھا۔ یہ بات اب وہ ڈاکٹر اسمتھ سے اگلوانا چاہتا تھا۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے تو دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ ڈاکٹر اسمتھ کی اندر موجودگی کی وجہ سے وہ اب فوری طور پر بیرونی خطرے سے محفوظ ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھی اسی طرح ستونوں سے بندھے کھڑے تھے۔

دروازہ بند کر کے عمران نے ڈاکٹر اسمتھ کو نیچے فرش پر لٹایا اور پھر اس نے مشین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے گولیوں کی بوچھاڑ جولیا کے جسم سے بندھی ہوئی زنجیروں کے اس حصے پر پڑی جو اس کے جسم سے گذر کر ستون کے عقب میں جا رہی تھیں۔ گولیوں نے پلک جھپکنے میں زنجیریں توڑ دیں اور پھر عمران نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں موجود کلپ ہتھکڑی بھی کھول دی۔

"بیڑی تم خود کھول لو" ——— عمران نے کہا اور پھر یہی اقدام اس نے باقی ساتھیوں کے ساتھ بھی کیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ سب آزاد ہو چکے تھے۔

اسی لمحے ڈاکٹر اسمتھ کے کراہنے کی آواز سنائی دی اور عمران تیزی سے اس کی طرف مڑ گیا۔

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ" ——— عمران نے اس کی طرف مشین گن سیدھی کرتے ہوئے غرا کر کہا اور ڈاکٹر اسمتھ جو ہوش میں آنے کے بعد حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا، ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"لیبارٹری میں کون گیا ہے ——— پوری تفصیل بتاؤ ——— اور یہ سن لو کہ تمہارا کرنل ٹاڈ بے کار ہو چکا ہے ——— میں نے تمہارے اس بلیک ایجنٹ کے کولہے کی ہڈیاں توڑ ڈالی ہیں ——— اور اگر تم بھی چیلنی ہونے سے بچنا چاہتے ہو تو سب کچھ سچ سچ بتا دو ——— میں تمہیں چھوڑ دوں گا ——— مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے ——— لیکن اگر تم نے جھوٹ بولا تو تم ———" عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں ڈاکٹر اسمتھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"مم ——— مم ——— مجھے مت مارو ——— میں بتا دیتا ہوں ——— میں سب کچھ بتا دوں گا ——— سب کچھ سچ سچ بتاؤں گا" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور پھر ڈاکٹر اسمتھ نے کرنل ٹاڈ کی آمد اور اس کے ہیلی کاپٹر کے انجن سے لپٹ کر اندر آنے والے آدمی کی حالت ——— اس کے علاج سے لے کر کرنل ٹاڈ کی سویٹی کے ساتھ عیاشی ——— اور پھر اس آنے والے آدمی کا ڈاکٹر ڈھتی۔ ڈاکٹر گاسکر اور ایک محافظ راکی کو قتل کرنے کے بعد لیبارٹری میں گھسنے اور وہاں گرفتار ہونے تک ساری تفصیلات عمران اور اس کے ساتھیوں کو لفظ بہ لفظ بتا دیں ——— اور پھر عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد کی تفصیلات بھی بتا دیں۔ اور عمران سمجھ گیا کہ یہ آدمی صفدر ہے۔ کم از کم صفدر کے زندہ ہونے کا ثبوت اسے مل چکا تھا اور فی الحال اتنا ہی اس کے لئے کافی تھا۔

"یہاں سنٹر میں تمہارے کتنے آدمی اور ہیں" ——— ؟ عمران نے پوچھا۔

"تقریباً ڈیڑھ سو آدمی ہیں ___ لیکن وہ سب مشینوں کے آپریشن سے تعلق رکھتے ہیں ___ مسلح محافظ صرف چار تھے جن کا انچارج ٹونی تھا جسے تم نے مشین گن کی گولیوں سے چھلنی کر دیا ہے" ___ ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر اسمتھ! ___ ہم نے لیبارٹری میں داخل ہونا ہے ___ بولو۔ داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے ___ سچ سچ بتانا ورنہ ___" عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"لیبارٹری میں داخلہ قطعی ناممکن ہے ___ ڈاکٹر نالسی کی اجازت کے بغیر رابطہ گیٹ نہیں کھل سکتا ___ اس گیٹ کی بناوٹ ایسی ہے کہ اس پر ایٹم بم بھی مار دیا جائے تب بھی یہ گیٹ نہیں ٹوٹ سکتا" ___ ڈاکٹر اسمتھ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے اس لڑکی سویٹی کا ذکر کیا تھا ___ جو تم نے لیبارٹری سے کرنل ٹاڈ کے لئے منگوائی تھی ___ وہ لڑکی کہاں ہے" ___؟ عمران نے اچانک پوچھا۔

"اوہ سویٹی! ___ ہاں سویٹی یہیں ہے ___ وہ ابھی تک کرنل ٹاڈ کے بیڈ روم میں ہے ___ لنک ڈور چونکہ بند ہو چکا ہے اس لئے وہ نہیں جا سکی" ___ ڈاکٹر اسمتھ نے چونکتے ہوئے کہا۔ حالات ہی ایسے پیش آ رہے تھے کہ اسے سویٹی کا بالکل خیال ہی نہ رہا تھا۔ اور اب عمران کے یاد دلانے پر وہ اسے یاد آئی تھی۔

"آؤ میرے ساتھ ___ میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیسے نہیں جا سکتی" ___ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر ڈاکٹر اسمتھ کو لئے وہ اپنے باقی ساتھیوں

سمیت چلتا ہوا ڈاکٹر اسمتھ کے دفتر میں پہنچا تو وہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ کرنل ٹاڈ وہاں موجود نہ تھا اور اس جگہ گھسنے کے آثار البتہ دروازے تک جاتے نظر آ رہے تھے۔

"یہ کرنل ٹاڈ کہاں گیا" ___؟ عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور اسی لمحے اُسے دوسری راہداری سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور وہ مزید چونک پڑا۔

"ایک طرف ہو جاؤ سب" ___ عمران نے چونکتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور خود اس نے ڈاکٹر اسمتھ کو بازو سے پکڑ کر دروازے کی اوٹ میں کر لیا۔

عمران کے باقی ساتھی بھی تیزی سے دروازے کی سائیڈ میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔

"خبردار! ___ اگر آواز نکالی تو ___" عمران نے غراتے ہوئے ڈاکٹر اسمتھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر اسمتھ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اسی لمحے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز دروازے کے سامنے ایک لمحے کے لئے رکی۔ مگر دوسرے لمحے وہ آواز تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

عمران نے اس آواز کے آگے بڑھتے ہی تیزی سے دروازے میں آ کر ادھر جھانکا جدھر آواز گئی تھی اور پھر باہر دیکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ کیونکہ اس نے راہداری میں مڑتے ہوئے کرنل ٹاڈ کو دیکھ لیا تھا۔ اور کرنل ٹاڈ اس طرح دوڑ رہا تھا جیسے

اس کے کولہے کے جوڑ اُترے ہی نہ ہوں۔

کرنل ٹاڈ جس طرف مڑا تھا اُدھر سے ہی عمران اور اس کے ساتھی ڈاکٹر اسمتھ سمیت آئے تھے۔ اور عمران سمجھ گیا کہ کرنل ٹاڈ انہیں تلاش کرنے کے لئے گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب عمران اور اس کے ساتھی نہ ملیں گے تو وہ واپس آئے گا۔

"اس کا خیال رکھنا ——— میں ابھی آیا" ——— عمران نے اپنے ساتھیوں سے ڈاکٹر اسمتھ کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر خود تیزی سے اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر کرنل ٹاڈ گیا تھا۔

عمران ابھی راہداری کے موڑ تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اچانک اُسے پیچھے دفتر والے کمرے سے اپنے ساتھیوں کی خوفناک چیخیں سُنائی دیں۔ یہ چیخیں ایسی تھیں کہ جیسے کوئی بلندی سے کسی گہرائی میں گرتے وقت چیختا ہے۔

چیخیں سنتے ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے واپس دوڑا۔ لیکن دوسرے لمحے یکلخت اس کے اپنے قدم لڑکھڑا گئے۔ اس کے قدموں میں موجود فرش لرزنے لگا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی تیز سرسراہٹ کی آواز کے ساتھ ہی یکلخت اس کے سامنے اندھے شیشے کی دیوار آ گئی۔ یہ اندھے شیشے کی دیوار اچانک فرش سے نکل کر چھت تک چلی گئی تھی۔ اور پھر ایسی ہی سرسراہٹ اُسے اپنے عقب میں بھی سنائی دی تو عمران تیزی سے پلٹا اور پھر ایک طویل سانس لے کر رُک گیا۔ کیونکہ ایسی ہی اندھے شیشے کی دیوار اس کے عقب میں بھی وجود میں آ گئی تھی۔ عمر ابھی طویل سانس لینے کے بعد اس کا منہ بند بھی نہ ہوا تھا کہ اچانک [illegible]

کے درمیان فرش یکلخت اس کے قدموں تلے سے سرک کر غائب ہو گیا۔ اور عمران منہ کے بل نیچے گہرائی میں گرتا چلا گیا۔

عمران نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ لیکن سنبھلتے سنبھلتے بھی اس کا جسم نیچے کسی انتہائی ٹھوس چیز سے ٹکرایا۔ یہ ٹکراؤ اس قدر شدید تھا کہ عمران کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کا پورا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر تاریکیوں نے مکمل غلبہ پا لیا۔

ڈاکٹر نالٹی نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے بٹن سے اپنا انگوٹھا ہٹا لیا۔ اور کٹک کی آواز کے ساتھ اندر دبا ہوا بٹن واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

"اوہ گاڈ! ـــ یہ نجانے کونسی مخلوق ہے ـــ بہرحال اب میں اسے بتاؤں گا کہ موت کسے کہتے ہیں" ـــ ڈاکٹر نالٹی نے کرسی کی پشت کی طرف ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے سامنے ایک بڑی سی مشین کی سکرین پر اس کمرے کا منظر ابھرا ہوا تھا جس میں وہ پٹیوں میں بندھا ہوا آدمی زمین پر ڈھیر ہوا پڑا تھا۔

"باس! ـــ اب اس کا کیا کرنا ہے" ـــ مشین کی سائیڈ میں کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے پوچھا۔

"تم پہلے تو یہ چیک کرو کہ کیا واقعی یہ بیہوش بھی ہوا ہے یا نہیں ـــ اب مجھے کسی چیز پر اعتماد نہیں رہا" ـــ ڈاکٹر نالٹی نے چونکتے

ہوئے کہا۔

"باس! ـــ اس قدر زیادہ گیس کے باوجود بھی یہ بیہوش نہ ہوا ہوگا یہ یہ کیسے ممکن ہے" ـــ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر ڈکسن! ـــ اس آدمی سے ملنے سے پہلے سب کچھ ناممکن تھا۔ لیکن اب مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سب کچھ ممکن ہو ـــ تم پہلے چیک کرو" ـــ ڈاکٹر نالٹی نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــ ڈاکٹر ڈکسن نے مشین کی طرف مڑتے ہوئے کہا اور اس نے مختلف بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد اس نے بٹن آف کر دیئے۔

"سر! ـــ یہ بیہوش ہے ـــ مکمل طور پر بیہوش ـــ میں نے چیک کر لیا ہے" ـــ ڈاکٹر ڈکسن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا! ـــ ٹھیک ہے ـــ اب ایسا کرو کہ تم دو آدمیوں کو ساتھ لے کر جاؤ ـــ اور اس آدمی کو وہاں سے نکال کر ریلیکس روم میں پہنچا دو میں اب کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا ـــ اور سنو! تم نے خود اس کے کاندھے سے لٹکا ہوا بیگ انتہائی احتیاط سے اٹھانا ہے ـــ اس میں یقیناً انتہائی خوفناک اسلحہ ہے ـــ بیگ تم یہیں لے آنا اور اس آدمی کو ریلیکس روم میں لے جا کر اس کے جسم سے ساری پٹیاں کھول کر اسے تابوت میں اچھی طرح بند کر دینا ـــ ہر کام احتیاط سے کرنا۔ یہ انتہائی خوفناک مخلوق ہے" ـــ ڈاکٹر نالٹی نے ڈاکٹر ڈکسن کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"شیشے کے تابوت میں سر! ـــ لیکن سر! اس میں تو یہ دم گھٹ کر ہی

مر جائے گا"۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ڈکسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم اس کے ساتھ آکسیجن لگا دینا ۔۔۔۔ میں نے اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے ۔۔۔۔ لیکن میں اسے اوپن جگہ پر رکھنا اب خطرناک سمجھتا ہوں"۔ ڈاکٹر نالٹسی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"سر! ۔۔۔ پھر تو اسے بیہوشی کے عالم میں ہی کیوں نہ گولی مار دی جائے اگر یہ انتہائی خطرناک ہے تو"۔۔۔۔ ڈاکٹر ڈکسن نے کہا۔

"تم صرف سائنسدان ہو ڈاکٹر ڈکسن! ۔۔۔ لیکن اب مجھے عقل آگئی ہے ۔۔۔ یہ کوئی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ میں نے پہلے تو صرف ان کے متعلق سنا تھا لیکن اب مجھے تجربہ ہو گیا ہے ۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی پٹیوں کے اندر یا ان پٹیوں میں بھی کوئی خاص چیز ہو گی ۔۔۔ ورنہ اگر یہ واقعی زخمی ہوتا تو اس قدر تیزی اور پھرتی نہ دکھا سکتا۔ اس لئے میں نے کہا کہ پٹیاں اتار دینا ۔۔۔۔ اور کھلی جگہ پر جیسے ہی اسے ہوش آیا اس نے پھر کوئی حیرت انگیز داؤ استعمال کر کے ہمیں لے ڈوبنا ہے اس لئے میں نے اسے تابوت میں بند کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ یہ وہاں سے فرار نہ ہو سکے اور نہ ہمارے خلاف کوئی حربہ اختیار کر سکے ۔۔۔۔ یہ وہاں مکمل طور پر بے بس ہو گا اور پھر اس تابوت کے ساتھ میں آکوٹک ٹی میشن لگا کر اس سے پوچھ گچھ کروں گا ۔۔۔۔ اس طرح اس کا باپ بھی اصل حالات بتانے پر مجبور ہو جائے گا"۔۔۔۔ ڈاکٹر نالٹسی نے تفصیل سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس"۔۔۔۔ ڈاکٹر ڈکسن نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈاکٹر ڈکسن کے جانے کے بعد ڈاکٹر نالٹسی اٹھا اور اس نے ایک کونے میں رکھے ہوئے وائرلیس فون کا رسیور اٹھایا اور اس کے مختلف بٹن پریس کرنے لگا۔

"یس سر ۔۔۔ جیرم اٹنڈنگ سر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"جیرم! ۔۔۔ مین لیبارٹری کا حفاظتی نظام ٹھیک کام کر رہا ہے نا"۔ ڈاکٹر نالٹسی نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر ۔۔۔ بالکل او۔کے ہے سر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جیرم کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ جیسے اسے ڈاکٹر نالٹسی کی یہ بات پوچھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"اس کا خاص خیال رکھنا ۔۔۔۔ اور تم اپنے کمرے کا دروازہ لاک رکھنا ۔۔۔ تاکہ اسے باہر سے نہ کھولا جا سکے"۔۔۔۔ ڈاکٹر نالٹسی نے ایک اور حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر ۔۔۔ جیسے آپ کا حکم ۔۔۔۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں باس کہ اس حکم کی وجہ کیا ہے"۔۔۔۔؟ جیرم نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"وجہ بعد میں بتائی جائے گی ۔۔۔۔ بہرحال اتنا سن لو کہ موسمیاتی سنٹر سے ایک خوفناک مجرم لیبارٹری میں داخل ہوا ہے۔ اور وہ اس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتا ہے ۔۔۔۔ میں نے اسے قابو تو کر لیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی چکر چلا دے ۔۔۔۔ اس لئے تم ہر لحاظ سے محتاط رہنا ۔۔۔ اوّل ایسا ہو گا تو نہیں۔ لیکن پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہے"۔۔۔۔ ڈاکٹر نالٹسی نے کہا۔ لیکن اب اسے خود اپنی بات پر شرمندگی

محسوس ہو رہی تھی کہ آخر اس نے ایسا حکم دیا ہی کیوں۔ ظاہر ہے وہ آدمی بیہوش پڑا تھا اور پھر شیشے کے تابوت میں بند ہو جانے کے بعد تو وہ ایک بے ضرر سا کیڑا بن جائے گا۔ لیکن شاید کسی لاشعوری خوف کی وجہ سے وہ جیرم کو کال کر بیٹھا تھا۔

"ٹھیک ہے سر ــــ آپ بے فکر رہیں" ــــ جیرم نے کہا۔

"اوکے" ــــ ڈاکٹر نالشی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ اور مڑ کر دوبارہ اسی مشین کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن سکرین پر اب وہ کمرہ خالی نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ڈاکٹر ڈکسن اس آدمی کو وہاں سے نکال کر لے جا چکا ہے۔ چنانچہ اس نے مشین بند کی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا تاکہ ریکیس روم میں پہنچ کر اس آدمی سے پوچھ گچھ کر سکے۔

مختلف راہداریوں سے گذرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نالشی جب اندر داخل ہوا تو اس وقت ڈاکٹر ڈکسن کے ساتھی اس آدمی کو شیشے کے تابوت میں بند کر کے آکسیجن سیٹ تابوت کے ساتھ فکس کرنے میں مصروف تھے۔ ایک طرف پٹیوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔

تابوت میں پڑے ہوئے آدمی کے جسم پر اب صرف زیر جامہ نظر آ رہا تھا۔ اس کا باقی جسم ننگا تھا۔

"باس! ــــ یہ شخص واقعی زخمی ہے ــــ اس کے پورے جسم کی کھال پھٹی ہوئی تھی اور اسی لئے اس پر پٹیاں باندھی گئی تھیں" ڈاکٹر ڈکسن نے ڈاکٹر نالشی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ! ــــ واقعی اس کے تو پورے جسم پر زخم ہی زخم ہیں جن پر دو

لگی ہوئی ہے ــــ اس کے باوجود نہ صرف یہ چل پھر رہا تھا ــــ بلکہ حیرت انگیز پھرتی اور چستی کا مظاہرہ بھی کر رہا تھا ــــ واقعی یہ بات انتہائی حیرت انگیز ہے" ــــ ڈاکٹر نالشی نے کہا۔ اس کے لہجے میں حقیقی حیرت تھی۔

"تابوت کے ساتھ آکوٹک۔ ٹی بھی فکس کر دو" ــــ ڈاکٹر نالشی نے کہا اور ڈاکٹر ڈکسن سر ہلاتا ہوا کونے میں پڑی ہوئی ایک مشین کی طرف بڑھ گیا جو ایک ٹرالی پر رکھی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ڈکسن نے ٹرالی گھسیٹی اور اسے تابوت کے ساتھ رکھ کر اس مشین کی سائیڈوں سے لٹکنے والی تاریں تابوت میں لگے ہوئے مختلف پوائنٹس پر ایڈجسٹ کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے مشین کی دوسری طرف کی تاریں دیوار میں نصب ایک بڑے سے سوئچ بورڈ کے مختلف پوائنٹس کے ساتھ ایڈجسٹ کیں اور پھر پیچھے ہٹ آیا۔

ڈاکٹر ڈکسن کے ایک ساتھی نے دو کرسیاں لا کر تابوت کے ساتھ رکھ دی تھیں اور ڈاکٹر ڈکسن اور ڈاکٹر نالشی دونوں ان کرسیوں پر بیٹھ گئے ٹرالی والی مشین میں سے منسلک تار کے ساتھ ایک عجیب و غریب ساخت کا مائیک لگا ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر ڈکسن نے ڈاکٹر نالشی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کے ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں میں سے ایک تو ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب کہ دوسرا اس ٹرالی مشین کے ساتھ رک گیا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ ڈکسن" ــــ ڈاکٹر نالشی نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس" ــــ ڈاکٹر ڈکسن نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر

تابوت کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جلدی سے تابوت کے ساتھ لگے ہوئے ایک سوئچ کو آن کر دیا۔ تابوت کے اندر ہلکے نیلے رنگ کی گیس پھیل گئی یہ گیس صرف چند لمحے نظر آتی رہی۔ اس کے بعد خود بخود غائب ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی تابوت میں لیٹے ہوئے آدمی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے سر کو ادھر ادھر گھما کر دیکھا اور پھر اس کی نظریں ڈاکٹر نالشی پر جم گئیں۔

"تم میری آواز سن رہے ہو ـــــ اب تم کسی صورت بھی بچ کر نہیں جا سکتے ـــــ میں نے تمہیں زندہ تابوت میں بند کر دیا ہے ـــــ اب تم میرے سوالوں کے جواب دینے پر مجبور ہو ـــــ ورنہ میں تمہیں کتے کی موت مرنے پر مجبور کر دوں گا" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے مائیک میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا اور آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں شاید غصے نے اس کا بلڈ پریشر بہت ہائی کر دیا تھا۔

"پلیز ڈاکٹر نالشی! ـــــ آرام سے بات کیجئے ـــــ آپ کا بلڈ پریشر بہت ہائی جا رہا ہے" ـــــ ساتھ بیٹھے ڈاکٹر ڈکسن نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

"تم نہیں جانتے ڈاکٹر ڈکسن! ـــــ اس شخص نے مجھے کس طرح بیوقوف بنایا ہے ـــــ مجھے اس کی شکل دیکھتے ہی غصہ آ جاتا ہے۔ میں تو اس کی بیہوشی میں ہی بوٹیاں اڑا دیتا ـــــ لیکن میں صرف اس سے اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ مجھے بتائے کہ یہ آخر کس طرح یہاں موسمیاتی سنٹر میں پہنچ گیا ـــــ اور موسمیاتی سنٹر میں اور کون کون غدار موجود ہے" ڈاکٹر نالشی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ایک غدار تو تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ڈاکٹر نالشی! ـــــ کیا تمہیں

یقین ہے کہ اس نے مجھے واقعی تابوت میں صحیح طرح سے بند کیا ہے، میں جب چاہوں آزاد ہو سکتا ہوں" ـــــ تابوت پر موجود مائیک سے اندر لیٹے ہوئے آدمی کی اطمینان بھری آواز سنائی دی اور اس بار ڈاکٹر نالشی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر ڈکسن بھی بری طرح اچھل پڑا۔

"کک ـــــ کک ـــــ کیا بکواس ہے ـــــ تت ـــــ تم کیا بکواس کر رہے ہو" ـــــ ڈاکٹر ڈکسن نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــــ یہ پھر کوئی نیا چکر چلانا چاہتا ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں ہی اچھل کر تیزی سے تابوت کی طرف بڑھے۔ ان کا انداز بے اختیارانہ تھا۔

"باس! ـــــ میں اس کی بوٹیاں اڑا دوں گا ـــــ اس نے مجھے غدار کہا ہے" ـــــ ڈاکٹر ڈکسن نے بری طرح ایک سوئچ کی طرف جھپٹتے ہوئے کہا۔

"خبردار! ـــــ رک جاؤ" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے بری طرح چیختے ہوئے کہا اور ڈاکٹر ڈکسن نے بڑی مشکل سے اس سوئچ کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ کو کنٹرول کیا۔

"مجھے تابوت کے پرلے حصے میں ایک دراڑ نظر آ رہی ہے" ـــــ ڈاکٹر نالشی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"سر! ـــــ یہ دراڑ نہیں ہے ـــــ تار کا سایہ ہے" ـــــ مشین کے پاس کھڑے ہوئے آدمی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"سایہ نہیں ـــــ سایہ نہیں ہو سکتا ـــــ تم سب مجھے بیوقوف سمجھتے

ہو ــــ ڈاکٹر نالسٹی کو" ــــــ ڈاکٹر نالسٹی نے غصے سے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔ اور وہ مائیک پھینک کر تیزی سے اچھل کر تابوت کی دوسری طرف آ گیا۔

"ارے ہاں! ــ یہ تو تار ہے ــــ لیکن یہ تار غلط فٹ ہے"۔ ڈاکٹر نالسٹی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے تار کا ساکٹ میں نصب پوائنٹ ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔ اس تار کے ساکٹ سے علیحدہ ہوتے ہی یکلخت ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی شیشے کے تابوت کے ہزاروں ٹکڑے فضا میں بکھر گئے اور کمرہ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

کرنل ٹاڈ کی آنکھیں کھلیں تو اس کے منہ سے بے اختیار کراہیں نکل گئیں۔ اس نے سر جھٹک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ عمران غائب تھا۔ کرنل ٹاڈ آہستہ آہستہ گھسٹتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا پورا جسم پسینے سے تر تھا۔ کولہوں کے جوڑ اکھڑ جانے کی وجہ سے اس کا نچلا جسم بے کار ہو گیا تھا۔ صرف اوپر والا جسم ہی حرکت کر سکتا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کے اندر خون کی بجائے گرم لاوا دوڑتا پھر رہا ہو۔ اس کی ایک ایک رگ پھٹ رہی تھی۔ لیکن وہ دانت بھینچے دروازے کی طرف گھسٹتا گیا۔

اسی لمحے اُسے دوسری طرف سے اونچی ایڑی کی ٹک ٹک سنائی دی اور پھر ایک موڑ مڑ کر سویٹی دروازے کے سامنے آ گئی۔

"سویٹی ــــ سویٹی پلیز" ــــ کرنل ٹاڈ نے بُری طرح ہانپتے ہوئے کہا۔

"اوہ کرنل! ــ تمہاری یہ حالت ــــ کیا ہوا ــــ یہاں کیا ہو رہا ہے۔

وہ لنک ڈور بھی بند ہے ـــــ وہاں بھی لاشیں پڑی ہوئی ہیں ـــــ ڈاکٹر احمق کہاں ہے ـــــ؟ سویٹی نے کرنل ٹاڈ کو دیکھتے ہی بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ـــــ گھبراؤ نہیں ـــــ سنٹر میں دشمن گھس آئے ہیں ـــــ ایک کام کرو۔ مجھے گھسیٹ کر اس بیڈ روم میں لے چلو۔ میرے کولہوں کا جوڑ اکھڑ گیا ہے ـــــ میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں گا اگر تم نے ویسے ہی کیا تو میں ٹھیک ہو جاؤں گا ـــــ اور سنو! ـــ اگر ٹھیک نہ ہوا تو دشمن تم سب کا خاتمہ کر دیں گے ـــــ ہر چیز تباہ کر دیں گے ـــ پلیز جلدی کرو" ـــــ کرنل ٹاڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا" ـــــ سویٹی نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور پھر کرنل ٹاڈ کا بازو پکڑ کر اُسے گھسیٹنے لگی۔ کرنل ٹاڈ دوسرے بازو سے خود بھی زور لگا رہا تھا۔ اس لئے سویٹی پر پورا دباؤ نہ پڑا اور وہ اُسے آسانی سے گھسیٹتی ہوئی راہداری سے گذر کر بیڈ روم کے کھلے دروازے سے اندر لے گئی۔

"مجھے کسی طرح اٹھا کر اس بیڈ پر ڈال دو ـــــ دیکھو میں دونوں ہاتھوں سے زور لگاتا ہوں ـــــ تم میرا نچلا دھڑ اٹھا کر اوپر پھینکو ـــــ جلدی کرو" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کہا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ بیڈ کی پٹی پر رکھے اور اپنا اوپر والا دھڑ بازوؤں کی مدد سے اونچا کر لیا۔ جب کہ سویٹی نے اس کی دونوں ٹانگیں جھک کر پکڑیں اور پھر پورا زور لگا کر اس نے انہیں اٹھا کر بیڈ پر پھینک دیا۔ لیکن وہ بری طرح ہانپ رہی تھی جیسے اس نے ٹنوں وزن اٹھا لیا۔

اوہ ـــ بہت بہت شکریہ سویٹی! ـــــ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ

بھولوں گا" ـــــ کرنل ٹاڈ نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اب ایسا کرو کہ میری ٹانگیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر انہیں اپنی بیلٹ سے باندھ دو ـــــ جلدی کرو کہیں وہ دشمن آ نہ جائیں"۔ کرنل ٹاڈ نے اس کی کمر سے بندھی ہوئی بیلٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا" ـــــ؟ سویٹی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جلدی کرو ـــــ سوالات میں وقت ضائع مت کرو ـــــ جلدی کرو" ـــــ کرنل ٹاڈ نے تیز لہجے میں کہا اور سویٹی نے جلدی سے اپنی کمر سے بیلٹ کھولی اور پھر کرنل ٹاڈ کو پہلو کے بل لٹا کر اس نے اس کی دونوں پنڈلیاں ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر بیلٹ کی مدد سے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ اب مجھے دھکا دے کر نیچے فرش پر گرا دو۔ جلدی کرو ـــــ دھکا اس طرح دینا کہ میرا پورا جسم بیک وقت نیچے گرے" ـــــ کرنل ٹاڈ نے کہا اور سویٹی بیڈ پر چڑھی اور اس نے ایک ہاتھ کرنل ٹاڈ کی پشت پر رکھا اور دوسرا کولہوں سے ذرا نیچے اور پھر اس نے زور سے کرنل ٹاڈ کو بیڈ کے کنارے کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔

چند لمحوں کی کوششوں کے بعد کرنل ٹاڈ کا بندھا ہوا جسم یکلخت بیڈ کے کنارے سے رول ہو کر نیچے گرا۔ اور کرنل ٹاڈ پہلو کے بل ایک زوردار دھماکے سے فرش پر گرا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی لیکن ساتھ ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی اس کے کولہوں کا اکھڑا ہوا جوڑ

دوبارہ اپنی جگہ پرفٹ ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی کرنل ٹاڈ یکلخت اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے مسخ ہوگیا تھا۔ لیکن اب اس کی ٹانگیں باقاعدہ حرکت کر رہی تھیں۔ اس نے جلدی سے پنڈلیوں سے بندھی ہوئی بیلٹ کھولی اور پھر اچھل کر اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے آگے پیچھے قدم اٹھا کر دیکھا۔

"تم یہیں رکو اور دروازہ بند کر لو —— اب میں دیکھتا ہوں انہیں"۔ کرنل ٹاڈ نے تیز لہجے میں مڑ کر سویٹی سے کہا جو ابھی تک بیڈ پر کھڑی حیرت سے کرنل ٹاڈ کو ٹھیک ہوتے دیکھ رہی تھی۔

کرنل ٹاڈ بجلی کی سی تیزی سے دروازے سے نکلا اور پھر دوڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ڈاکٹر اسمتھ کے دفتر کے دروازے پر پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا۔ لیکن اندر خاموشی دیکھ کر وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس راہداری کی طرف مڑ گیا جو اس بڑے کمرے کی طرف جاتی تھی۔ جہاں عمران اور اس کے ساتھی بندھے ہوئے تھے۔ لیکن کمرے میں پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ ہر طرف زنجیریں ٹوٹی ہوئی پڑی تھیں اور عمران اور اس کے ساتھی غائب تھے۔

کرنل ٹاڈ تیزی سے واپس مڑا اور ابھی راہداری میں ہی تھا کہ اُسے دُور سے ہلکی سی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی اُسے سرسر کی تیز آوازیں بھی سنائی دیں۔ اس نے اپنی رفتار بڑھا دی اور پھر راہداری کا موڑ مڑتے ہی وہ نہ صرف ٹھٹھک کر رک گیا بلکہ حیرت سے اس کی آنکھیں بھی چوڑی ہو گئیں۔ سامنے اندھے شیشے کی ایک دیوار نے راہداری بند کر دی تھی۔ اس شیشے میں سے کچھ نظر نہ آ رہا تھا اور ابھی

وہ دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ دیوار یہاں کیسے آئی کہ اچانک سرر کی تیز آواز کے ساتھ ہی دیوار دوبارہ زمین میں غائب ہو گئی اب راہداری کا فرش برابر ہو چکا تھا۔ اور سامنے ڈاکٹر سمتھ کے دفتر کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

اسی لمحے دفتر سے ڈاکٹر اسمتھ چھلانگ لگا کر باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر خوف اور کامیابی کے ملے جلے آثار تھے۔

"اوہ کرنل ٹاڈ! —— میں نے انہیں نچلے سٹور میں پھینک دیا ہے۔ اس عمران کے باہر نکلتے ہی میرا داؤ لگ گیا —— وہ لوگ جس جگہ کھڑے تھے وہ حصہ کھلنے والا تھا —— میں نے اچانک سوئچ دبایا اور وہ سب بُری طرح چیختے ہوئے نیچے جا گرے —— اور پھر میں نے راہداری والا سسٹم آن کر کے اس عمران کو قید کیا اور پھر اُسے بھی نیچے سٹور میں پھینک دیا" —— ڈاکٹر اسمتھ نے دوڑ کر کرنل ٹاڈ کی طرف آتے ہوئے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا۔

"اوہ ویل ڈن ڈاکٹر اسمتھ! —— ویل ڈن! —— یہ سٹور کہاں ہے کہیں وہ اس سے نکل نہ آئیں" —— کرنل ٹاڈ نے کہا۔

"ارے نہیں کرنل! —— اب تو ان کی روحیں بھی باہر نہ آسکیں گی۔ یہ انتہائی زہریلی دوا کا سٹور ہے —— اس لئے اس کا سسٹم ہی ایسا بنایا گیا ہے کہ اندھے شیشے کی دیواریں راہداری میں قائم کر کے اس دوا کو نیچے پھینکا جاتا ہے —— اور ادھر میرے کمرے کے فرش کے ایک حصے کو کھول کر دوسری دوا پھینک دی جاتی ہے —— یہ دونوں ادویات نیچے جا کر جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو ان سے

ایک ایسی دوا کیمیائی تبدیلی کی وجہ سے ایسی بن جاتی ہے جو خود بخود
ایک پائپ کے ذریعے اس مشینری کی طرف جاتی ہے جو صحرا میں ہوا
کا طوفان پیدا کرتی ہے ۔۔۔۔ اس دوا کی وجہ سے ہی طوفان میں
بے پناہ تیزی پیدا ہو جاتی ہے ورنہ تو وہ ایک عام ہوا ہی رہ جاتی۔"
ڈاکٹر اسمتھ نے کرنل ٹاڈ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نیچے اب تک ہلاک ہو چکے ہوں گے۔"
کرنل ٹاڈ نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔
"ہلاک نہیں تو پھڑک ضرور رہے ہوں گے ۔۔۔ یہ دونوں دوائیں
سال میں ایک بار ڈالی جاتی ہیں اور آئندہ منگل کو سال ہونے والا ہے
اس لئے اس کی مقدار تو تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوگی ۔۔۔۔ لیکن
بہرحال اس کے اثرات اتنے تو ہوں گے ہی کہ وہ پھڑک پھڑک کر ہی مر
جائیں ۔۔۔۔ اب وہ زندہ تو کسی صورت بھی وہاں سے نہیں نکل سکتے
کیونکہ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے" ۔۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔
"لیکن پھر بھی ہمیں چیک کر لینا چاہئے تاکہ پوری طرح اطمینان ہو
جائے" ۔۔۔۔ ڈاکٹر ٹاڈ نے کہا۔
"یس سر ۔۔۔ ہم انہیں سکرین پر چیک کر سکتے ہیں" ۔۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ
نے کہا اور پھر وہ کرنل ٹاڈ کو ہمراہ لئے ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا۔
یہ کمرہ لفٹ کی طرح نیچے اترتا تھا جب کمرے کی حرکت رکی تو وہ ایک
اور راہداری میں تھے اس راہداری میں مشین گنوں سے مسلح چار افراد
موجود تھے۔

"یہ مین آپریشن روم کی سکیورٹی گارڈ ہے جناب ۔۔۔۔ ان کا
تعلق صرف نیچے سے ہے" ۔۔۔۔ ڈاکٹر اسمتھ نے کرنل ٹاڈ کو بتایا
اور کرنل ٹاڈ نے سر ہلا دیا۔
راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس کے باہر لوہے کا
ایک سٹیرنگ لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے ایک ڈائل تھا۔ دروازے
کے اوپر سرخ رنگ کا ایک بلب جل رہا تھا۔ ڈاکٹر اسمتھ نے سٹیرنگ
کو دائیں طرف گھمایا تو ڈائل پر ایک سوئی حرکت کرنے لگی۔ وہ اسے
دائیں طرف اس وقت تک گھماتا رہا جب تک کہ سوئی چالیس کے ہندسے
پر نہ پہنچ گئی۔ اس کے بعد اس نے زوردار جھٹکا دے کر اس لوہے
کے سٹیرنگ کو باہر کی طرف کھینچا۔ کھٹاک کی تیز آواز کے ساتھ ہی
اس سٹیرنگ کا راڈ ذرا سا باہر کو نکل آیا اور پھر ڈاکٹر اسمتھ نے اسے
بائیں طرف گھمانا شروع کر دیا اور ڈائل پر موجود دوسری سوئی حرکت
میں آگئی۔
جب یہ سوئی ساٹھ کے ہندسے پر پہنچی تو ڈاکٹر اسمتھ نے اس
لوہے کے سٹیرنگ کو پہلے اوپر کی طرف جھٹکا دیا اور پھر نیچے کی طرف
اور اس کے ساتھ ہی تیز سیٹی کی آواز کے ساتھ ہی دروازے کے
اوپر جلنے والا سرخ بلب بجھ گیا۔ اور بھاری دروازہ اندر کی طرف کھلتا
چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی مشینوں کا بے پناہ شور سنائی دینے لگا۔
ڈاکٹر اسمتھ اور کرنل ٹاڈ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے
میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں ہر طرف مختلف
ڈیزائنوں اور ساخت کی مشینری نہ صرف موجود تھی بلکہ وہ خود بخود چل بھی

رہی تھی۔

ہال نما کمرے کے اندر ایک بھی آدمی موجود نہ تھا۔ تمام مشینری آٹومیٹک تھی اور مسلسل چل رہی تھی۔

"یہ سنٹر کا مین آپریشن روم ہے سر! ——— یہاں سوائے میرے اور کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے ——— آپ میرے علاوہ پہلے آدمی ہیں جو اندر داخل ہو رہے ہیں" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"وہ سکرین کہاں ہے ——— تم اُسے چیک کرو۔ ایسی مشینری میں نے بے شمار بار دیکھی ہے" ——— کرنل ٹاڈ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اُسے ڈاکٹر اسمتھ پر غصہ آ رہا تھا جو اُسے مشینری اس طرح دکھا رہا تھا جیسے وہ کسی سکول کا طالب علم ہو اور زندگی میں پہلی بار ایسی مشینری دیکھ رہا ہو۔

"یس سر! ——— آیئے" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور تیزی سے ایک مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مشین کی سائیڈ میں موجود چند بٹن دبائے تو مشین کے اوپر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر پہلے تو دھبے اور لکیریں سی نظر آتی رہیں۔ اس کے بعد ایک بڑے سے کمرے کا واضح منظر ابھر آیا۔ جس میں دودھیا رنگ کا دھواں سا بھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اور اس دھوئیں کے نیچے کمرے کے فرش پر پڑے ہوئے انسانی قدوقامت جیسے دھبے صاف نظر آ رہے تھے۔ جو بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

"یہ دھبے دیکھ رہے ہیں آپ! ——— یہ ان لوگوں کے جسم ہیں۔ یہ

بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں ——— اس کا مطلب ہے کہ یہ ہلاک ہو چکے ہیں" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

"ہوں! ——— ٹھیک ہے ——— یہ واقعی ہلاک ہو چکے ہیں"۔ کافی دیر تک مسلسل سکرین پر موجود دھوئیں کو دیکھنے کے بعد کرنل ٹاڈ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"پھر بند کر دوں اسے جناب" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"ہاں! ——— بند کر دو ——— یہاں بے پناہ شور ہے ——— اب ہمیں لیبارٹری کا پتہ کرنا ہے" ——— کرنل ٹاڈ نے کہا اور ڈاکٹر اسمتھ نے جلدی سے بٹن آف کئے اور واپس بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"سر! ——— اب لیبارٹری کا کچھ کریں ——— یہ ڈاکٹر نالٹی بے حد خطرناک آدمی ہے ——— اگر اس نے واقعی میرے خلاف رپورٹ کر دی تو میرا تمام کیریئر تباہ ہو جائے گا" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے باہر نکل کر دروازہ بند کرتے ہوئے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو ——— سب ٹھیک ہو جائے گا ——— میری یہاں موجودگی کے بعد تمہارے اوپر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ——— سمجھ گئے" ——— کرنل ٹاڈ نے کہا اور ڈاکٹر اسمتھ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تھینک یو سر" ——— ڈاکٹر اسمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے بہرحال اچھا کیا کہ ان کا اس طرح خاتمہ کر دیا ——— لیکن تم نے جلدی کی ——— میں اپنے ہاتھوں سے ان کی بوٹیاں اڑانا چاہتا تھا ——— بہرحال ٹھیک ہے ——— جو ہوا درست ہی ہو گیا" ——— کرنل ٹاڈ نے واپس چلتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ بےحد خطرناک لوگ تھے —— اگر میں انہیں اس چکر میں نہ پھنساتا سر —— تو نجانے یہ کیا کر دیتے" —— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا۔

"شٹ اپ —— تم میری توہین کر رہے ہو —— بلیک ایجنٹ کے مقابلے میں کوئی خطرناک نہیں ہوتا —— اور سنو! آئندہ میرے سامنے ایسے توہین آمیز الفاظ منہ سے نہ نکالنا۔ یہ میں تمہیں لاسٹ وارننگ دے رہا ہوں" —— کرنل ٹاڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری سر" —— ڈاکٹر اسمتھ نے سہم کر جواب دیا۔

لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچ کر وہ سیدھے دفتر میں آئے اور پھر ڈاکٹر اسمتھ نے وائرلیس فون کے ذریعے لیبارٹری میں ڈاکٹر ناسٹی سے رابطہ ملانا شروع کیا لیکن باوجود کوشش کے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔

"یہ لیبارٹری میں آخر کیا ہو رہا ہے —— ڈاکٹر ناسٹی سے رابطہ کیوں نہیں ہو رہا —— کیا اس دروازے کو کھلوانے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ میں لیبارٹری میں خود جا کر حالات چیک کرنا چاہتا ہوں —— یہ میرے فرائض میں شامل ہے" —— کرنل ٹاڈ نے غراتے ہوئے کہا۔

"سر! —— ایک راستہ ہے۔ ایمرجنسی ڈور ہے۔ لیکن سر ——" ڈاکٹر اسمتھ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا —— جلدی بولو" —— کرنل ٹاڈ غصے سے دھاڑا۔

"لیکن سر! —— یہ ایمرجنسی ڈور سوائے صدر مملکت کے براہ راست حکم کے نہیں کھل سکتا" —— ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب —— لیبارٹری خطرے میں ہے اور ہم صدر مملکت سے اجازت لیتے پھریں —— سنو! یہ میرا حکم ہے کہ جلدی کھولو یہ ایمرجنسی ڈور" —— کرنل ٹاڈ نے غصیلے اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"تو لکھ کر دیجئے سر! —— اس میں مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں صحرا میں موجود طوفانی ہوائیں پیدا کرنے والی مشینری بند کرنا پڑے گی —— یہ راستہ صحرا سے جاتا ہے سر" —— ڈاکٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— لاؤ کاغذ۔ میں لکھ کر تمہیں آرڈر دیتا ہوں" —— کرنل ٹاڈ نے کہا۔ اور ڈاکٹر اسمتھ نے سر ہلاتے ہوئے پیڈ اٹھایا اور پھر قلم اٹھا کر اس نے کرنل ٹاڈ کے سامنے رکھ دیا۔ کرنل ٹاڈ نے کاغذ پر حکم لکھا اور نیچے اپنے دستخط کر کے مخصوص نشان بھی لکھ دیا۔

"یہ لو —— اب جلدی کرو" —— کرنل ٹاڈ نے قلم واپس میز پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر! —— میں مشینری بند کرنے کا آرڈر دیتا ہوں۔ بہرحال آدھا گھنٹہ تو اس طوفان کے مکمل خاتمے میں لگ جائے گا۔ اس کے بعد ہم جیپ کے ذریعے باہر نکل سکیں گے" —— ڈاکٹر اسمتھ نے کہا اور حکم نامہ اس نے میز کی دراز میں ڈال کر اسے تالا لگایا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر وہ کسی کو طوفانی ہوائیں پیدا کرنے والی مشینری کے بند کرنے کا حکم دینے میں مصروف ہو گیا۔

عمران کی آنکھ کھلی تو اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم لاش میں تبدیل ہو چکا ہو۔ قطعی بے جان اور بے حس و حرکت۔ اس نے نظریں گھمائیں تو یہ ایک بڑا سا ہال نما کمرہ تھا جس میں ایک سائیڈ پر ایک بڑا سا گول سوراخ نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں ہلکی ہلکی دُودھیا رنگ کی گیس اور عجیب کڑوی سی بُو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بُو ایسی تھی جیسے کڑوے باداموں کی ہوتی ہے۔ اس نے کوشش کر کے اپنا سر گھمایا اور اس کے ساتھ ہی اُسے احساس ہوا کہ اس کا سر حرکت تو کر رہا ہے لیکن بے حد آہستہ۔ ایسے جیسے اس کے سر کا وزن ٹنوں میں ہو۔ سر کے حرکت کرنے سے اُسے کچھ حوصلہ ہوا اور اس نے اپنے باقی جسم کو حرکت میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن بے پناہ کوشش کے باوجود وہ بہت معمولی سی حرکت دے سکا۔ جسم واقعی بے جان ہو چکا تھا۔ لیکن حرکت اس میں موجود تھی لیکن اس کی رفتار بے حد آہستہ تھی۔ عمران مسلسل کوشش

کرتا رہا۔ اب دُودھیا رنگ کی گیس بھی ہلکی پڑتی جا رہی تھی اور بُو بھی کم ہوتی جا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کمرے کی فضا صاف ہوتی جا رہی ہو۔ اور جیسے جیسے فضا صاف ہوتی جا رہی تھی عمران کی کوشش بھی بار آور ثابت ہو رہی تھی۔ اس کا جسم آہستہ آہستہ حرکت میں آنے لگا تھا۔

کافی دیر بعد عمران اس قابل ہوا کہ وہ اُٹھ کر بیٹھ سکے۔ اس کے باقی ساتھی ابھی تک فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ البتہ تنویر اور کیپٹن شکیل کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں جب کہ جولیا کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں نعمانی بھی آنکھیں بند کئے پڑا ہوا تھا۔

"اپنے جسموں کو حرکت میں لانے کی کوشش کرو" ——— عمران نے اپنی طرف سے زور سے کہا۔ لیکن اس کی آواز ایسے نکلی جیسے وہ بولنے کی بجائے بڑبڑا رہا ہو۔ زبان بھی پوری طرح حرکت میں نہ آ رہی تھی۔ اس نے اب خود اُٹھنے کی کوشش شروع کر دی۔ اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ کھڑا ہونے میں کامیاب تو ہو گیا۔ لیکن اس کا توازن درست نہ ہو رہا تھا۔ وہ بار بار نیچے گر پڑتا۔ لیکن مسلسل حرکت کی وجہ سے اس کے جسم کی حرکت اب پہلے کی نسبت قدرے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ کمرے کی فضا بھی اب مکمل طور پر صاف ہو چکی تھی۔

اب کیپٹن شکیل اور تنویر بھی حرکت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اِدھر جولیا اور نعمانی کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کھڑا ہونے میں پوری طرح کامیاب ہو گیا۔ تو اس نے باقاعدہ ایسے ورزش شروع کر دی جیسے جسم وارم اَپ ہو جائے۔ اِدھر اس کے

ساتھی اب لڑکھڑا کر اٹھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب کسی باغ میں ورزش کرنے میں مصروف ہوں۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ سب قدرے ٹھیک ہو چکے تھے۔ ان کے ڈوبتے ہوئے سانس بھی معمول پر آ گئے تھے اور بالکل زرد پڑے ہوئے چہرے دوبارہ سرخی مائل ہو گئے تھے۔

"یہ ہمیں آخر ہو کیا گیا ہے ——— صرف نیچے گرنے سے تو ایسی حالت نہیں ہوتی" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہاں ایسی گیس موجود تھی جس نے ہمیں بے جان کر دیا تھا۔ اور نجانے یہ گیس یکلخت ختم کیسے ہو گئی ہے ——— اگر یہ ختم نہ ہوتی تو شاید ہمیں ہوش بھی نہ آتا اور ہم اسی بیہوشی کے عالم میں بلکی ختم ہو جاتے ——— یہ گیس جہاں تک میں سمجھا ہوں ڈی سکس آرگانم سے ملتی جلتی ہے۔ اس سے ہوا میں توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اسی گیس کی مدد سے ہی صحرا میں طوفان پیدا کئے جاتے ہیں" ——— عمران نے ورزش کرتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ اب باہر صحرا میں طوفان ختم ہو گئے ہوں گے" ——— جولیا نے کہا۔ وہ بھی باقاعدہ ورزش کرنے میں مصروف تھی۔

"ہاں! ——— لگتا تو ایسا ہی ہے ——— بہرحال اب پہلی بات تو یہاں سے نکلنا ہے" ——— عمران نے کہا۔ اس کی مشین گن بھی ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا اور پھر وہ اس ہال نما کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن یہ کمرہ ہر طرف سے مکمل طور پر بند تھا۔ چھت بھی اب بالکل سپاٹ نظر آ رہی تھی حالانکہ

وہ جانتے تھے کہ وہ چھت سے ہی نیچے گرے ہیں۔ چھت کی بلندی خاصی تھی۔ لیکن اس کے باوجود نیچے گرنے سے اُسے زیادہ چوٹیں نہ آئی تھیں۔ شاید اس کی وجہ وہاں اس دُودھیا گیس کی موجودگی تھی جس کے دباؤ نے ان کے جسموں کو سنبھال لیا تھا۔ اور وہ پوری قوت سے نیچے نہ گرے تھے۔

اس کمرے میں سوائے اس کٹے ہوئے گول حصے کے جو پائپ کی طرح آگے جاتا ہوا نظر آ رہا تھا اور کوئی معمولی سا رخنہ بھی موجود نہ تھا۔ یہ کٹا ہوا حصہ اتنی بلندی پر بھی نہ تھا کہ وہ اس میں داخل نہ ہو سکتے۔

"آؤ! ——— اب یہی پائپ ہی ہے۔ شاید آگے کوئی راستہ مل جائے" ——— عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر اچھل کر بازوؤں کے بل اس پائپ کے کنارے پر چڑھا اور پھر رینگتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا۔ آگے بالکل اندھیرا تھا۔ لیکن عمران رینگتا ہوا مشین گن سمیت آگے بڑھتا گیا۔ پائپ خاصا طویل ثابت ہو رہا تھا۔ اور پھر جب پائپ ختم ہوا تو عمران اچھل کر ایک بڑی حوض نما جگہ میں جا گرا۔ یہ حوض کسی دھات کا بنا ہوا تھا۔ اس کے اوپر بڑی بڑی نلکیاں سی تھیں۔ عمران یہاں پوری طرح بیٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ اور اب اس کا سانس بھی رکنے لگا تھا۔ اُسے اپنے جسم پر بے پناہ دباؤ کا احساس ہو رہا تھا اس نے مشین گن کی نال ایک نلکی کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی بارش کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا اور ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے شیشہ ٹوٹ کر گرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی تازہ ہوا کا جھونکا اندر آتا دکھائی دیا۔ نلکی والا حصہ اب روشن ہو گیا تھا۔ عمران نے سر اوپر اٹھایا

اور دوسرے لمحے اس کا سر باہر نکل آیا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا تو وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا جس کی دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑی مشین تھی۔ جس کے جار نما حوض میں وہ کھڑا تھا۔ اور نیچے فرش پر شیشے کے بے شمار ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے اور سامنے دیوار میں اس نلکی کا بقایا حصہ ابھی تک موجود تھا۔ عمران نے اپنے جسم کو سکیڑا اور پھر اس نے اپنے دونوں بازو باہر نکالے اور دوسرے لمحے وہ اس تنگ سے سوراخ سے آہستہ آہستہ گھسٹتا ہوا باہر آکر کمرے میں کود گیا۔ اس کے بعد جولیا بھی باہر آگئی اور پھر ایک ایک کر کے باقی سب ساتھی بھی اس جار کے سوراخ سے باہر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔ صرف کیپٹن شکیل کو باہر نکلتے ہوئے خاصی رگڑیں سہنی پڑی تھیں کیونکہ اس کے کاندھے باقی ساتھیوں کی نسبت زیادہ چوڑے تھے۔ لیکن وہ بھی باہر نکل آنے میں بہرحال کامیاب ہو گیا۔

اس کمرے کا بھی کوئی دروازہ نہ تھا۔ ہر طرف سپاٹ دیواریں تھیں۔ عمران نے مشین گن کی نال اس نلکی کے بقایا حصے کی طرف کی جو ابھی تک دیوار میں موجود تھی اور ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آواز نے چند ہی لمحوں میں اس نلکی کے بقایا حصے کو بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اور اب دیوار میں موجود سوراخ میں سے باہر آسمان نظر آنے لگ گیا تھا۔ اور باہر طوفانی ہواؤں کا شور بھی نہ تھا۔

"کیپٹن شکیل۔ تم مجھے کاندھوں پر اٹھا لو ـــــ میں باہر نکلتا ہوں ـــ پھر میں تمہیں باہر کھینچ لوں گا ـــــ میرے خیال میں ہم باہر صحرا میں پہنچ جائیں گے" ـــــ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل

نے سر ہلا دیا۔ اور پھر سوراخ کے نیچے اکڑوں بیٹھ گیا۔ عمران اس کے کاندھوں پر چڑھا اور کیپٹن شکیل آہستہ آہستہ اٹھتا گیا۔ اس کا چہرہ عمران کا وزن اٹھانے کی وجہ سے پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ لیکن دیوار کا سہارا لے کر وہ اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا اور دوسرے لمحے عمران اچھل کر بازوؤں کے بل اوپر اٹھتا گیا۔ اور پھر گھسٹ کر وہ اس سوراخ سے باہر نکل گیا۔

"آیئے مس جولیا" ـــــ کیپٹن شکیل نے مڑ کر جولیا سے کہا اور جولیا آگے بڑھ آئی۔ اس کا خیال تھا کہ کیپٹن شکیل دوبارہ نیچے بیٹھے گا لیکن کیپٹن شکیل نے بجائے نیچے بیٹھ کر اسے کندھوں پر اٹھانے کے جولیا کے دونوں بازو پکڑے اور دوسرے لمحے جولیا اس طرح فضا میں اٹھتی ہوئی اس کے کندھوں پر جا بیٹھی جیسے وہ گوشت پوست کی بجائے پلاسٹک کی بنی ہوئی ہو۔

"ارے کمال ہے ـــــ تم نے تو جولیا کو ایسے اٹھا لیا جیسے اس کا وزن ہی نہ ہو" ـــــ نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"عمران کا وزن اٹھانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں ویٹ لفٹنگ میں ورلڈ چیمپئن ہو گیا ہوں ـــ اب عمران کے مقابلے میں جولیا کا کیا وزن ہو سکتا ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے جولیا بھی اس سوراخ سے باہر پہنچ گئی۔ اوپر سے عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کھینچ لیا تھا۔

"آؤ تنویر" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا اور اس بار وہ دوبارہ نیچے بیٹھ

گیا۔ اور چند لمحوں بعد تنویر اور اس کے باقی ساتھی بھی باہر پہنچ گئے۔ اب کمرے میں کیپٹن شکیل رہ گیا تھا۔

"آجاؤ کیپٹن" ——— سوراخ میں سے جھانکتے ہوئے عمران کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید سوراخ کے دھانے پر لیٹا ہوا تھا اس کا ایک ہاتھ سوراخ سے گذر کر نیچے کمرے میں لٹکا ہوا تھا۔ لیکن ابھی بھی بلندی خاصی تھی۔

"آپ میرا وزن کیسے کھینچیں گے" ——— کیپٹن شکیل نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"وزن ——— تو کیا واقعی تمہارا ابھی وزن ہے ——— یار شادی سے پہلے ہی اگر وزن دار ہو گئے ہو تو بعد میں کیا ہو گا ——— جمپ لگا کر میرا ہاتھ پکڑ لو ——— جلدی کرو" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر کیپٹن شکیل نے ہائی جمپ لگا کر عمران کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے لمحے وہ اس طرح اوپر اٹھتا گیا جیسے کسی کرین نے اُسے اوپر اٹھا لیا ہو۔

"کمال ہے ——— آپ نے تو مجھے مس جولیا سے بھی وزن میں ہلکا کر دیا ہے" ——— کیپٹن شکیل نے باہر آتے ہوئے ہنس کر کہا۔

عمران نے اُسے جتنی آسانی سے باہر کھینچ لیا تھا۔ اس سے تو ظاہر یہی ہوتا تھا جیسے کیپٹن شکیل کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔

"جولیا کے ساتھ مناسبت مت پیدا کرو ——— ایسا نہ ہو کہ تنویر کا خیال بدل جائے اور پھر تم ———" عمران نے مسکرا کر کہا اور کیپٹن شکیل

قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

ہر طرف صحرا پھیلا ہوا تھا جس میں عام سی ہوا چل رہی تھی وہ خوفناک طوفانی ہواؤں کا کہیں وجود نظر نہ آ رہا تھا۔

"یہ طوفانی ہوائیں کہاں چلی گئیں" ——— جولیا نے حیرت بھرے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تنویر کے مقابلے میں کوئی طوفان بھلا کہاں ٹھہر سکتا ہے" ——— عمران نے مسکرا کر کہا اور پھر وہ آگے بڑھنے لگا۔

"اب کیا ہم نے صحرا سے باہر جانا ہے ——— وہ لیبارٹری اور صفدر" ——— کیپٹن شکیل نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کسی خاص مقصد کے تحت یہ طوفانی ہوائیں بند کی گئی ہیں ——— اور اب ہم نے اس خاص مقصد کو تلاش کرنا ہے"۔ عمران نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔

"اوہ! ——— اِدھر جیپ کے ٹائروں کے نشانات" ——— عمران نے تیز لہجے میں کہا اور اس طرف کو دوڑنے لگا جدھر اس کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ وہ سب بھی عمران کے پیچھے دوڑنے لگے۔

"اوہ! ——— کہیں کہیں نشانات موجود ہیں ——— ورنہ ہوا نے انہیں مٹا دیا ہے ——— آؤ ہمیں ان کا تعاقب کرنا ہے" ——— عمران نے کہا۔ اور پھر وہ سب عمران کے پیچھے ایک قطار کی صورت میں دوڑنے لگے۔

عمران کی تیز نظریں مٹے ہوئے جیپ کے ٹائروں کے نشانات بھی چیک کرتی جا رہی تھیں۔ اور صحرا میں ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ اچانک

ایک جگہ رُک گئے۔ یہاں جیپ کے نشانات خاصے گہرے تھے جیسے
وہ یہاں کافی دیر رُکی رہی ہو۔

عمران غور سے ریت کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اچانک اس نے بیٹھ کر
اپنا ہاتھ ریت میں داخل کر دیا۔ وہ ریت کے اندر کسی چیز کو ٹٹول رہا
تھا۔ تقریباً پانچ منٹ تک وہ ریت میں اِدھر اُدھر ہاتھ چلاتا رہا اور
پھر اچانک اس کا ہاتھ کسی سخت چیز سے ٹکرایا تو وہ چونک پڑا۔ اس
نے انگلیوں کی مدد سے اس سخت چیز کا اندازہ لگایا۔ یہ کوئی ہینڈل سا
تھا۔ عمران نے اسے پکڑ کر دائیں بائیں کرنا چاہا۔ لیکن وہ سختی سے
اپنی جگہ پر جما ہوا تھا۔

پھر عمران نے اس کے کنارے پر ہاتھ رکھ کر اُسے زور سے
نیچے دبایا تو دوسرے لمحے گڑگڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی صحرا کا
سامنے کا حصہ یکلخت فضا میں کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح اٹھتا
گیا۔ نیچے ایک پختہ سڑک جاتی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

اسی لمحے دُور سے بے تحاشا گولیاں چلنے کی آوازیں انہیں سنائی
دیں اور وہ سب چونک پڑے۔

"آؤ! ـــــ یہ شائد لیبارٹری کا کوئی خفیہ دروازہ ہے" ـــــ
عمران نے تیز لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے اس سڑک پر
دوڑتا ہوا نیچے گہرائی میں اُترتا چلا گیا۔ باقی ساتھی بھی اس کے پیچھے
دوڑتے گئے۔ تیز فائرنگ کی آوازیں اب بھی مسلسل سنائی دے رہی
تھیں اور پھر یکلخت ان آوازوں کے درمیان ایک انسانی چیخ سنائی دی
اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ چیخ کی آواز وہ پہچان گیا تھا یہ یقیناً صفدر

کی آواز تھی۔

سڑک کے اختتام پر ایک دروازہ دکھائی دیا۔ جو کھلا ہوا تھا اور اس
کے اندر ریت پر چلنے والی ایک بڑی سی سرخ رنگ کی جیپ کھڑی
نظر آ رہی تھی۔

جیپ کے قریب سے گذرتے ہوئے وہ ایک راہداری میں داخل
ہوئے تو انہیں ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے دو افراد وحشیانہ انداز میں لڑ
رہے ہوں۔ عمران کے دوڑنے کی رفتار یکلخت تیز ہو گئی۔ راہداری کے
اختتام پر پہنچ کر وہ ٹھٹھک کر رُک گیا۔

"میں تمہاری بوٹیاں اُڑا دوں گا" ـــــ راہداری کے تنگ موڑ سے
کرنل ٹاڈ کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران ـــ مشین گن سنبھالے
اچھل کر آگے بڑھ گیا۔

دھماکہ ہوتے ہی صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پورے جسم میں آگ سی لگ گئی ہو اور تکلیف کی بے پناہ شدت کی وجہ سے ہی بے اختیار اس کے حلق سے چیخ سی نکل گئی۔ کمرے میں دوسری چیخیں بھی گونج رہی تھیں۔

صفدر کو ایک لمحے کے لئے تو ذہن پر اندھیرا سا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ لیکن دوسرے لمحے صفدر نے ہونٹ بھینچ کر سر کو جھٹکا اور شاید تکلیف کی شدت کی وجہ سے ہی اس کا ذہن اندھیرے میں نہ ڈوب سکا اور اسی لمحے اُسے احساس ہوا کہ وہ تابوت کی بجائے فرش پر اُلٹا پڑا ہوا ہے۔ اور اس کے جسم کے مختلف حصوں خصوصاً پُشت سے خون کے قطرے رِس رہے تھے۔ اور کمرے میں موجود چاروں افراد بُری طرح پھڑک رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ چیخ رہے تھے۔

صفدر اچھل کر ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اس

کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ تابوت پھٹ گیا تھا اور اس کے شیشے کی کرچیوں نے اُسے تو صرف معمولی سا زخمی کیا تھا جبکہ ڈاکٹر نالٹی اور اس کے ساتھی شیشے کی کرچیوں سے اس طرح زخمی ہوئے تھے جیسے ان پر گولیوں کی بارش کر دی گئی ہو۔ ڈاکٹر نالٹی کا جسم سب سے زیادہ زخمی تھا۔ اس کی حالت تو ایسے محسوس ہو رہی تھی جیسے اس کے پورے جسم کو چھلنی کر دیا گیا ہو۔ اور پھر صفدر کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ختم ہو گیا۔

صفدر اب باقی افراد کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ تینوں البتہ ڈاکٹر نالٹی کی نسبت کم زخمی تھے۔ لیکن وہ بھی مسلسل چیختے ہوئے فرش پر پڑے پھڑک رہے تھے۔ ان کی حالت بھی بے حد خراب تھی۔ صفدر نے اندازہ لگایا کہ ان میں سے صرف ایک آدمی کم زخمی ہے۔ وہ شاید بچ جائے باقی دو کی حالت خراب تھی۔ چنانچہ صفدر اس کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا ــــــ؟" صفدر نے اس آدمی کے پھڑکتے ہوئے جسم کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ڈکسن ــــ میں ڈاکٹر ڈکسن ہوں ــــ ڈاکٹر نالٹی نے بڑا ظلم کیا ہے ــــ گیس کی موجودگی میں ہوا کا دباؤ کنٹرول کرنے والا پلگ نکال دیا ــــ اس طرح شیشے کا تابوت پھٹ گیا ــــ اوہ! میں مر رہا ہوں ــــ میں مر رہا ہوں" ــــ اس آدمی نے بُری طرح ایڑیاں رگڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر مزید کچھ پوچھتا۔ ڈاکٹر ڈکسن کے منہ سے خون کا فوارہ سا پھوٹ نکلا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں چڑھ

گیں اور ہاتھ پیر سیدھے ہو گئے۔ شیشے کی کوئی کرچی یقیناً اس کے دل میں گھس گئی تھی۔

صفدر اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ کیونکہ باقی دو بھی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ختم ہو چکے تھے۔

صفدر خود مسلسل جسمانی اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بمشکل سنبھالا دیا ہوا تھا۔

جب چاروں افراد ختم ہو گئے تو صفدر مڑا اور اس نے ڈاکٹر ڈکسن کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ گو لباس پر خون کے بڑے بڑے دھبے موجود تھے لیکن بہرحال ننگا ہونے سے یہ لباس پھر بھی غنیمت تھا اس نے لباس اتار کر پہن لیا۔ اور پھر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے جسم پر زخم ضرور تھے لیکن وہ اتنے شدید نہ تھے کیونکہ تابوت کی دیواریں اور چھت پھٹ کر سائیڈوں میں پھیلے تھے۔ صرف نچلے حصے نے صفدر کو زخمی کیا تھا۔

صفدر دروازے سے باہر نکلا تو وہ ایک راہداری میں تھا راہداری سے گذرتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا۔ مختلف موڑ مڑنے کے بعد وہ اچانک ایک کمرے کے دروازے پر رک گیا۔ راہداری کا اختتام اسی دروازے پر ہوا تھا۔

یہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اور صفدر کو اندر سے ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے مشینری چلنے کی آواز ہو۔ صفدر نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر زور سے دستک دی۔

"کون ہے" ۔۔۔۔ ؟ اندر سے ایک سخت آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولو ۔۔۔۔ میں ڈاکٹر نالٹی ہوں" ۔۔۔۔ صفدر نے ڈاکٹر نالٹی کے لہجے میں کہا۔

"اوہ باس!۔ آپ" ۔۔۔۔ اندر سے حیرت بھری آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ دروازے میں ایک نوجوان کھڑا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان، صفدر کو دیکھ کر پیچھے ہٹتا۔ یکلخت صفدر اس پر جھپٹا اور دوسرے لمحے وہ نوجوان چیختا ہوا پلٹ کر صفدر کے سینے سے آلگا۔ صفدر نے اس کی گردن اور کمر کے گرد بازو ڈال دیئے تھے اور پھر وہ اُسے دھکیلتا ہوا کمرے کے اندر لے گیا۔ پورا کمرہ عجیب و غریب اور پیچیدہ مشینوں سے پُر تھا۔ یہ مشینیں ایسی تھیں کہ جیسے بڑے بڑے کمپیوٹر کام کر رہے ہو۔ کمرے میں وہ نوجوان اکیلا تھا۔

"خبردار! ۔۔۔۔ اگر حرکت کی تو ایک لمحے میں گردن توڑ دوں گا"۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اس نوجوان کی گردن پر بازو کا دباؤ بڑھا دیا اور نوجوان جو اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا یکلخت ڈھیلا پڑ گیا۔

"تت ۔۔۔ تت ۔۔۔ تم کون ہو" ۔۔۔۔ ؟ نوجوان کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"پہلے اپنا نام بتاؤ ۔۔۔ جلدی" ۔۔۔۔ صفدر نے بازو کو آہستہ سے جھٹکا دیتے ہوئے پوچھا۔

"ج ج ۔۔۔ ج ج ۔۔۔ جیرم ۔۔۔ میرا نام جیرم ہے" ۔۔۔۔ نوجوان نے کراہتے ہوئے رک رک کر جواب دیا۔

"سنو جیرم! ۔۔۔ میں نے لیبارٹری کے اندر داخل ہو کر ریڈ ٹاک کا فارمولا حاصل کرنا ہے ۔۔۔ لیبارٹری کے سب افراد میرے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں ۔۔۔ ڈاکٹر نالسی، ڈاکٹر ڈکسن سب ۔۔۔ اب بولو! ۔۔۔ تم مرنا چاہتے ہو یا زندہ رہنا چاہتے ہو ۔۔۔ ہاں یا نہ میں جواب دو۔ جلدی" ۔۔۔ صفدر کے لہجے میں بھوکے بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔

"مم ۔۔۔ مم ۔۔۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں ۔۔۔ مجھے مت مارو" جیرم نے بری طرح گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو سنو! ۔۔۔ مجھے ریڈ ٹاک کا فارمولا دے دو ۔۔۔ جلدی ۔۔۔ ورنہ میں نے بازو کو ذرا سا اور جھٹکا دیا تو تمہاری گردن کی ہڈی ٹوٹ جائے گی" ۔۔۔ صفدر کا لہجہ اور زیادہ کرخت ہو گیا۔

"فف ۔۔۔ فف ۔۔۔ فارمولا ۔۔۔ وہ تو مین لیبارٹری کے اندر ہے ۔۔۔ اور وہاں کوئی نہیں جا سکتا" ۔۔۔ جیرم نے جواب دیا۔

"تو پھر تم چھٹی کرو ۔۔۔ تمہارا کیا فائدہ" ۔۔۔ صفدر نے سرد لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے بازو کا دباؤ بڑھا دیا۔

"رک ۔۔۔ ر ۔۔۔ رک جاؤ ۔۔۔ مم ۔۔۔ مت مارو ۔۔۔ مم ۔۔۔ میں بتاتا ہوں" ۔۔۔ جیرم نے بری طرح پھڑکتے ہوئے کہا اور صفدر نے دباؤ کم کر دیا۔

"یہ سامنے والی مشین کے ذریعے دروازہ کھل جائے گا ۔۔۔ مجھے مت مارو ۔۔۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں" ۔۔۔ جیرم نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"چلو آگے بڑھو ۔۔۔ اور سنو! ۔۔۔ اگر تم نے کوئی شرارت کرنے کی

کوشش کی تو پلک جھپکنے میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا" ۔۔۔ صفدر نے اسے مشین کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

جیرم مشین تک دوڑتا گیا اور پھر رک کر اس نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھوں سے بے اختیار اپنی گردن مسلنی شروع کر دی اور صفدر نے آگے بڑھ کر اپنی انگلی سیدھی کر کے اس کی پشت سے لگا کر دبا دی۔

"جلدی کرو ۔۔۔ ورنہ گولی مار دوں گا" ۔۔۔ صفدر نے غراتے ہوئے کہا اور جیرم نے جلدی سے مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ مشین پر موجود سوئیاں تیزی سے حرکت کرنے لگیں۔ اسی لمحے مشین میں سے ایک مشینی سی آواز نکلی۔

"کوڈ بتاؤ ۔۔۔ مین کمپیوٹر کو کوڈ بتاؤ" ۔۔۔ مشینی آواز یہی فقرہ بار بار دوہرا رہی تھی۔

"کوڈ زیرو تھری۔ زیرو الیون تھرٹی فور ریڈ ٹاک زیرو سکس" ۔۔۔ جیرم نے جلدی جلدی کہنا شروع کر دیا۔

"اوکے ۔۔۔ ریڈ ٹاک پی کاک" ۔۔۔ مشینی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"نو ریڈ ٹاک ہیں" ۔۔۔ جیرم نے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ ریڈ ٹاک ہیں ارسال کیا جا رہا ہے" ۔۔۔ مشینی آواز نے جواب دیا اور مشین سے تیزی سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اس کی سوئیاں ایک بار پھر ادھر ادھر تیزی سے حرکت کرنے لگیں اور بے شمار بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔

چند لمحوں بعد کھٹاک کی تیز آواز کے ساتھ مشین کے نچلے حصے میں ایک خانہ کھلا۔ لیکن وہ خالی تھا۔

"بیس کوڈ اینڈ ٹائم" ——— مشین میں سے وہی کمپیوٹر کی آواز نکلی۔

"ڈاکٹر نالشی ——— وَن زیرو وَن ٹائم وَن آور" ——— جیرم نے کہا۔ اور ایک بار پھر کھٹاک کی آواز سنائی دی اور ایک مائیکرو فلم یکلخت اچھل کر اس کھلے خلا نے میں آگری۔ اور جیرم نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اُسے اٹھا لیا۔

"یہ فارمولا ہے ——— ریڈ ٹاک کا فارمولا ——— لیکن ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے واپس مشین میں ڈالنا ہوگا۔ ورنہ یہ واش ہو جائے گا" ——— جیرم نے کہا اور صفدر نے یکلخت زور سے جیرم کی گردن پر ضرب لگائی اور جیرم چیختا ہوا پہلو کے بل فرش پر گرا اور صفدر نے اس کے ہاتھ سے وہ مائیکرو فلم جھپٹ لی۔ اس نے اُسے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک بار پھر اٹھتے ہوئے جیرم کو گردن سے پکڑا اور فضا میں لٹکا لیا۔

"سنو جیرم! ——— اب تم مجھے اس لیبارٹری سے باہر نکلنے کا راستہ بتاؤ گے" ——— صفدر نے غراتے ہوئے اس کی گردن کو جھٹکا دیا ہی تھا کہ اچانک ایک کونے میں موجود مشین سے یکلخت سائرن کی سی آواز بلند ہونے لگی۔

"اوہ! ——— ایمرجنسی ڈور کھل رہا ہے" ——— جیرم نے چیختے ہوئے کہا اور صفدر نے یکلخت اس کی گردن چھوڑ دی۔

"کونسا ایمرجنسی ڈور" ——— ؟ صفدر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کوئی ایمرجنسی ڈور کھول کر لیبارٹری میں داخل ہو رہا ہے ——— اوہ! ——— یہ تو نہیں کھل سکتا ——— کسی طرح نہیں کھل سکتا" ——— جیرم

نے بُری طرح چیختے ہوئے متوحش لہجے میں کہا۔

اور ابھی صفدر اس مشین کی طرف متوجہ ہی تھا کہ یکلخت جیرم اپنی جگہ سے اچھلا اور بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا کمرے کے آخری کونے تک پہنچ گیا۔ صفدر نے اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔

"خبردار! ——— ہاتھ اٹھا دو ——— ورنہ بھون ڈالوں گا" ——— اچانک جیرم کے ہاتھوں میں ایک مشین گن نظر آنے لگی۔ یہ مشین گن نجانے کس مشین کی آڑ میں چھپی ہوئی تھی۔

صفدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"مڑ جاؤ ——— مجھے وہ فلم واپس مشین میں ڈالنی ہے ——— یہ ملک کا سب سے بڑا راز ہے ——— یہ میں کسی صورت باہر نہیں جانے دونگا ——— اور سنو! ——— میں ٹریگر دبا دونگا۔ تم نے معمولی سی بھی حرکت کی" ——— جیرم کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی وہ چونکہ سائنسدان تھا اس لئے اُسے اس لائن کے داؤ پیچ کا پوری طرح علم نہ تھا۔ ورنہ وہ فائر کر کے صفدر کا خاتمہ کر کے بھی فلم حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن یا تو اناڑی پن کی وجہ سے اُسے خیال نہ آیا تھا یا پھر ہو سکتا ہے اُسے مشینری کے تباہ ہونے کا خطرہ ہو ——— یا پھر اُسے یہ خطرہ بھی ہو سکتا تھا کہ کہیں گولی اس فلم کو نہ لگ جائے۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا اس نے فوری فائر نہ کھولا تھا۔

صفدر کو اس کا سایہ بتا رہا تھا کہ وہ بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا ہے۔ اور پھر جیسے ہی وہ قریب آیا۔ صفدر یکلخت بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے جیرم بُری طرح چیختا ہوا اچھل کر ایک مشین سے

جا ٹکرایا۔ جب کہ مشین گن صفدر کے ہاتھ میں تھی۔ اور دوسرے لمحے صفدر نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے فائر کھول دیا۔ اور جیرم جو مشین سے ٹکرا کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا یکلخت گھوم کر نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

صفدر نے فوری ٹریگر اس لئے دبا دیا تھا کہ اب وہ مزید وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں جیرم کی یہ بات موجود تھی کہ ایک گھنٹے بعد فلم خود بخود واش ہو جائے گی اور وہ اب ہر صورت میں اس گھنٹے میں اس فلم کا کچھ ایسا بندوبست کر لینا چاہتا تھا جس سے وہ فارمولا مکمل طور پر حاصل کر سکے۔

جیرم کا خاتمہ کرتے ہی صفدر تیزی سے دروازے کی طرف مڑنے ہی لگا تھا کہ اچانک اسے خیال آگیا کہ اسے یہ بات تو چیک کرنی چاہیئے کہ یہ فلم واقعی اس قدر اہم ترین فارمولا ہے یا جیرم نے اس کے ساتھ کوئی فراڈ کیا ہے۔ کیونکہ جتنی آسانی سے اس قدر اہم فارمولا باہر آگیا تھا اس بات پر صفدر کو شک پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ اسے چیک کیسے کرے۔ یہ بات اس کے ذہن میں نہ آ رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے لاک کیا اور پھر اس نے مختلف مشینوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ مشینیں اسی طرح باقاعدہ کام کر رہی تھیں۔ ان کی کارکردگی میں ذرا برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔

صفدر ہونٹ بھینچے ایک ایک مشین کے قریب رک رک کر ان پر لکھے ہوئے الفاظ پڑھتا۔ لیکن یہ ایسی زبان تھی کہ اسے تو صرف مختلف قسم کے پیچیدہ اور گنجلک سے ہندسے ہی لکھے نظر آ رہے تھے۔

جب تقریباً تمام مشینوں کا جائزہ لینے کے بعد اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہو نہ صرف اس لیبارٹری سے نکلے بلکہ اس موسمیاتی سنٹر سے بھی باہر نکل جائے۔

ابھی صفدر دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ یکلخت اسے باہر راہداری میں قدموں کی آواز سنائی دی اور صفدر تیزی سے دروازے کی اوٹ میں رک گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ قدموں کی آوازیں بتا رہی تھیں کہ آنے والوں کی تعداد صرف دو ہے۔

"یہ کوئی سائنسدان ہی ہو سکتے ہیں" ــــــــ صفدر نے دل میں سوچا۔

اسی لمحے دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی اور پھر ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھول دو ــــ میں ڈاکٹر آمتھ ہوں موسمیاتی سنٹر کا انچارج۔" بولنے والے کا لہجہ خاصا کرخت تھا۔

اور صفدر کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ کرنل ٹاڈ بھی اس کے ہمراہ ہو گا۔ اور کرنل ٹاڈ کے متعلق اسے معلوم تھا کہ وہ ایک بلیک ایجنٹ ہے۔ ایسا آدمی بے حد ہوشیار ہوتا ہے۔ اس لئے اسے آسانی سے ڈاج بھی نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ان کے فوری خاتمے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھا کر نہ صرف یکلخت دروازہ کھول دیا بلکہ دوسرے لمحے اس نے ٹریگر بھی دبا دیا۔ اور اسی طرح ٹریگر دباتا ہوا وہ اچھل کر باہر آگیا۔ راہداری مشین گن کی فائرنگ اور دو انسانی چیخوں سے بیک وقت گونج اٹھی۔ راہداری میں دو ہی افراد

تھے اور دونوں ہلاک ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک تو ڈاکٹر اسمتھ تھا جبکہ دوسرے کو صفدر نہ پہچانتا تھا۔ یقیناً وہ کرنل ٹاڈ ہی ہو سکتا تھا۔

صفدر ان دونوں کے ہلاک ہوتے ہی بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا راہداری کے دوسرے سرے کی طرف لپکا۔ لیکن جیسے ہی وہ راہداری کا موڑ مڑا۔ اچانک ایک سائیڈ سے اس پر مشین گن کی فائرنگ ہوئی اور صفدر کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی اور صفدر اچھل کر فرش پر گرا اور رول ہوتا ہوا کافی آگے تک چلا گیا۔ گولی اس کی ران میں لگی تھی۔ لیکن رول ہونے کی وجہ سے وہ باقی گولیوں سے بچ نکلا۔

مشین گن بردار موڑ کی سائیڈ پر ہی موجود تھا۔ صفدر کے چیخ کر گرنے کی وجہ سے وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اسی لمحے صفدر نے یکلخت اچھل کر سر کی ٹکر اس کے پیٹ میں ماری اور مشین گن بردار ٹکر کھا کر پشت کے بل نیچے گرا۔ لیکن پھر حیرت انگیز مہارت سے قلابازی کھا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ البتہ مشین گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری تھی۔

صفدر ران میں گولی لگنے کی وجہ سے تیزی سے نہ اٹھ سکا اور اس آدمی نے یکلخت دونوں پیر جوڑ کر بڑے ماہرانہ انداز میں فلائنگ کک اٹھتے ہوئے صفدر کے سینے میں مارنی چاہی۔ لیکن صفدر اٹھتے اٹھتے یکلخت سائیڈ میں گرا اور فلائنگ کک مارنے والے کے دونوں پیر پوری قوت سے سامنے دیوار سے جا ٹکرائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح واپس آیا جیسے گیند دیوار سے لگ کر واپس آتی ہے اور اس کے جسم نے صفدر کو پوری طرح چھاپ لیا۔ صفدر نے جسم کو دائیں طرف موڑ کر

اپنے آپ کو اس کے شکنجے سے بچانا چاہا۔ لیکن دوسرے آدمی نے یکلخت اس کی ناک پر بڑے بھرپور انداز میں ٹکر ماری اور صفدر کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ لیکن اس ٹکر سے پیدا ہونے والی شدید ترین درد نے لاشعوری طور پر اس کی دونوں ٹانگوں کو بجلی کی سی تیزی سے اوپر اٹھنے پر مجبور کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے اوپر چھایا ہوا آدمی اچھل کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا اور صفدر سانپ کی سی تیزی سے پلٹا۔ لیکن وہ آدمی بھی مارشل آرٹ کا ماہر تھا۔ دیوار سے ٹکراتے ہی وہ یکلخت پلٹ کر صفدر سے لپٹ گیا اور اب وہ دونوں آدھے دھڑ پر کھڑے ایک دوسرے کو گرانے کے لئے پورا زور لگا رہے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے دو کوبرے سانپ اپنے پھن کو اٹھائے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہوں۔ دونوں پر ہی وحشیانہ انداز چھایا ہوا تھا۔ کیونکہ دونوں کو علم تھا کہ ہار کا مطلب سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہے اچانک دوسرے آدمی نے اپنے جسم کو یکلخت پیچھے کی طرف ایک جھٹکے سے ہٹایا اور اس کے ساتھ ہی اس کی دونوں کہنیاں مڑ کر پوری قوت سے صفدر کی پسلیوں میں گھس گئیں۔ اور صفدر کراہتا ہوا پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ دوسرا آدمی کہنیاں موڑے پورے جسم کے وزن سے اوپر گرا۔ ساتھ ہی اس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں گا"۔

لیکن اس بار صفدر اسے ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا۔ جیسے ہی وہ کہنیاں موڑے اس پر گرا۔ صفدر بجلی کی سی تیزی سے مڑ گیا اور وہ آدمی صفدر کے پہلو پر گرا اور اس کی دونوں کہنیاں پوری قوت سے

فرش سے جا ٹکرائیں۔

"ویل ڈن صفدر" ـــــ اچانک صفدر کو عمران کی مانوس آواز سنائی دی۔ اور صفدر کے جسم کو جھٹکا سا لگا پھر جیسے اس کے جسم میں کسی نے توانائی سے بھرپور انجکشن لگا دیا ہو۔ اس نے یکلخت اپنا بازو موڑ کر اپنے پر گرنے والے کی گردن پکڑی اور پھر فرش پر اُلٹ گیا۔ لیکن وہ آدمی بھی بے حد کایاں تھا۔ اس نے مڑتے مڑتے بھی صفدر کے پیٹ میں لات مار کر گھٹنا پوری قوت سے جڑ دیا۔ اور صفدر کی گرفت اس کی گردن پر ختم ہو گئی۔

"صفدر زخمی ہے عمران" ـ صفدر کو جولیا کی آواز سنائی دی۔

"کوئی بات نہیں ـــ بہرحال صفدر سپر ایجنٹ ہے ـــ اب دیکھو کہ بلیک ایجنٹ اور سپر ایجنٹ میں سے وائٹ ایجنٹ کون ثابت ہوتا ہے" ـــــ عمران کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

عمران کی بات سن کر صفدر سمجھ گیا کہ اس سے لڑنے والا کرنل ٹاڈ ہے۔ ایکریمیا کا بلیک ایجنٹ۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ لاشعوری طور پر زیادہ محتاط ہو گیا۔

جیسے ہی صفدر کی گرفت اس کی گردن پر ڈھیلی پڑی، کرنل ٹاڈ نے یکلخت اپنے جسم کو فضا میں اچھالا اور دوسرے لمحے وہ حیرت انگیز طور پر اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن صفدر نے یکلخت اپنی ایک ٹانگ جو زخمی نہ تھی قوس کی صورت میں گھما کر اس کی پنڈلیوں پر بھرپور ضرب لگائی اور کرنل ٹاڈ کے قدم اکھڑے اور وہ اچھل کر نیچے گرنے لگا۔ لیکن دونوں ہاتھ نیچے رکھ کر اس نے اپنے آپ کو پوری طرح گرنے سے

بچا لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ یکلخت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جبکہ صفدر اس کے ہٹتے ہی تیزی سے گھسٹتا ہوا ایک طرف ہٹا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے یکلخت وہ فلم نکال کر ایک طرف کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف اچھال دی۔

"یہ فارمولا ہے ـــــ اس نے ایک گھنٹے کے اندر واش ہو جانا ہے ـــ آپ اسے لے کر نکل جائیں" ـــــ صفدر نے چیختے ہوئے کہا اور فارمولے کا سن کر کرنل ٹاڈ جو دوبارہ صفدر پر چھلانگ لگا رہا تھا حیرت انگیز تیزی کے ساتھ فضا میں ہی پلٹا اور اس نے عمران پر حملہ کر کے اس سے فارمولا چھیننا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا ایک بار پھر فرش پر آ گرا۔ عمران نے بڑے اطمینان سے اس کے سینے پر زوردار ضرب لگا کر اسے واپس پلٹا دیا تھا۔

"تنویر! ـــ تم کھڑے منہ دیکھ رہے ہو ـــــ صفدر زخمی ہے۔ وہ کھڑا نہیں ہو سکتا" ـــــ یکلخت جولیا نے چیخ کر کہا اور تنویر جو شاید پہلے سے ہی اس موقع کے انتظار میں کھڑا تھا بھوکے عقاب کی طرح فرش پر گرے ہوئے کرنل ٹاڈ پر جا پڑا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ قلابازی کھا کر کسی گیند کی طرح اڑتا ہوا پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔

"ہٹ جاؤ تنویر! ـــ میں اب اس سے نمٹ لوں گا ـــ اب فارمولا محفوظ ہاتھوں میں ہے" ـــــ صفدر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی صفدر نے یکلخت دونوں پیر سمیٹے اور پھر یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کی ران زخمی ہی نہ ہو۔ کرنل ٹاڈ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"سپر ایجنٹ کو اتنی دیر تو نہیں لگانی چاہیئے صفدر" ——— عمران کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کرنل ٹاڈ کے حلق سے یکلخت چیخ نکلی۔ اس بار صفدر نے واقعی حیرت انگیز داؤ کھیلا تھا۔ اس نے یکلخت اپنے اوپر والے جسم کو قوس کی صورت میں پیچھے کیا اور پھر جیسے ہی کرنل ٹاڈ نے اچھل کر اس پر فلائنگ کک لگانی چاہی جو کہ ایسے موقع پر انتہائی خطرناک ثابت ہوتی، صفدر نے یکلخت پہلو بدلا اور کرنل ٹاڈ کا جسم جیسے ہی فضا میں تیرتا ہوا اس کے اوپر آیا صفدر کے دونوں ہاتھ تیزی سے حرکت میں آئے اور کرنل ٹاڈ کی ایک ٹانگ تو سیدھی رہ گئی جب کہ دوسری یکلخت ضرب کھا کر نیچے کو مڑی اور اس کے ساتھ ہی اس کا اوپر والا جسم تیزی سے خود بخود نیچے کی طرف جھکا اور صفدر نے اس کی سیدھی ٹانگ پکڑ کر تیزی سے موڑ دی اور دوسرے لمحے وہ لڑکھڑاتا ہوا پوری قوت سے اس کے اوپر جا گرا۔ کرنل ٹاڈ کا جسم مڑنے کی وجہ سے زمین سے ٹکرا کر رکا ہی تھا کہ صفدر کے اوپر گرنے کی وجہ سے وہ دائرے کی صورت میں ہو گیا یہ سب کچھ صرف پلک جھپکنے میں ہوا اور ساتھ ہی بلیک ایجنٹ کرنل ٹاڈ کے حلق سے پہلی بار خوفناک چیخ نکلی۔ مارشل آرٹ کا یہ سب سے مشکل اور خطرناک داؤ تھا۔ جس میں کبھی بھی ایک ماہر آدمی نہیں پھنستا لیکن صفدر نے جس حیرت انگیز پھرتی سے یہ داؤ لگایا تھا۔ وہ واقعی قابل داد تھی۔

کرنل ٹاڈ کی ریڑھ کی ہڈی کے بیک وقت کئی مہرے کڑکڑا کر ٹوٹ گئے اور ساتھ ہی اس کی دائیں ران جو پہلے نیچے گئی تھی کی ہڈی بھی دو

جگہ سے ٹوٹ گئی۔ اور وہ اس طرح فرش پر ڈھیر ہو گیا جیسے گول سی گٹھڑی پڑی ہوتی ہے۔ اور صفدر اس کے اوپر پڑا ہوا بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس خوفناک داؤ کو لگانے میں واقعی صفدر نے پوری انرجی صرف کر دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پیچھے گرنے کے بعد اب اس میں حرکت کرنے کی بھی طاقت نہ رہی تھی۔

"یہ ہوئی نا بات! ——— دیکھا تنویر! ——— اسے کہتے ہیں مارشل آرٹ۔ یہ مارشل آرٹ کا سب سے مشکل داؤ ہے" ——— عمران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور جلدی سے آگے بڑھ کر اس نے ہانپتے ہوئے صفدر کو گٹھڑی بنے ہوئے کرنل ٹاڈ کے جسم سے اٹھا کر علیحدہ کر دیا۔

کرنل ٹاڈ کا سانس رک چکا تھا۔ اور وہ اس خوفناک داؤ میں پھنس کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

"واقعی حیرت انگیز داؤ ہے ——— میں نے اس کے متعلق سنا ضرور تھا لیکن آج تک اسے لگا نہ دیکھا تھا ——— ویسے صفدر! ——— تم نے حیرت انگیز پھرتی سے کام لیا ہے ——— میں تو اپنے آپ کو ہی مارشل آرٹ کا ماہر سمجھتا تھا لیکن تم تو واقعی چھپے رستم نکلے یار ——— ویل ڈن" ——— تنویر نے بڑے عقیدت مندانہ انداز میں آگے بڑھ کر صفدر کو سنبھال کر کھڑے ہونے میں مدد دیتے ہوئے کہا۔ اور صفدر بے اختیار مسکرا دیا۔

"ویل ڈن یار! ——— مجھے یہ داؤ سکھاؤ گے۔ پلیز" ——— تنویر بے اختیار صفدر سے لپٹ گیا۔

"صفدر! ——— واقعی تم میری توقعات پر پورے اترے ہو۔ میں

جانتا ہوں کہ تم پوری ٹیم میں سب سے زیادہ مارشل آرٹ کے ماہر ہو ——— لیکن جس قدر حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ زخمی ہونے کے باوجود تم نے کیا ہے ——— شاید میں خود بھی ایسا نہ کر سکتا" ——— عمران نے آگے بڑھ کر باقاعدہ صفدر کو تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! ——— آپ کے یہ الفاظ ہی میرا اصل انعام ہیں"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ فرطِ مسرت سے کھل اٹھا تھا۔ جبکہ جولیا صرف عقیدت مندانہ نظروں سے صفدر کو ایک ٹک گھورے جا رہی تھی۔ شاید اُسے یقین نہ آ رہا تھا کہ خاموش اور کم طبع صفدر اس قدر حیرت انگیز لڑاکا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

صفدر کی ٹانگ سے ابھی تک خون نکل رہا تھا۔ عمران نے جھک کر اس کے زخم کا معائنہ کیا۔

"کوئی بات نہیں ——— گولی اندر موجود نہیں ہے صرف زخم ہے۔ جولیا! ——— تم کوئی کپڑا باندھ دو زخم پر ——— اور ہاں صفدر! ——— یہ فارمولا کیسے ملا ——— اور وہ ایک گھنٹے والی بات کیا کر رہے تھے تم"۔ عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔ اور جواب میں صفدر نے جیرم کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور پھر اس کے مشین آپریٹ کرنے سے اس فارمولے کے باہر نکلنے تک سارے واقعات مختصر طور پر بتا دیئے جبکہ اس دوران جولیا صفدر کی قمیص کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اس کے زخم پر باندھنے میں مصروف رہی۔

"اوہ! ——— کہاں ہیں وہ مشینیں" ——— عمران نے چونک کر پوچھا۔ اور صفدر نے راہداری کے آخری دروازے کی طرف اشارہ کر دیا۔

"تنویر! ——— تم نعمانی کا پتہ کرو۔ وہ پچھلی راہداری میں رک گیا تھا۔ اور دیکھو کہ لیبارٹری میں کوئی اور آدمی تو نہیں ہے ——— اور جولیا! تم صفدر کو سنبھال کر اس جیپ کی طرف لے چلو ——— میں ابھی آ رہا ہوں"۔ عمران نے تیز لہجے میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیں اور خود دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں جیرم کی لاش پڑی تھی۔

"آؤ صفدر" ——— جولیا نے صفدر کو سہارا دے کر چلنے کیلئے کہا۔

"کوئی بات نہیں مس جولیا! ——— اب میں آسانی سے چل سکتا ہوں"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں اس طرف کو بڑھ گئے جہاں وہ سرخ رنگ کی بڑی سی ریت پر چلنے والی جیپ موجود تھی۔

"لیبارٹری میں اور کوئی آدمی نہیں ہے ——— ایک کمرے میں البتہ چار آدمی مرے پڑے ہیں ان کے جسموں میں شیشے کی بے شمار کرچیاں گھسی ہوئی ہیں" ——— تھوڑی دیر بعد تنویر اور نعمانی نے واپس آ کر کہا۔

"وہ ڈاکٹر نالسٹی اور اس کے ساتھی ہیں ——— انہوں نے مجھے تابوت میں بند کر دیا تھا۔ پھر نجانے کس طرح قدرت کو مجھ پر رحم آ گیا اور تابوت پھٹ گیا" ——— صفدر نے جو پچھلی سیٹ پر آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ سب چونک پڑے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ طویل سانس لے کر رہ گئے کیونکہ دوڑ کر آنے والا عمران تھا۔

"میں نے فارمولا وقتی طور پر محفوظ کر لیا ہے۔ لیکن جلدی کرو۔ ہمیں یہاں سے فوری نکلنا ہے ——— کیونکہ ایک مشین بتا رہی ہے کہ پیشل فورس یہاں پہنچنے والی ہے۔ شاید کمپیوٹر نے کہیں کوئی اطلاع

دے دی ہے" ـــــ عمران نے اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور چند لمحوں بعد جیپ مڑ کر اسی سڑک پر دوڑتی ہوئی کھلے ڈھکن نما حصے سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئی۔ چونکہ جیپ مخصوص ساخت کی تھی اس لئے وہ ریت پر اس طرح دوڑ رہی تھی جیسے کوئی کارپختہ سڑک پر دوڑتی ہے۔ عمران نے اس کا رخ اس طرف رکھا تھا جس طرف آرلین قصبہ تھا اور عمران جانتا تھا کہ ڈلیسی آسانی سے ان کی واپسی کا بندوبست کر سکتا ہے۔

"اب یہاں سے نکلیں گے کیسے" ـــــ ؟ جولیا نے جو عمران کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھی تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہم تو شاید نکل جائیں ـــ لیکن تنویر کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا"۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب! ـــ تنویر کیوں نہیں نکل سکتا" ـــــ ؟ جولیا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیونکہ مجنوں کا تو اصل ٹھکانہ ہی صحرا ہے۔ اس نے شہروں میں جا کر کیا کرنا ہے۔ کیوں تنویر" ـــــ عمران نے مسکرا کر کہا اور مڑ کر تنویر کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم اپنی فکر کرو۔ میری بات چھوڑو" ـــــ تنویر نے غصیلے لہجے میں مجھے بھلا کیا فکر ہو سکتی ہے۔ میری لیلی تو میرے پاس بیٹھی ہے۔ اب میں تو ساری عمر اسی صحرا میں گذار سکتا ہوں" ـــــ عمران نے جواب دیا اور جولیا کے گھومتے ہوئے ہاتھ سے بچنے کیلئے اس نے تیزی سے سر سٹیرنگ پر رکھ دیا اور ساتھ ہی جیپ میں قہقہے گونج اٹھے۔

ختم شد